متلاشیانِ حق کے لیے بہترین کتاب
دین کس نے بگاڑا؟
اس کتاب میں آپ پڑھیں گے
اہل سنت کے حق فرقہ ہونے کا صحابہ تابعین اور اسلاف سے ثبوت
گمراہی کے اسباب و گمراہوں سے تعلقات
گمراہوں کے مکروفریب
گمراہوں کی تفاسیر واحادیث و دینی کتب میں تحریفات
مصنف
مولانا محمد انس رضا عطاری
ایم اے اسلامیات، اردو، پنجابی
الشہادۃ العالمیہ، التخصص فی الفقہ الاسلامی
مکتبہ فیضانِ شریعت
داتا دربار مارکیٹ
لاہور

دین کس نے بگاڑا؟

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

صراطِ مستقیم اور گمراہی کی وضاحت، گمراہی اور اسکے اسباب

مسلمانوں کو اپنے فرقوں میں لانے کے لئے گمراہ فرقوں کے مکر و فریب

گمراہوں کی قرآن وحدیث و کتب دینی میں تحریفات کی جھلک

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا عطاری

تخصُص فی الفقه الاسلامی، الشهادةُ العالمیه

ایم ۔اے اسلامیات، ایم ۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

ناشر

مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب ------ دین کس نے بگاڑا؟

مصنف ------- ابو احمد محمد انس رضا عطاری بن محمد منیر

ناشر ------ مکتبہ فیضان شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

پروف ریڈنگ ---- ابو اطہر مولانا محمد اظہر عطاری المدنی

مولانا محمد سعید قادری

قیمت ---------

اشاعتِ اول ------ ذی القعدہ 1433ھ، اکتوبر 2012ء

تقسیم کار

مکتبہ بہار شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد

☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ فیضانِ عطار، کاموکی

☆ مکتبہ شمس وقمر، بھاٹی چوک، لاہور

یادداشت

دوران مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل علم میں ترقی ہوگی۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

❁❁❁ . . فہرس . . ❁❁❁

انتساب

علمائے اہلسنت وجماعت کے نام جنہوں نے ہر دور میں بے دینوں کے عقائد و مکر کا رد بلیغ کر کے امت مسلمہ کو صراط مستقیم پر چلنے میں رہنمائی فرمائی۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے اس عظیم فعل کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے چنانچہ السنن الکبریٰ کی حدیث پاک ہے "عن إبراهيم بن عبد الرحمن العذري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((يرث هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تأويل الجاهلين وانتحال المبطلين وتحريف الغالين))" ترجمہ: حضرت ابراہیم ابن عبدالرحمٰن عذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیز گار لوگ اٹھاتے رہیں گے۔ جو غلو والوں کی تبدیلیاں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیرا پھیری اس سے دور کرتے رہیں گے۔

(السنن الكبرى، كتاب الشهادات، جلد 10، صفحہ 353، دار الكتب العلمية، بيروت)

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بے عمل اور بے دین، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بے عملی یہ ہے کہ ایک مسلمان کا قرآن وسنت کے مطابق زندگی نہ گزارنا، نماز نہ پڑھنا، داڑھی نہ رکھنا، جھوٹ، چغلی وغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا۔ آج امت مسلمہ میں یہ بے عملی بہت دیکھنے کو ملتی ہے۔ دین و دنیا کے ہر شعبہ میں بے عمل اور باعمل دونوں طرح کے لوگ ہیں جیسے موجودہ ڈاکٹروں ہی کو دیکھ لیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانی جانوں کے محافظ ہیں لیکن ان میں بے عملی عام ہے۔ میڈیسن کمپنیوں سے رشوتیں لے کر مریضوں کو انہی کی دوائیاں لکھ کر دیتے ہیں، سرکاری اسپتالوں میں اچھی بھلی تنخواہ لینے کے باوجود ایمانداری سے کام نہیں کرتے، پوری ڈیوٹی نہیں دیتے، سرکاری مشینری کو اپنے ذاتی استعمال میں لاتے ہیں۔ سرکاری سکول ٹیچرز اپنی ٹیوشن چلانے کے لئے بچوں کو مارتے ہیں اور انہیں اپنی ٹیوشن پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں اسی طرح پولیس، کچہری اور دیگر سرکاری اداروں میں جو رشوت اور دھوکہ بازی ہوتی ہے یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس کے باوجود اچھے ڈاکٹروں، اچھے اساتذہ اور نیک افسروں کی کمی نہیں ہے۔ یعنی اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگ ہیں۔

جہاں معاشرے کے دیگر شعبہ جات میں لوگ ایمانداری سے اپنا کام صحیح طرح سرانجام نہیں دے رہے وہاں دینی شعبہ میں بھی بعض حضرات ایمانداری سے اپنا فریضہ صحیح ادا نہیں کر رہے۔ پیری فقیری لائن میں دیکھ لیں وہ ہستیاں جو نیک وکار تھیں آج ان کی اولاد اپنے بڑوں کا نام لے کر دنیا کمانے میں لگی ہے، وہ ہستیاں فنافی اللہ تھیں ان کی اولاد فنافی

النساء ہے۔اسی طرح مولویوں میں بھی بعض بے عمل لوگ ہیں جن کی وجہ سے اس شعبہ پر طعن کیا جاتا ہے۔پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگوں کو پتہ نہیں کہ مولوی کون ہے۔ ہر داڑھی والے شخص کو مولوی سمجھ لیتے ہیں اور اس کی غیر شرعی حرکات کو مولویوں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔مسجدوں کی انتظامیہ جو بے نمازی اور جاہلوں پر مشتمل ہوتی ہے وہ مسجد کا امام رکھتے وقت یہ نہیں سوچتی کہ اس کی دینی تعلیم کتنی ہے، بس یہ سوچتے ہیں کہ کوئی سستا سا امام مل جائے۔ پھر جب کم علم امام رکھ لیتے ہیں تو اسے امامت کے ساتھ ساتھ خطابت جیسا اہم کام بھی دے دیتے ہیں، پھر وہ منبر رسول پر بیٹھ کر قصے کہانیاں اور غلط مسائل بتا کر وقت پورا کرتا ہے۔کئی ایسے بھی ائمہ حضرات دیکھے گئے ہیں جو خود کو بہت دیندار اور دیگر لوگوں کو بے دین سمجھتے ہیں، خود غیر شرعی کام کرتے ہیں، نماز کے بنیادی مسائل انہیں آتے نہیں، اگر کوئی اصلاح کرے تو اس پر برس پڑتے ہیں، اگر کوئی امام کالا خضاب لگاتا ہو اور اسے احادیث و کتب فقہ سے اس کا ناجائز ہونا بتایا جائے تو آگے سے اکڑ جاتا ہے اور یہ دلائل دیتا ہے کہ فلاں مولوی بھی لگاتا ہے، فلاں بھی لگاتا ہے، اپنے باطل مؤقف پر اس طرح ڈٹ جاتے ہیں کہ لوگوں کی نمازوں کی انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی۔ پہلے تو کوئی دینی کتاب پڑھتے ہی نہیں، اگر پڑھ لیں تو یا تو اس کے غیر مفتیٰ بہ مسئلہ کو لے کر اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اور اچھے بھلے سنی عالم کی تحریر پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔اپنے بیانات میں اہل سنت وجماعت کی بڑی تنظیموں، بڑے علماء کے کردار پر اعتراضات کر کے لوگوں کو ان سے متنفر کرتے ہیں۔

المختصر یہ کہ دیگر شعبہ جات میں جس طرح کچھ غیر مخلص لوگ آ چکے ہیں اسی طرح دینی لائن میں بھی ایسے لوگ آ چکے ہیں۔اب کیا ان بعض مولویوں کی وجہ سے تمام مولویوں پر اعتراض کرنا درست ہوگا؟ اب کیا صحیح علماء کو چھوڑ کر دیگر چرب زبان سیاستدان، تجزیہ

کاروں سے دینی مسائل پوچھے جائیں گے، کیا یہ چرب زبان لوگ ہماری شرعی رہنمائی کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔جس طرح ہم پولیس، ڈاکٹر، وکیل حضرات سے کرپشن کے باوجود مدد لیتے ہیں اسی طرح دینی معاملات میں بھی علماء کرام ہی سے مدد لیں گے۔اگر بعض علماء بے عمل ہیں تو یہ ان کا اور رب تعالیٰ کا معاملہ ہے، ہمارا کام تو ان سے مسائل پوچھ کر عمل کرنا ہے۔سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''عالم بے عمل مثل شمع کے ہے کہ خود جلتا ہے اور تمہیں روشنی پہنچاتا ہے۔''

(الفردوس بماثور الخطاب، جلد3، صفحہ 73، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بے عمل مسلمان اگرچہ آخرت میں اپنے اعمال پر سزا کا مستحق ہے لیکن عقیدہ صحیح ہونے کی بنا پر نجات ضرور پائے گا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت بھی ایسے صحیح عقیدہ گنہگاروں کے لئے ہے۔امام احمد بسندِ صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام ابن ماجہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((خُیّرت بین الشفاعة وبین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم واکفٰی ترونها للمتقین لا ولکنها للمذنبین الخطائین المتلوثین)) ترجمہ: مجھے شفاعت اور آدھی امت کو جنت میں لیجانے کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور زیادہ کام آنے والی ہے۔کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری شفاعت متقین کے لیے ہے؟ نہیں بلکہ وہ ان گنہگاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت خطا کار ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ، جلد2، صفحہ 1441، دار الفکر، بیروت)

حضرت ابوداؤد، وترمذی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی حضرت انس بن مالک سے اور ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم حضرت جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی معجم کبیر میں

حضرت عبداللہ بن عباس سے اور خطیب بغدادی حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق وحضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((شفاعتی یوم القیمة لاھل الکبائر من امتی)) ترجمہ: قیامت کے دن میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ کرنے والے ہیں۔

(سنن ابی دائود، کتاب السنة، باب فی الشفاعة، جلد2، صفحہ649، دار الفکر، بیروت)

بے دین وہ ہے جو قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ بنالے، شریعت کے احکام میں ہیرا پھیری کرے، جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کہے، صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دے، تقدیر کا منکر ہو، شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہو، ایسا بے دین بندہ بے عمل مسلمان سے بدتر ہے اگرچہ جتنا مرضی نمازی پرہیزی ہو۔ ان کی کوئی نیکی قبول نہیں اور یہی بے دین قیامت والے دن جہنم کے حقدار اور شفاعت سے محروم رہیں گے۔

کنز العمال کی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((شفاعتی یوم القیامة حق فمن لم یؤمن بها لم یکن من أهلها)) ترجمہ: قیامت والے دن میری شفاعت (کا ہونا) حق ہے۔ جو اس پر ایمان نہ لایا وہ اس کا اہل نہیں۔ (یعنی اسے میری شفاعت نہیں ملے گی۔)

(کنز العمال، کتاب القیامت، الشفاعة، جلد14، صفحہ464، مؤسسة الرسالة، بیروت)

موضوع اختیار کرنے کا سبب

آج کل جب یہ سوال ہو کہ **دین کس نے بگاڑا ہے؟** تو فورا جواب ملتا ہے مولویوں نے۔ اس کتاب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ **دین درحقیقت کس نے بگاڑا ہے؟** اوپر دیگر شعبوں کی طرح دینی شعبوں میں موجود افراد کی بے عملیوں کا بھی تذکرہ کیا گیا

ہے، کسی دیندار کی بے عملی دین بگاڑنا نہیں۔ بلکہ دین بگاڑنا یہ ہے کہ حرام کو حلال کردیا جائے، لوگوں کو غلط شرعی رہنمائی کی جائے، باطل عقائد ونظریات کی تبلیغ کی جائے، احادیث ودینی کتب میں تحریف کی جائے۔ موجودہ دور میں دین بگاڑنے والے دو طرح کے لوگ ہیں:

(1) دنیاوی شعبہ جات جیسے این۔ جی اوز، سیاستدان، میڈیا، پروفیسر وغیرہ

(2) گمراہ فرقے

(1) جہاں مسلمانوں کی اکثریت بے عملی کا شکار ہے وہاں ایک تعداد بے دین بھی ہے۔ بے عملی اور بے دینی کو سمجھنے کے بعد ذرا سوچیں کہ کیا آج کے مسلمانوں نے کبھی اپنے اعمال کا محاسبہ کیا ہے؟ کتنے فیصد سرکاری ملازم ہیں جو رشوت کو حرام سمجھتے ہیں اور کتنے فیصد ہیں جو رشوت کو نہ صرف جائز بلکہ اپنا حق سمجھتے ہیں؟ رشوت خور ایک حرام کو حلال ٹھہراتے ہوئے اس پر ایک شیطانی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کے بغیر گزارہ نہیں، مہنگائی بہت ہوگئی ہے، مجبوری ہے۔ منصب والے لوگوں کے پاس لوگ اپنا مطلب نکالنے کے لئے رشوتیں لاتے ہیں اور وہ اسے تحفہ سمجھ کر رکھ لیتے ہیں۔ اس فعل کی نشاندہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ((یأتی علی الناس زمان یستحل فیه السحت بالهدیة))" ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ رشوت کو ہدیہ سمجھ کر حلال جانا جائے گا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الحلال والحرام، جلد2، صفحہ156، دار المعرفة، بیروت)

مسلمانوں کی ایک تعداد ہے جو سود کھاتی ہے اور بعض لوگ بینکوں سے ملنے والے

سود کو سود ہی نہیں سمجھتے، بینکوں میں کام کرنے والے، بیمہ کمپنیوں میں کام کرنے والے اپنی نوکریوں کو جائز سمجھتے ہیں، بلکہ جو مولوی ان کی نوکریوں کو ناجائز کہے الٹا اسے بے وقوف سمجھتے ہیں۔ سودی نوکری کرنے والا کہتا ہے کہ اپنی محنت کی کھاتا ہوں۔ سود ورشوت کی اس بڑھتی ہوئی شرح کے سبب آج مسلمان مصیبتوں میں ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ((اذا استحلت هذالامة الخمر بالنبيذ والربا بالبيع والسحت بالهدية واتجروا بالزكوٰة فعند ذلك هلاكهم ليزدادوا اثما)) ترجمہ: جب یہ امت شراب کو نبیذ کے ساتھ اور سود کو کاروبار میں حلال بنالے گی اور رشوت کو تحفہ بنالے گی اور زکوٰۃ کو تجارت بنالے گی تو اس وقت ان بڑھتے ہوئے گناہوں کی سبب ان کی ہلاکت ہوگی۔

(کنز العمال، کتاب الفتن، فصل فی متفرقات الفتن، جلد11، صفحہ 329، مؤسسة الرسالة، بيروت)

گانے باجے جس کی حرمت پر کثیر احادیث ہیں، آج کئی مسلمان برملا گانے باجے کو نہ صرف حلال بلکہ روح کی غذا سمجھتے ہیں۔ حدیث پاک میں کہا گیا ہے کہ لوگ گانے باجے کو حلال ٹھہرالیں گے۔ صحیح ابن حبان میں ہے ((ليكونن في امتي اقوام يستحلون الحرير و الخمر و المعازف)) ترجمہ: ضرور میری امت کے لوگ ریشم، شراب اور گانے باجوں کو حلال ٹھہرالیں گے۔

(صحيح ابن حبان، كتاب الفتن ذكر الاخبار۔۔، جلد15، صفحہ 154، مؤسسة الرسالة، بيروت)

اس قسم کے ناجائز افعال کو جائز کرنے میں جاہل لوگوں کے ساتھ ساتھ ظاہری دیندار بھی ہوتے ہیں جیسے جاوید غامدی ریڈی میڈ اسکالر ہے کہ اس نے جہاں اور ناجائز افعال کو جائز قرار دیا وہاں گانے باجے کو بھی جائز کہا ہے چنانچہ کہتا ہے: ''موسیقی اور گانا بجانا بھی جائز ہے۔''

(ماہنامہ اشراق، صفحہ19، مارچ 2004)

مسلمان عورت کو پردے کا حکم ہے، آج کئی ماڈرن عورتیں پردے کا مذاق اڑاتی

نظر آتی ہیں اور اسے ترقی میں رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ اپنی اس ناجائز حرکت پر شیطانی دلیل یہ دیتی ہیں کہ پردہ دل کا ہوتا ہے۔ جعلی پیر بے نمازی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز دل کی ہوتی ہے یعنی کھانا پینا ظاہری اور جب اسلام کی بات آتی ہے تو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ باطن ہے۔ گویا کہ ایک فرض فعل میں تحریف کی جارہی ہے۔ ایک بے دین قسم کا جملہ بولا جاتا ہے اسلام میں داڑھی ہے داڑھی میں اسلام نہیں۔ گویا باطن کی آڑ میں ظاہری افعال کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا "من أعلن شيئا أخذ بعلانيته، فأظهروا لنا أحسن أخلاقكم، والله أعلم بالسرائر، فإنه من اظهر شيئا وزعم أن سريرته حسنة لم نصدقه، ومن أظهر لنا علانية حسنة ظننا به حسنا" ترجمہ: جو کوئی ظاہری کام کرے گا وہی لیا جائے گا۔ ہمارے سامنے اپنے اچھے اخلاق ظاہر کرو، پوشیدہ کاموں سے اللہ ہی زیادہ واقف ہے۔ اگر کسی نے ظاہراً کچھ (ناجائز) کیا اور اس کا گمان ہے کہ اس کا باطن تو صاف ہے۔ ہم اس کی بات نہیں مانیں گے۔ اور جو ہمارے سامنے اچھا کام کرے گا، ہم اسے اچھا سمجھیں گے۔

(تاريخ الطبري، الجزء الرابع، سنة ثلاث وعشرين، جلد4، صفحہ216، دار التراث، بيروت)

پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر جس نے توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا، جب اس کا قتل ہوا تو بجائے اس کے کہ اس گستاخی کو بُرا کہا جاتا ہے، الٹی یہ سوچ شروع ہوگئی کہ سرکاری اداروں میں دینی ذہن کے لوگ نہ رکھے جائیں۔ یعنی بے دینی کو نہیں بدلنا، دین داروں کو بدلنے کی کوشش کرو، ان کو اس بات پر اذیت دو کہ تمہارا ذہن ہمارے جیسا بے دین کیوں نہیں؟ کیونکہ تمہارا ذہن دینی ہے اس لئے تمہیں نوکری نہیں ملنی۔ لاحول ولاقوۃ۔ پاکستان کے ایک بہت اہم سرکاری ادارے میں کام کرنے والے کا بیان ہے کہ

ہمارے ادارے میں جس نے نوکری سے پہلے داڑھی نہیں رکھی، اسے بعد میں داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ اس کا بیان ہے ایک مرتبہ مجھے نوکری سے اس وجہ سے نکالا جا رہا تھا کہ میری داڑھی ہے۔ میں ایک بڑے افسر کے پاس گیا کہ میرے لئے کچھ کریں تو اس افسر نے کہا دیکھو! تمہاری بغیر داڑھی والی تصویر کتنی خوبصورت ہے، یعنی اس نے میرا یہ ذہن بنایا کہ داڑھی منڈوالو تم بغیر داڑھی کے خوبصورت لگتے ہو۔ پھر ایک دوسرے افسر کے پاس گیا تو میں اس کے آگے رو پڑا، پھر اس کے دل میں غیرت ایمانی جاگی تو اس نے کوشش کر کے میری نوکری بچالی۔ اس مردِ مومن نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی باہر سے انگریز سروے کے لئے آئے تو مجھے اور دیگر تمام داڑھی والوں کو چھٹی دے دی جاتی ہے کہیں انگریز ان کو دیکھ کر بُرا نہ منائیں۔ یہ مسلمانوں کا حال ہے، کہنے کو مسلمان ہیں، کہنے کو یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، جبکہ اعمال انتہائی بدتر ہیں یعنی بس نام کے مسلمان ہیں۔ شعب الایمان للبیہقی کی حدیث پاک ہے "عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ((یوشك أن یأتی علی الناس زمان لا یبقی من الإسلام إلا اسمه ، ولا یبقی من القرآن إلا رسمه))" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام صرف نام کے طور پر باقی رہ جائے گا اور قرآن میں رسم کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

(شعب الایمان ،یوشك علی الناس زمان، جلد3 ،صفحہ 317،مکتبۃ الرشد ،ریاض)

اس دور میں ایک تو مسلمان خود دین سے دور ہے دوسرا یہ کہ جو دین پر چلنے والے ہیں ان پر تنقید کرتا ہے۔ اگر کوئی داڑھی رکھ لے تو خاندان والے اس پر تنقید کرتے ہیں بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ داڑھی کی وجہ سے شادی نہیں ہوتی اور شادی کے لئے شرط رکھی

جاتی ہے کہ داڑھی منڈوائے۔ ہندوستان اور دیگر یورپین ممالک میں مسلمانوں پر صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ یعنی دین پر چلنا مشکل کر دیا گیا ہے جامع ترمذی میں حدیث ہے "عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ((یأتی علی الناس زمان الصابر فیهم علی دینه كالقابض علی الجمر))" ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان میں دین پر قائم رہنا ایسا ہوگا جیسے جلتا ہوا انگارہ ہاتھ میں پکڑنا۔

(جامع ترمذی، ماجاء فی النہی عن سب الریاح، جلد4، صفحہ 526، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

ان سب حالات میں اسلام احکامات کی پیروی کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جہاں سب دیندار ہوں وہاں دین پر ثابت قدم رہنا اور شریعت پر عمل کرنا بہت آسان ہے اور بُرے معاشرے میں رہ کر آزمائشوں میں دین پر چلنا یقیناً بہت مشکل ہوتا ہے اور اسکا اجر بھی بہت ہوتا ہے۔ ہادیِ امت نے فرمایا "یأتی علی الناس زمان الصابر علی دینه له أجر خمسین منكم" ترجمہ: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر صابر رہنے والے کا اجر تم میں سے پچاس کے برابر ہوگا۔

(کنز العمال، کتاب الفتن ،الفتن من الإكمال ، جلد 11 ،صفحہ 215، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ایک بندہ حرام کام کر رہا ہے لیکن اسے حرام سمجھتا ہے یہ بُرا تو ہے لیکن اس سے بُرا نہیں جو حرام کو حرام نہیں سمجھتا۔ تاریخ گواہ ہے جب تک مسلمانوں نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا فتوحات و ترقی ان کا مقدر تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاندار دور میں جب اسلام پھیل رہا تھا تو مسلمانوں نے خراسان کو حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپاہ سالاری میں فتح کیا۔ اس کا بادشاہ شاہِ یزدگرد تھا۔ شاہِ یزدگرد کا

ایک سفیر شاہِ چین سے مل کر آیا تو مسلمانوں نے اس سفیر سے پوچھا کہ شاہ چین سے کیا گفتگو ہوئی؟ اس نے کہا شاہِ چین نے مجھ سے عربوں کے حال کے متعلق پوچھا "قال فما يحلون وما يحرمون؟فأخبرته، فقال أيحرمون ما حلل لهم، أو يحلون ما حرم عليهم؟ قلت لا، قال :فإن هؤلاء القوم لا يهلكون أبدا حتى يحلوا حرامهم ويحرموا حلالهم" ترجمہ: شاہِ چین نے مجھ سے پوچھا کہ مسلمانوں میں کیا چیز حلال ہے کیا حرام ہے؟ میں نے حلال وحرام کے متعلق سب بتایا۔ اس نے پوچھا کیا وہ اسے حرام سمجھتے ہیں جو ان پر حلال ہے اور اسے حلال سمجھتے ہیں جو ان پر حرام ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ شاہِ چین نے کہا وہ قوم کبھی بھی ہلاک نہیں ہوسکتی جب تک وہ حلال کو حرام نہ سمجھے اور حرام کو حلال نہ سمجھ لے۔

(تاریخ الطبری ،الجزء الرابع ،سنة اثنتين وعشرين ،جلد4،صفحہ172،دار التراث ،بیروت)

یہ ایک کافر کا بیان تھا۔ آج مسلمانوں کی ایک تعداد ہے جسے حلال وحرام کی تمیز ہی نہیں۔ بخاری کی حدیث ہے "عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه و سلم قال ((يأتي على الناس زمان لا يبالي المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام))" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان پروا نہ کرے گا کہاں سے لیا حلال سے یا حرام سے۔

(صحیح بخاری، باب من لم یبال من حیث کسب المال، جلد3، صفحہ55، دار طوق النجاۃ)

ان اعمال کے باوجود ہم مسلمانوں کا یہ ذہن ہے کہ ہم بخشے جائیں گے۔ پہلے تو مسلمانوں کی اکثریت نماز، حج، زکوۃ سے دور ہے۔ جو یہ عبادات کرتے بھی ہیں وہ بھی صحیح طرح نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا نہیں کرتے اور غلط ملط عمل کر کے آرام سے کہہ دیتے ہیں

رب تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ یعنی امت مسلمہ میں فقط امید ہی امید ہے خوف خدا نہیں ہے۔ اسی کی حدیث پاک میں پیشین گوئی ہے "عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((يأتي على الناس زمان يخلق القرآن في قلوبهم يتهافتون تهافتا قيل :يا رسول الله :وما تهافتهم ؟ قال :يقرأ أحدهم فلا يجد حلاوة ولا لذة يبدأ أحدهم بالسورة وإنما نهمته آخرها، فإن عملوا ما نهوا عنه قالوا :ربنا اغفر لنا وإن تركوا الفرائض قالوا لا يعذبنا الله ونحن لا نشرك به شيئا، أمرهم رجاء ولا خوف فيهم أولئك الذين لعنهم الله فأصمهم وأعمى أبصارهم أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها))" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن ان کے دلوں میں پرانا ہو کر لگا تار اترتا جائے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ لگا تار اترنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا ان میں سے کوئی قرآن کی تلاوت کرے گا لیکن اس تلاوت کی لذت نہ پائے گا۔ ان میں سے ایک قرآن کی ایک سورت پڑھنا شروع کرے گا اور دوسری پڑھنے کا حریص ہوگا۔ (یعنی جلدی جلدی ختم کرنے کی کوشش ہوگی) اگر کوئی ایسا کام کریں گے جس سے منع کیا گیا ہوگا تو کہیں گے اللہ ہماری مغفرت فرما اور اگر کوئی فرائض چھوڑیں گے تو کہیں گے اللہ عزوجل ہمیں عذاب نہ دے گا کہ ہم کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے ان کے عمل ایسے ہوں گے جن میں امید ہوگی خوف نہ ہوگا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ عزوجل نے لعنت فرمائی انکو بہرا کر دیا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب العلم، جلد10، صفحہ488، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یہ ہماری عام عوام کا حال ہے اب ہمارے معاشرے کے چند اداروں اور مخصوص افراد کی ایک جھلک پیش خدمت ہے:۔

(1) دنیاوی تعلیم یافتہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیاوی تعلیم میں دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایم۔اے پاس کو بھی وضو، غسل، نماز اور عقائد کے بنیادی مسائل معلوم نہیں ہوتے۔ ہر پروفیسر کو بھی قرآن وحدیث پر عبور نہیں ہوتا۔ میں نے خود یونیورسٹی میں دوران تعلیم یہ دیکھا ہے کہ بڑے بڑے اسلامیات کے پروفیسر ہوتے ہیں لیکن ان کو عربی نہیں آتی، فقہ انتہائی کمزور ہوتی ہے۔ وکالت اور ڈاکٹری نصاب میں دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے باوجود بعض دنیاوی تعلیم یافتہ حضرات خود کو بہت بڑا عالم اور مدارس کی تعلیم کو فضول سمجھتے ہیں۔ جو کوئی دنیاوی ڈگری لے لیتا ہے وہ اس کی محبت میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ دیگر تعلیم کو حقیر سمجھتا ہے خصوصا دینی طلبہ پر چڑھائی کر دیتا ہے۔ ہر معاشرے میں ہر فیلڈ میں مخصوص لوگ ہوتے ہیں، ڈاکٹر کا کام وکیل نہیں کر سکتا، وکیل کا ڈاکٹر نہیں کر سکتے، اسی طرح دینی تعلیم ایک الگ شعبہ ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اسے حاصل کرتے ہیں اور اسلام کا صحیح وجود قائم رکھنے والے ہیں۔ لیکن افسوس ہے ان پروفیسر اور تجزیہ کار وغیرہ جاہلوں پر جو منہ اٹھا کر ان دینی طلبہ پر تنقید کرتے ہیں اور بات بات پر کہتے ہیں کہ ان مولویوں کو کیا پتہ کہ سائنس کیا چیز ہے؟ ذرا ان کی جہالت دیکھیں کہ جسے سائنس نہیں آتی کیا وہ جاہل ہے؟ سائنس الگ شعبہ ہے، دینی تعلیم الگ شعبہ ہے۔ یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ ایک شخص تمام علوم پر عبور حاصل کر لے، ہر کوئی دوسرے شعبے میں جاہل ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ تین طلاقوں کے مسئلہ میں میری بحث ایک غیر مقلد سے ہوئی، وہ فضول بے تکی بحث کئے جا رہا تھا اور لفظ استدلال صحیح طرح نہیں بول رہا تھا۔ میں نے کہا لفظ استدلال تو صحیح طرح ادا کرو۔ آگے سے پھر کر انگلش بولنا شروع ہو گیا اور انگلش میں کہنے لگا میری زبان انگلش ہے، تم جاہل ہو۔ یعنی وہ یہ ثابت کر رہا تھا کہ مجھے انگلش آتی ہے اور تمہیں انگلش نہیں آتی اس لئے تم جاہل ہو۔ میں نے جواب میں عربی بولنا شروع کی تو جواب میں کہتا ہے مجھے عربی نہیں آتی۔ پھر میں نے جواب میں کہا کہ مجھے انگلش نہیں آتی تو میں جاہل اور تجھے عربی نہیں آتی تو تم عالم ہے؟

بہر حال اس طرح کی جہالتیں عموما دیکھنے سننے میں آتی ہیں۔ بعض دنیاوی تعلیم یافتہ لوگ دو چار کتب حدیث کے ترجمے پڑھ کر محدث بن جاتے ہیں، دینی مسائل میں خوب انکلیں لگاتے ہیں، تقلید، تصوف کو جہالت سمجھتے ہیں۔ آیت وحدیث کے معنیٰ میں تحریف کر دیتے ہیں جو کہ دین کو بگاڑنے میں شامل ہے۔ اسی علم کو حدیث پاک میں جہالت کہا گیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((إن من البیان سحرا وإن من العلم جهلا وإن من الشعر حکما وإن من القول عیالا)) ترجمہ: بعض بیان جادو ہیں اور بعض علم جہالت اور بعض شعر حکمت اور بعض کلام وبال پر مبنی ہیں۔

(سنن ابو دائود، کتاب الادب، باب ما جاء فی الشعر، جلد2، صفحه 721، دار الفکر، بیروت)

دو چار دینی کتابیں پڑھ کر اہل علم کو کم علم سمجھنا، ان سے بحث مباحثہ کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔ کنز العمال کی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((اتخوف علی أمتی اثنتین یتبعون الاریاف والشهوات، ویترکون الصلاة والقرآن، یتعلمه المنافقون یجادلون به أهل العلم)) ترجمہ: میں اپنی امت پر دو باتوں پر خوف کرتا ہوں وہ وسعت اور شہوت کی اتباع کریں اور نماز وقرآن کو چھوڑ دیں گے۔ منافق قرآن کو سیکھ کر اہل علم کے ساتھ جھگڑا کریں

گے۔ (کنز العمال، کتاب الفتن، الفصل الثانی، جلد 11، صفحہ 170، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بزرگوں نے یہی تعلیم دی ہے کہ ایک علم حاصل کر کے دوسرے کے طلبگار ہو نہ کہ دوسرے کو فضول سمجھا جائے۔ ہمارے لیڈر یہی سیاسی بیان دیتے ہیں کہ مدارس میں دنیاوی تعلیم بھی ہونی چاہئے اور دنیاوی تعلیم کا یہ حال ہے کہ نماز و وضو کا طریقہ تک نکال دیا ہے۔ یہ عقل مندی نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''معلم کا پانچواں ادب یہ ہے کہ استاد جس علم کو سکھاتا ہو اسے چاہئے کہ شاگرد کے دل میں اس علم کے اوپر کے علم کی بُرائی نہ ڈالے جیسے نعت پڑھانے والے کی عادت ہوتی ہے کہ علم فقہ کو بُرا کہا کرتا ہے اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہے کہ علم حدیث اور علم تفسیر کی برائی بیان کرتا ہے کہ یہ علوم صرف نقلی اور سننے کے متعلق اور بڑھیوں کے لئے زیبا نہیں۔ عقل کو ان میں دخل نہیں اور اہل کلام فقہ سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فقہ ایک فرع ہے، جس میں عورتوں کے حیض کا بیان ہے وہ کلام کو کیسے پہنچ سکتا ہے جس میں ذکر صفت رحمٰن ہے تو استاد میں یہ عادتیں بری ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔'' (علم کی حقیقت، صفحہ 257، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

(2) سیاستدان

معاشرے میں عوامی لیڈر بڑی حیثیت رکھتے ہیں، اگر لیڈر بے دین ہوں تو عوام اس سے زیادہ بے دین ہوگی۔ تاریخ طبری میں ہے "عن سلمة بن كهيل، قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: أيها الرعية: إن لنا عليكم حقا النصيحة بالغيب، والمعاونة على الخير، إنه ليس من حلم أحب إلى الله ولا أعم نفعا من حلم إمام ورفقه أيها الرعية، إنه ليس من جهل أبغض إلى الله ولا أعم شرا من جهل إمام وخرقه" ترجمہ: حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے میری رعایا! ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم غائبانہ طور پر تمہاری خیر خواہی کریں اور نیک کام میں تعاون کریں۔ حاکم کی بُردباری اور نرمی سے بڑھ کر کوئی خصلت اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب نہیں ہے۔ عام لوگوں کو بھی اس کا سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ اے میری رعایا: حاکم وقت کی جہالت، اس کی بیوقوفی اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اور اس کے نقصانات بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

(تاریخ الطبری، الجزء الرابع، سنة ثلاث وعشرين، جلد 4، صفحہ 224، دار التراث، بیروت)

• تاریخ شاہد ہے کہ جس بادشاہ نے ظلم کیا ہے یا بے دینی پھیلائی وہ ذلیل وخوار ہوا۔ لیکن ہمارے سیاستدانوں کا یہ حال ہے کہ یہ عوام پر ظلم بھی کرتے، لوٹ مار بھی کرتے ہیں اور بے دینی بھی پھیلاتے ہیں۔ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اور اس میں ہر قانون قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے "عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ((لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به))" ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، جلد 1، صفحہ 36، المکتب الإسلامی، بیروت)

لیکن ہمارے سیاستدان لاکھوں مسلمانوں کو نظر انداز کر کے قلیل کفار کے لئے ایسے قانون بنانا چاہتے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہوں۔ صرف اس لئے کہ یہود و نصاریٰ کو خوش کیا جائے اور ہمیں ایڈ ملتی رہے۔ یہی سیاستدانوں نے جہاں میراتھن ریس جیسی بے حیاء کھیل کود کو فروغ دیا، وہیں حدود کے قوانین میں ردوبدل کی کوشش کی۔ 23 نومبر 2010ء کو جیو ٹی۔ وی میں ایک پروگرام ''کہنے میں کیا حرج ہے'' اس میں ضیاء

الحق کے بیٹے اعجاز الحق نے کہا کہ میں پرویز مشرف کے پاس موجود تھا کہ چند لوگ آئے اور کہا کہ قانونی طور پر عورت کی گواہی مرد کے برابر کردیں قرآن وحدیث میں جو کہا گیا ہے کہ دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے یہ اس دور میں تھا جب عورتیں جاہل ہوتی تھیں، اب عورتیں پڑھی لکھی ہیں، جہاز اڑا لیتی ہیں۔

کئی ایسے قانون بنائے گئے کئی ایسے بیان دیئے جو صاف قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ یہ سب افعال انکے مردہ ضمیر ہونے کی وجہ سے ہیں۔ ہر حرام فعل کرکے اس پر سمجھتے ہیں کہ ہماری پارٹی نے یہ بہت اچھا کیا ہے۔ بعض ظالم سیاستدان تو ایسے ہیں جو خاندانی ظالم ہیں۔ باپ دادا ملک لوٹتے رہے، یہ بھی لوٹ رہا ہے اور کامیاب سیاستدان سمجھا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((لاتقوم الساعة حتی یکون اسعد الناس بالدنیا لکع ابن لکع)) ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث کا بچہ خبیث ہوگا۔

(جامع ترمذی، کتاب الفتن ،ماجاء فی اشراط۔۔ ،جلد4،صفحہ63،دار الغرب الاسلامی،بیروت)

الختصر یہ کہ موجودہ سیاستدان ہمارے اعمال کی سزا ہیں اور اس حدیث کی تصدیق ہیں((یأتی علی الناس زمان وجوههم وجوه الآدميين وقلوبهم قلوب الشياطين سفاكين الدماء لا يرعون عن قبيح وإن بايعتهم اربوك وإن ائتمنتهم خانوك صبيهم عارم،وشابهم شاطر، وشيخهم لا يأمر بمعروف ولا ينهى عن منكر، السنة فيهم بدعة والبدعة فيهم سنة، وذو الأمر منهم غاو، فعند ذلك يسلط الله عليهم شرارهم فيدعو خيارهم فلا يستجاب لهم)) ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا

آئے گا کہ لوگوں کی شکلیں آدمیوں جیسی ہوں گی لیکن دل شیطان جیسے ہوں گے، خون بہانے والے گناہوں کی کوئی پروانہ کریں گے (یعنی گناہوں پر جری ہونگے) اگر تو ان سے بیچ کرے گا تو وہ تجھ سے سودی معاملہ کریں گے، اگر تو ان کے پاس امانت رکھے تو وہ خیانت کریں گے، انکے بچے شدید شرارتی ہوں گے، ان کے نوجوان چالاک ہوں گے اور انکے بوڑھے نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہ کریں گے، سنت انکی نظر میں بدعت ہوگی اور بدعت سنت ہوگی، ان کے حکمران گمراہ ہونگے، ان پر اللہ عزوجل شریر لوگوں کو مسلط فرمادے گا تو نیکو کار دعا کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ ہونگی۔

(کنزالعمال، کتاب الفتن ،تتمة الفتن من الاکمال ،جلد11،صفحہ282،مؤسسة الرسالة،بیروت)

اس حدیث میں مسلمانوں کے اعمال بد کی سزا پر فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل شریر لوگوں کو ان پر مسلط فرمادے گا جیسا کہ ہمارے اوپر کرپٹ حکمران، امریکہ جیسے کافر ممالک مسلط ہیں۔

(3) این۔جی۔اوز

اکثر این۔جی۔اوز کافروں کے اشاروں پر ناچنے والی ہیں۔ مسلمان جتنے مرضی مریں، پاکستانی مسلمان عورت کو امریکہ میں 86 سال کی قید ہوجائے، کبھی نہیں بولیں گی لیکن جب کوئی کافر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرے، کوئی اسلامی قانون نافذ کرنے کی بات ہو تو فورا اس پر زبان درازی شروع کردیتیں ہیں، اسے ظلم قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو باہر سے پیسے ہی ایسے کام کرنے کے لئے ملتے ہیں۔ ہمارے ملک کی بعض بے دین سیاستدان خصوصا سیاسی عورتیں ان این۔جی۔اوز کے آگے کٹ پتلی ہوتی ہیں وہ ان کے ذریعے اپنی بے دینی عام کرتی ہیں۔ اگر کسی کی بہن، بیٹی بھاگ کر

شادی کرلے تو یہ این۔ جی۔ اوز ان کی مدد کرتی ہیں اور جوان کے والدین کی عزت کا بیڑہ غرق ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ انہی بے دین این۔ جی۔ اوز کی وجہ سے بے حیائی و بے دینی عام ہوگئی ہے۔ آج ان این۔ جی۔ اوز کے اشاروں پر بے دین سیاستدان عورتیں عورتوں کے حقوق پر کفریات بولتی ہیں، سرعام کہتی ہیں کہ چار شادیاں بے غیرتی ہے، عورت مرد کی طرح ایک وقت میں چار شادیاں کیوں نہیں کرسکتی؟ یعنی ان کے نزدیک ایک عورت کے چار مرد ہونا بے غیرتی نہیں بلکہ ایک مرد کی چار شادیاں ہونا جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ بے غیرتی ہے معاذ اللہ۔ حدود آرڈیننس پر ان کے کفریات عام ہوتے ہیں۔ الغرض لوگوں کو بے حیا بے دین بنانے کی ذمہ داری ان این۔ جی۔ اوز کی ہے۔ اسی طرح بے حیائی کو فروغ ملتا رہا تو ایک ایسا وقت آئے گا جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ((المرأة نهارا جهارا تنكح وسط الطريق، لا ينكر ذلك أحد ولا يغيره، فيكون أمثلهم يومئذ الذى يقول لو نحيتها عن الطريق قليلا، فذاك فيهم مثل أبى بكر وعمر فيكم)) ترجمہ: عورت دن دہاڑے سرعام سڑک کے درمیان زنا کروائے گی کوئی ایسا نہ ہوگا جو اسے منع کرے جو صرف راستے سے تھوڑا ہٹنے کو کہے گا وہ ان میں ایسا (نیک) ہوگا جیسے (صحابہ میں) ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

(کنز العمال، کتاب القیامۃ، جلد 14، صفحہ 294، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(4) میڈیا

دین بگاڑنے میں میڈیا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میڈیا کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کرتا ہے، بہت بڑی نیکی کرتا ہے۔ جبکہ درحقیقت یہ میڈیا سب سے

بڑا بلیک میلر ہے۔ اتنے اس کے فوائد نہیں جتنے نقصانات ہیں۔ فوائد اس کے فقط یہ ہیں کہ یہ ملکی حالات کو دکھا دیتا ہے، لوگوں کے آہ وبکا کو پہنچا دیتا ہے۔ لیکن اس کے پس پردہ جو اپنی بے دینی پھیلاتے ہیں یہ عام لوگوں کو پتہ نہیں چلتی۔ ہر چینل کسی نہ کسی سیاستدان کا زرخرید ہے وہ اسی کے گیت گاتا ہے اور اس کے مخالفین پر تنقید کرتا ہے۔ کئی چینل ہر ایک کو بلیک میل کرنے والے ہیں، پیسے لے کر ایک معمولی سی خبر کو عام خبر کو عام کر دیتے ہیں اور خاص خبر کو گل کر دیتے ہیں۔ جس طرف چاہتے ہیں عوام کا ذہن لگا دیتے ہیں۔ ہر کسی کو اپنے چینل چلانے سے غرض ہے۔ کوئی بھی موضوع ان کے ہاتھ آنا چاہئے پھر اس کے اوپر تبصرے کرکے پیسے کماتے ہیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ کون سا فرقہ صحیح ہے؟ کون صحیح عالم ہے؟ کبھی شدت میں آکر میڈیا تمام گمراہ فرقوں کے ساتھ صحیح اہل سنت کو بھی تنقید کا نشانہ بنا دیتا ہے، جس شخص کا جتنا مرضی باطل وکفریہ عقیدہ ہو اس پر جو عالم تنقید کرے الٹا اس عالم پر تنقید کی جارہی ہوتی ہے۔ کوئی تعلیم دان میڈیا پر آکر کہتا ہے کہ ریاست کا کوئی دین نہیں ہونا چاہئے طلباء کو ہر قسم کا دین دکھایا جائے۔ سیاست کی طرح دین کے متعلق یہ ذہن دیدیا ہے کہ تمام مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج عام مسلمان سیاست اور دین کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو دو تین گھنٹے خبریں دیکھنے والا ہو وہ خود کو بہت بڑا سمجھدار اور دوسروں کو بے وقوف سمجھتا ہے۔ میڈیا نے عوام کو یہ ذہن دیدیا ہے جو تمہاری عقل کہتی ہے وہ کرو۔ حدود کے مسائل میں تو ہر کوئی عالم بنتا ہے اور معاذ اللہ ان ڈائریکٹ شریعت پر تنقید کررہا ہوتا ہے۔ توہین رسالت کے قانون کو اس لئے ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ اس پر ہیومن رائٹس کے بے دین لوگ زبان درازی کرتے ہیں۔

میڈیا کا یہ فرض تھا کہ وہ حق فرقہ اور صحیح علماء کی نشاندہی کرے۔ مگر حال یہ ہے کہ ہر مسئلہ پر گمراہ بے دین کو شامل کر کے دینی مسئلہ کا حل نہیں نکالتے ویسے ہی گھنجل ڈال کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میڈیا کے میزبانوں کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اصل بات کیا ہے؟ فلاں بندہ کس طرح بات کو پھیر رہا ہے۔ ایک مرتبہ ایک نیوز چینل پر ایک قادیانی لیڈر کو بلایا، اس قادیانی نے کہا ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ میزبان کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ قادیانیوں کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ ہے کیا؟ میڈیا کا کوئی دینی موضوع پر موجود پروگرام دیکھ لیں، اس میں ایک آدھ گمراہ مولوی ضرور ہوگا جو قرآن وحدیث واجماع امت، جید ائمہ کرام کے برخلاف یہ کہہ رہا ہوگا: میں یہ کہتا ہوں، میرا یہ مؤقف ہے۔ انہی گمراہوں کو دیکھ کر عام مسلمان اپنی عقلوں سے حلال وحرام کے فتوے دے رہے ہوتے ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((أعظمها فتنة علی أمتي قوم یقیسون الأمور برأیهم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال)) ترجمہ: میری امت میں سب سے بڑا فتنہ وہ قوم ہوگی جو معاملات میں اپنے رائے سے قیاس کرے گی اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرا لے گی۔

(الفقیه و المتفقه، جلد1، صفحه 450، دار ابن الجوزی، سعودیه)

پاکستانی چینل جیو نے اب تک دو فلمیں بنائی ہیں ایک ''خدا کے لئے'' اور دوسری ''بول'' ان دونوں میں نہ صرف علماء کا مذاق اڑایا گیا ہے بلکہ اللہ عزوجل اور اسلام پر سیدھے سیدھے اعتراضات کئے گئے ہیں اور یہ فلمیں بنانے والا کمیونسٹ ذہن رکھتا ہے۔

(2) دوسرا گروہ جو صحیح معنوں میں دین بگاڑ رہا ہے وہ گمراہ فرقے ہیں۔ گمراہ فرقے قرآن وسنت کے خلاف عقائد اپنا لیتے ہیں اور فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ صحیح

العقیدہ مسلمانوں کو اپنے فرقے میں لانے کے لئے قرآن وحدیث میں معنوی ولفظی تحریفات کرتے ہیں۔ دنیاوی شعبہ والے اگرچہ بے دین ہوتے ہیں لیکن ہوتے جاہل ہی ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ لیکن بے دین گمراہ فرقے والے اپنی گمراہی پر قرآن وحدیث میں معنوی تحریفات کرتے ہیں، آیت وحدیث کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے لیکن وہ اسے اپنی بے دینی پر منطبق کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور لوگ اسے دین سمجھتے ہیں۔ احادیث میں انہی گمراہ مولویوں سے خوف کیا گیا ہے۔ ترمذی میں ہے "عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ((إنما أخاف علی أمتي الأئمة المضلین))" ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت پر گمراہ پیشواؤں کا خوف کرتا ہوں۔

(جامع ترمذی، ابواب الفتن، جلد4، صفحه 504، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

موجودہ شریعت کی طرح گمراہ عالم پچھلی شریعتوں کو بھی بگاڑتے رہے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے ﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَـٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے تو لے لیں۔ کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق اور انہوں نے اسے پڑھا اور بیشک پچھلا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (سورۃ الاعراف، سورت7، آیت 169)

دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے﴿ وَاِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

(سورۃ الانعام،سورت6،آیت 119)

تفسیر نسفی میں ہے"(بأهوائهم بغير علم)أى يضلون فيحرمون ويحللون بأهوائهم وشهواتهم من غير تعلق بشريعة" ترجمہ:اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں اپنی نفسانی خواہشوں کے ذریعے بغیر تعلق شرعی حلال وحرام بناتے ہیں۔

(تفسیر نسفی،جلد1،صفحہ533،دار الکلم الطیب،بیروت)

اس موضوع کو اختیار کرنے کا سبب یہی ہے کہ جو بے دین مولوی، جاہل اسکالرز، سیکولر ہیں ان کو عوام کے سامنے لایا جائے کہ کس طرح وہ **دین کو بگاڑتے ہیں** اور قرآن وحدیث کے غلط معنی لیتے ہیں۔یہ لوگ بظاہر عالم بنتے ہیں اور حقیقت میں مفاد پرست ہوتے ہیں۔انہیں گمراہ مفاد پرست لوگوں کے متعلق جامع ترمذی کی یہ حدیث ہے جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین)) ترجمہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانہ سے دنیا کمائیں گے۔

(جامع ترمذی،ابواب الزہد،جلد4،صفحہ604،مطبعة مصطفى البابي الحلبي،مصر)

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ یہ ملائے وطن بے توفیق

موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی یہ اہمیت ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جو حق کی تلاش میں ہے اپنے ذہن کو خالی کر کے اس موضوع کو پڑھے گا تو ان شاء اللہ اسے صحیح رہنمائی حاصل ہوگی اور اسے اہل سنت وجماعت کے صحیح ہونے کی نہ صرف پہچان ہوگی بلکہ اس پر ثابت قدم رہنے میں تقویت ملے گی۔گمراہی اوراس کے اسباب پڑھ کر گمراہی سے بچنے کا ذہن بنے گا۔ مسلمانوں کو پتہ چلے گا کہ گمراہ فرقوں والے کیسے کیسے مکروفریب کرتے ہیں،احادیث و تفاسیر اور دینی کتب میں کیسے تحریفات کررہے ہیں۔

اس موضوع پر لکھنے کا مقصد ہرگز ورقہ واریت پھیلانا نہیں بلکہ لوگوں کو فرقہ واریت سے بچانا ہے۔گمراہی کا رد کرنا فتنہ وفساد اور فرقہ واریت پھیلانا نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام علیہم الرضوان اور بزرگوں کا طریقہ ہے۔موجودہ دور میں ہر گمراہ فرقہ اپنے عقیدے کو پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کررہا ہے۔انٹرنیٹ سائیٹس گمراہ فرقوں کے مواد سے بھری پڑی ہیں۔یہ گمراہ فرقے اپنے مذہب کے حق میں گھما پھرا کر دلائل دیتے ہیں اور اہل سنت وجماعت اوراس کے علماء کے خلاف جھوٹی باتیں منسوب کرکے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔علمائے اہل سنت جب ان کا علمی رد کرتے ہیں تو بعض نادان کہتے ہیں یہ مولوی فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں،جبکہ فتنہ وفساد گمراہ فرقے پھیلارہے ہیں۔میڈیا اگر سیاستدانوں،سرکاری افسروں پر تنقید کرے ان کی برائیوں کی نشاندہی کرے تو بہت بڑی نیکی ہے،امید کی کرن ہے۔اگر اہل سنت والے گمراہ فرقوں کی نشاندہی کریں تو فرقہ واریت ہے، یہ انصاف نہیں۔جس چنگاری سے گھر جل سکتا ہو اس چنگاری کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔اسلام میں مرتد کی سزا قتل اس لئے رکھی گئی کہ وہ دین کو نقصان نہ پہنچا

سکے۔اسی طرح اسلاف نے جادوگر کو قتل کرنے کا حکم دیا جو لوگوں کو شر پہنچاتا ہو۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف جیسے گستاخ ومرتدین کو قتل کروایا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کا فورا خاتمہ کیا،حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کا خاتمہ کیا۔

اسلاف کی یہی سنت ہے کہ وہ گمراہی کو ختم کرتے ہیں۔علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں" عن محمد بن سهل البخاری قال کنا عند القربانی فجعل يذكر أهل البدع فقال له رجل لو حدثتنا كان أعجبُ إلينا فغضب وقال كلامی فی أهل البدع أحب إلى من عبادة ستين سنة"ترجمہ: حضرت محمد بن سہل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم امام قربانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے۔انہوں نے بدعتیوں کا تذکرہ شروع کیا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر آپ (یہ ذکر چھوڑ کر ہمیں) حدیث سناتے تو ہم کو زیادہ پسند تھا۔امام قربانی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا: ان بدعتیوں (کی تردید کے بارے) میں میرا کلام کرنا مجھے ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (تلبیس إبلیس ،صفحہ 16،دار الفکر ، بیروت)

الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح میں عبداللہ بن عبدالحمید الاثری لکھتے ہیں "ومن أصول عقيدة السلف الصالح أهل السنة والجماعة:أنهم يبغضون أهل الأهواء والبدع الذين أحدثوا فی الدين ما ليس منه، ولا يحبونهم، ولا يصحبونهم، ولا يسمعون كلامهم، ولا يجالسونهم، ولا يجادلونهم فی الدين، ولا يناظرونهم، ويرون صون آذانهم عن سماع أباطيلهم وبيان حالهم وشرهم وتحذير الأمة منهم وتنفير الناس عنهم" ترجمہ:عقیدہ سلف صالحین اہل سنت وجماعت کے اصول

میں سے ہے کہ وہ گمراہ وبدعتی لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔وہ گمراہ لوگ جنہوں نے دین میں ایسی باتیں نکال لیں ہیں جو دین میں سے نہیں ہیں۔وہ سلف صالحین ان گمراہوں کو پسند نہیں کرتے،وہ ان گمراہوں کی صحبت میں نہیں بیٹھتے،ان کا کلام نہیں سنتے،ان سے دین میں جھگڑا نہیں کرتے،ان سے مناظرہ نہیں کرتے،ان کی آوازوں سے اپنے کانوں کو محفوظ رکھتے ہیں،ان کے حال بیان کرنے اوران کے شر سے بچتے ہیں اور مسلمانوں کو ان سے بچاتے ہیں،ان گمراہوں سے نفرت دلاتے ہیں۔

(الوجيز فی عقيدة السلف الصالح ،صفحہ 175،وزارة الشؤون الإسلامية ، السعودية)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جامع میں راویت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((اذا ظهرت الفتن اوقال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لايقبل الله منه صرفا ولاعدلا)) ترجمہ: جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت،اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ،صفحہ 308، دارالکتب العلمیہ ، بیروت)

لہذا گمراہ لوگوں کے عقائد کا قرآن وحدیث سے رد کرنا،ان کے اعتراضات کا جواب دینا فرقہ وایت نہیں بلکہ لوگوں کو شعور دے کر مزید فرقہ واریت سے بچانا ہے۔یہی الحمد اللہ عزوجل اس موضوع میں کیا گیا۔

المتخصص فی الفقه الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا عطاری
یکم ذی القعدہ 1433ھ 19 ستمبر 2012ء

باب اول: صراطِ مستقیم

اس پرفتن دور میں مسلمانوں کو صراط مستقیم اور فرقہ واریت کی تعریف ومفہوم سے انجان کردیا گیا ہے۔ ہر گمراہ فرقے والا خود کو نہ صرف صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے بلکہ اسے ثابت کرتا ہے اور خود گمراہ ہونے کے باوجود فرقہ واریت کی مذمت کرتا پھرتا ہے۔ جبکہ فرقہ واریت کی تعریف یہ ہے کہ صراط مستقیم والے عقیدہ سے ہٹ کر باطل عقیدہ اپنانا اور لوگوں کو اس میں لانے کی ترغیب دینا۔ اب سوال یہ ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ اس کے لئے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کریں تو واضح ہوتا ہے کہ اہل سنت وجماعت فرقہ ہی صراط مستقیم پر ہے اور یہ فرقہ واریت کا مرتکب نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ O صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔ (سورۃ الفاتحہ، سورۃ1، آیت7،6)

اب وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ عزوجل نے انعام کیا ہے؟ اس کی وضاحت آگے قرآن پاک نے خود یوں بیان کی ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(سورۃ النساء، سورۃ4، آیت69)

پتہ چلا کہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہی صراط مستقیم پر ہیں۔ مفسرین نے شہید، صدیق، صالحین کی تعریف پر بہت کچھ لکھا ہے جس کا حاصل کلام

یہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، صوفیاء کرام، اہل سنت محدثین، متکلمین، فقہائے کرام، علمائے اسلاف کا شمار شہید، صدیق، صالحین میں ہوتا ہے۔ تو جس فرقے میں صحابہ کرام، تابعین، محدثین وغیرہ ہیں وہی فرقہ صراط مستقیم پر ہے اور وہی فرقہ جنتی ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ((إن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة)) " قالوا ومن هي يا رسول الله " ((قال ما أنا عليه وأصحابي)) ترجمہ: یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک ملت کے سب دوزخی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(ترمذی، کتاب الایمان، ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، جلد5، صفحہ26، مصطفی البابی، مصر)

بزرگانِ دین نے واضح الفاظ میں اہل سنت وجماعت کو صراطِ مستقیم پر کہا ہے چنانچہ الترغیب والترہیب میں اِسماعیل بن محمد التیمی الأصبہانی (المتوفی535ھ) فرماتے ہیں" صراط الله المستقيم طريق أهل السنة والجماعة وما خالف ذلك سبل الشيطان " ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ اہل سنت وجماعت کا راستہ ہے اور جو اس کے علاوہ ہے شیطان کی راستے ہیں۔

(الترغیب والترھیب، باب الالف، جلد1، صفحہ528، دار الحدیث، القاھرۃ)

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، ماتریدی، اشعری وغیرہ تمام سلاسل والے اہل سنت وجماعت ہیں۔ الزواجر عن اقتراف الکبائر میں أحمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی (المتوفی974ھ) فرماتے ہیں" البدعة وهي المراد بترك السنة انتهى والمراد بالسنة ما عليه إماما أهل السنة والجماعة الشيخ أبو الحسن الأشعري

وأبو منصور الماتريدي، والبدعة ما عليه فرقة من فرق المبتدعة المخالفة لاعتقاد هذين الإمامين و جميع أتباعهما ''ترجمہ: بدعت ترک سنت کا نام ہے اور سنت سے مراد ہے جس پر اہل سنت و جماعت کے دو امام ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی ہیں اور جو ان دو اماموں اور ان کے متبعین کے مخالف عقائد والے ہیں وہ بدعتی و گمراہ ہیں۔

(الزواجر عن اقتراف الكبائر، جلد1، صفحه 165، دار الفكر، بيروت)

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآنی آیت کے تحت صدیقین وصالحین میں فقط اہل سنت کے محدثین وفقہاء اور مفسرین کو کیوں شامل کیا گیا ہے، دیگر غیرسنی فرقے والوں کے بھی تو عالم وعابد ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو اہل سنت وجماعت میں سے نہیں جتنا مرضی بڑا عالم وعابد کیوں نہ ہو اس کا کوئی عمل قبول نہیں چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث ہے ((عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقبل الله لصاحب بدعة صومه ولا صلاة ولا صدقة ولا حجه ولا عمرة ولا جهاده ولا صرفه ولا عدله يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين)) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل بدعتی (بدعت اعتقادی والے یعنی گمراہ) کا نہ روزہ قبول فرماتا ہے، نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، ایسا شخص دین سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال۔

(سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، جلد1، صفحه 19، دار إحياء الكتب العربية، الحلبي)

بلکہ ایک حدیث میں کہا گیا کہ گناہوں کے معاملات میں اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بدمذہبی سے توبہ نہ کر لے چنانچہ کنز العمال کی حدیث ہے ''أصحاب البدع وأصحاب الضلالة من هذه الأمة ليست لهم توبة يا عائشة

إن لكل صاحب ذنب توبة إلا أصحاب الأهواء والبدع أنا منهم بريء وهم مني براء ''ترجمہ: اس امت میں سے بدعتی وگمراہ لوگوں کی توبہ قبول نہیں۔ اے عائشہ! ہر گناہ گار کی توبہ قبول ہے، سوائے بدعتی اور گمراہوں کے۔ میں ان سے بری اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

(كنز العمال، كتاب الايمان، التفسير من الاكمال، جلد2، صفحه 37، مؤسسة الرسالة، بيروت)

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے انعام کی ایک صورت یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے نہ صرف خود محبت کرتا ہے بلکہ لوگوں کے دلوں میں اپنے نیکوں کی محبت ڈال دیتا ہے۔ بخاری کی حدیث ہے ''عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ((إذا أحب الله العبد نادى جبريل إن الله يحب فلانا فأحببه فيحبه جبريل فينادي جبريل في أهل السماء إن الله يحب فلانا فأحبوه فيحبه أهل السماء، ثم يوضع له القبول في الأرض)) ''ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل آسمان سے اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور زمین والوں میں اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، جلد4، صفحه 111، دار طوق النجاة)

یہی وجہ ہے صدیوں سے مسلمان صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام، امام بخاری، امام مسلم، غوث پاک، حضور داتا علی ہجویری، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ

رحمھم اللہ سے محبت کرتے ہیں اور یہ سب اہل سنت وجماعت میں تھے جس کی وضاحت آگے آئے گی۔ بدمذہبوں کے عالم فقط اپنے گروہ ہی میں مقبول ہوتے ہیں۔

لہٰذا اہل سنت وجماعت اوران ہی کے عالم وعابد صراط مستقیم پر ہیں اور اہل سنت کے علاوہ بقیہ جتنے فرقے ہیں ان میں بعض فرقے والے تو کفر تک چلے گئے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، منکرینِ حدیث، اسی طرح جو کسی ضروریات دین کا انکار کرے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو ضروریات اہلسنت کا منکر ہو جیسے ایصالِ ثواب کا منکر، کرامات اولیاء کا منکر، تقلید ائمہ کا منکر وغیرہ تو وہ فرقہ گمراہ ہوگا، اسے بدعتی بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اہل سنت وجماعت کے علاوہ دیگر فرقے گمراہ تو یقینی ہیں البتہ بعض گمراہی سے بڑھ کر کفر تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ التبصیر فی الدین وتمیز الفرقۃ الناجیۃ عن الفرق الھالکین میں طاہر بن محمد الاسفرائینی (المتوفی 471ھ) لکھتے ہیں ”الفرقة الناجية فهو على الحق وعلى الصراط المستقيم فمن بدعه فهو مبتدع ومن ضلله فهو ضال ومن كفره فهو كافر“ ترجمہ: فرقہ ناجیہ حق پر ہے اور وہی صراط مستقیم پر ہے۔ جو ان کے مخالف ہے وہ بدعتی وگمراہ ہے اور جس کی بدمذہبی کفر تک پہنچ چکی ہے وہ کافر ہے۔

(التبصیر فی الدین وتمییز الفرقۃ الناجیۃ عن الفرق الھالکین، صفحہ 180، عالم الکتب، لبنان)

فصل اول: اہل سنت وجماعت کے صراطِ مستقیم پر ہونے کا ثبوت

اب صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام، مفسرین، محدثین، متکلمین، صوفیاء کرام، فقہائے کرام سے اہل سنت وجماعت کے صراطِ مستقیم پر ہونے کے دلائل ان کی تاریخ وفات کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ پتہ چل جائے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک صرف ایک ہی حق فرقہ چلا آرہا ہے اور وہ اہل سنت وجماعت ہے۔ آج ہر

فرقے والا اپنے آپ کو حق پر ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے غلط استدلال کرتا ہے اور عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ یہاں قرآن وحدیث سے بھی اہل سنت وجماعت کے حق پر ہونے کے دلائل دیئے جاسکتے ہیں لیکن ایک سیدھا عام فہم اصول بیان کیا جارہا ہے کہ جب صحابہ کرام، تابعین وائمہ کرام وغیرہ نے واضح الفاظ میں اہل سنت وجماعت کے حق فرقہ ہونے کا کہہ دیا ہے تو پھر مزید کیا حاجت ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثبوت

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک اہل سنت وہ تھے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے عقائد واعمال کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام واضح الفاظ میں اہل سنت کی تائید کرتے تھے۔ کنز العمال میں علامہ علاء الدین علی المتقی (المتوفی 975ھ) روایت کرتے ہیں ”عن يحيى بن عبد الله بن الحسن عن أبيه قال كان على يخطب فقام إليه رجل فقال يا أمير المؤمنين أخبرني من أهل الجماعة ؟ ومن أهل الفرقة ؟ ومن أهل السنة ؟ ومن أهل البدعة ؟ فقال ويحك أما إذ سألتني فافهم عني ولا عليك أن لا تسأل عنها أحدا بعدى فأما أهل الجماعة فأنا ومن اتبعني وإن قلوا وذلك الحق عن أمر الله وأمر رسوله فأما أهل الفرقة فالمخالفون لى ومن اتبعني وإن كثروا وأما أهل السنة المتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وإن قلوا وإن قلوا وأما أهل البدعة فالمخالفون لأمر الله ولكتابه ورسوله العاملون برأيهم وأهوائهم وإن كثروا“ ترجمہ: حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: یا امیر المؤمنین! مجھے

اہل جماعت، اہل فرقہ، اہل سنت اور اہل بدعت کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تیری خرابی ہے(یعنی تجھے اتنی عام بات ہی پتہ نہیں) جب تو نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا تو سمجھ لے، بعد میں کسی سے نہ پوچھنا۔اہل جماعت میں اور میرے متبعین ہیں اگرچہ تھوڑے ہوں اور یہ جماعت اللہ عزوجل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حق ہے۔اہل فرقہ وہ ہے جس نے میری اور میرے ساتھ والوں کی مخالفت کی (یعنی خارجی فرقہ) اگرچہ زیادہ ہوں۔اہل سنت وہ ہے جس نے اللہ عزوجل و رسول کے طریقے کو تھاما ہوا ہے اگرچہ تھوڑے ہوں۔اہل بدعت وہ ہیں جنہوں نے قرآن اور رسول اللہ کی شریعت کی مخالفت کی اور اپنی عقل وخواہش پر چلے اگرچہ یہ زیادہ ہوں۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، خطب علی ومواعظہ، جلد16، صفحہ193، بیروت)

تفسیر درمنثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔کی تفسیر فرماتے ہیں''وأخرج الخطیب فی رواۃ مالك والدیلمی عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله تعالی (یوم تبیض وجوه وتسود وجوه) قال((تبیض وجوه أهل السنة، وتسود وجوه أهل البدع)) ۔

وأخرج أبو نصر السجزی فی الإبانة عن أبی سعید الخدری أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ (یوم تبیض وجوه وتسود وجوه) قال:((تبیض وجوه أهل الجماعات والسنة ،وتسود وجوه أهل البدع والأهواء)) ترجمہ:خطیب نے مالک و دیلمی رحمہما اللہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس فرمان''جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے

اور کچھ منہ کالے۔'' کے متعلق فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔

ابونصر سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے''ابانہ''میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے یہ آیت تلاوت کی''جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔''فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر درمنثور، سورۃ آل عمران، آیت106، جلد2، صفحہ291، بیروت)

الإبانة الكبرى لابن بطة میں ابو عبد اللہ عبید اللہ المعروف بابن بَطّة العکبری (المتوفی387ھ) روایت کرتے ہیں''عن ابن عباس قال:النظر فی المصحف عبادة، والنظر إلی الرجل من أهل السنة الذی یدعو إلی السنة، وینهی عن البدعة عبادة''ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قرآن پاک کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور جو شخص اہل سنت میں سے ہو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا ہو اور بدعت سے منع کرتا ہو ایسے شخص کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے۔

(الإبانة الكبرى لابن بطة، جلد1، صفحه343، دار الراية، الرياض)

تابعین وتبع تابعین سے ثبوت

تابعین کے دور میں جب فرقہ واریت ہوئی یہی لفظِ اہل سنت اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ بدمذہبوں خصوصا اہل تشیع کے مقابل بولا جانے لگا۔مسلم شریف میں ہے ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اجلہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں''لم یکونوا یسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فینظر إلی أهل السنة فیؤخذ حدیثهم وینظر إلی أهل البدع فلا یؤخذ حدیثهم''

ترجمہ: پہلے احادیث لینے میں اسناد کے متعلق سوال نہیں پوچھا جاتا تھا پھر جب فتنے (فرقے) واقع ہوئے تو علماء نے فرمایا: تم ہمارے سامنے اپنی احادیث کے راویوں کے نام پیش کرو تو اہل سنت راویوں کی طرف نظر کرو اور انکی روایت کردہ احادیث لے لو اور بدمذہب کی احادیث نہ لو۔ (مقدمہ مسلم، جلد 01، صفحہ 15، دار إحياء التراث العربي، بیروت)

تابعین و تبع تابعین اہل سنت و جماعت میں اپنے آپ کو شامل کرتے تھے اور دیگر فرقوں سے نفرت کرتے تھے۔ السنۃ قبل التدوین میں محمد عجاج بن محمد تمیم عامر بن شراحیل شعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق لکھتے ہیں "عامر بن شراحيل الحميري الشعبي الكوفي أبو عمرو إمام العلم علامة التابعين ولد لست سنين خلت من خلافة عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان من أهل السنة والجماعة يكره الفرقة" ترجمہ: عامر بن شراحیل حمیری شعبی کوفی ابوعمرو امام العلم علامۃ التابعین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کے چھ سال گزرنے کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ اہل سنت و جماعت میں سے تھے اور دیگر فرقوں کو ناپسند کرتے تھے۔

(السنة قبل التدوين، صفحہ 522، دار الفكر، بيروت)

الترغیب والترہیب میں اسماعیل بن محمد تیمی اصبہانی (المتوفی 535ھ) فرماتے ہیں "إسماعيل بن محمد الزاهد يقول سمعت أبا على الحسين بن على يقول: علامة أهل السنة كثرة الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: اسماعیل بن محمد زاہد کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی حسین بن علی سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: اہل سنت کی نشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود پڑھنا ہے۔ (الترغيب والترهيب، جلد 2، صفحہ 333، دار الحديث، القاهرة)

پتہ چلا کہ سنی وہ ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہے وہ سنی نہیں جو درود و سلام پر اعتراض کرتا ہے۔

ائمہ کرام علیہم الرضوان سے ثبوت

امام ابوحنیفہ سے سُنّی کی پہچان پوچھی گئی تو فرمایا جو ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کو افضل مانے اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے محبت کرے وہ سنی ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے "سئل ابو حنيفة رحمه الله عن مذهب اهل السنة والجماعة فقال ان تفضل الشيخين: اى ابابكر و عمر رضى الله تعالىٰ عنهما و تحب الختنين: اى عثمان و عليا رضى الله تعالىٰ عنهما، ان ترى المسح على الخفين" ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مذہب اہل سنت و جماعت کی پہچان کا پوچھا گیا فرمایا: سنیت یہ ہے کہ تو ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیگر صحابہ سے افضلیت دے اور حضرت عثمان غنی و علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے محبت کرے اور موزوں پر مسح کرے۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ 76، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

یہی امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی مروی ہے چنانچہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے "سئل أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه عن علامات أهل السنة والجماعة؟ فقال أن تحب الشيخين، ولا تطعن الختنين، وتمسح على الخفين" ترجمہ: امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اہل سنت و جماعت کی علامات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اہل سنت ہونے کی علامت یہ ہے کہ تو ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے محبت کرے اور عثمان غنی و علی المرتضٰی پر طعن نہ کرے اور موزوں پر مسح کرے۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارت، جلد 2، صفحہ 472، دار الفكر، بيروت)

حقیقه السنة والبدعة میں عبد الرحمٰن بن أبی بکر جلال الدین السیوطی (المتوفی 911ھ) امام شافعی کی وصیت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''هذه عقيدة أهل السنة والجماعة أحيانا الله وأماتنا عليها وجنبنا البدع ما ظهر منها وما بطن ''ترجمہ: یہی عقیدہ اہل سنت وجماعت ہے۔ اللہ عزوجل اس پر ہمیں زندہ رکھے اور اسی پر موت عطا فرمائے اور ہمیں بدعت سے ظاہر وباطن طور محفوظ رکھے۔

(حقیقه السنة والبدعة، صفحه 210، مطابع الرشید)

زیادات القطیعی علی مسند الإمام أحمد دراسة وتخریجا میں دخیل بن صالح اللحیدان روایت کرتے ہیں ''قال الطبرانی حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثنا أبی قال: قبور أهل السنة من أهل الكبائر روضة، وقبور أهل البدعة من الزهاد حفرة، فساق أهل السنة: أولياء الله، وزهاد أهل البدعة أعداء الله ''ترجمہ: امام طبرانی نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے روایت کیا کہ میرے والد نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں میں سے سنیوں کی قبریں جنت کا باغ ہیں اور زاہدوں میں سے بدعتیوں کی قبریں آگ کا گڑھا ہیں۔ اہل سنت کے فاسق بھی اولیاء اللہ ہیں اور اہل بدعت کے زاہد اللہ عزوجل کے دشمن ہیں۔

(زیادات القطیعی علی مسند الإمام أحمد دراسة، صفحه 97، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة)

مفسرین عظام علیہم رحمۃ المنان سے ثبوت

مفسرین، محدثین، فقہائے کرام اپنی کتب میں جگہ جگہ بدمذہبوں کا عقیدہ نقل کرکے ان کے مقابل اہل سنت کا عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں نقل کرکے بدمذہبوں کا رَدّ کرتے ہیں۔ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز میں أبو محمد عبد الحق الأندلسی المحاربی

(المتوفی 542ھ) ایک جگہ اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''والحق مذهب أهل السنة ''ترجمہ: اور حق مذہب اہل سنت کا ہے۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، جلد2، صفحه396، دار الکتب العلمیة، بیروت)

اس طرح بدمذہبوں کے مقابل اہل سنت کے عقائد نقل کئے جائیں تو اس کے لئے پورا دفتر درکار ہے، اس لئے یہاں فقط مفسرین، محدثین، فقہائے کرام کے وہ اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن میں انہوں نے صراحت کے ساتھ اہل سنت وجماعت کو حق فرقہ کہا ہے۔ التفسیر الکبیر میں أبو عبد اللہ محمد بن عمر الملقب فخر الدین الرازی (المتوفی 606ھ) فرماتے ہیں ''والحاصل أن هذه الآية تدل على وجوب حب آل رسول الله صلى الله عليه وسلم وحب أصحابه، وهذا المنصب لا يسلم إلا على قول أصحابنا أهل السنة والجماعة الذين جمعوا بين حب العترة والصحابة ''ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ یہ آیت آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے وجوب محبت پر دلیل ہے۔ یہ مقام صرف ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت کے قول پر عمل کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے کہ جنہوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت سے محبت کرنے کو جمع کردیا ہے

۔(التفسیر الکبیر، جلد27، صفحه596، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

تفسیر القرآن العظیم میں إسماعیل بن عمر (ابن کثیر) (المتوفی 774ھ) فرماتے ہیں ''كلها ضلالة إلا واحدة وهم أهل السنة والجماعة المتمسكون بكتاب الله وسنة رسول الله ''ترجمہ: سوائے ایک اہل سنت وجماعت فرقے کے بقیہ تمام فرقے گمراہ ہیں اور اہل سنت وجماعت فرقے ہی نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم، جلد6، صفحه317، دار طیبة)

محمد بن محمد ابن عرفہ الورغمی التونسی المالکی (المتوفی 803ھ) فرماتے ہیں ''فجعل أهل السنة بين المبتدعة بمنزلة النجوم في الظلام '' ترجمہ اہل سنت وجماعت گمراہ فرقوں میں ایسا ہے جیسے اندھیروں میں ستارے ہوتے ہیں۔

(تفسیر الإمام ابن عرفة، جلد2، صفحه768، مرکز البحوث بالکلیة الزیتونیة، تونس)

روح البیان میں إسماعیل حقی بن مصطفیٰ الخلوتی (المتوفی 1127ھ) فرماتے ہیں ''وفرقة ناجية وهم اهل السنة و الجماعة '' ترجمہ: فرقہ ناجیہ (نجات والا) اہل سنت وجماعت ہے۔

(روح البیان، جلد1، صفحه13، دار الفکر، بیروت)

تفسیر مظہری میں محمد ثناء اللہ مظہری (المتوفی 1225ھ) فرماتے ہیں ''ان قوله تعالى فان حزب الله هم الغالبون يدل على ان الفرقة الناجية ليست الا اهل السنة والجماعة دون الروافض وغيرهم من اهل الأهواء '' ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے، اس پر دلیل ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت وجماعت ہے نہ کہ روافض اور دیگر گمراہ فرقے۔

(التفسیر المظہری، جلد3، صفحه135، مکتبه رشیدیه، پاکستان)

توفیق الرحمٰن فی دروس القرآن میں وہابی مولوی فیصل بن عبد العزیز نجدی (المتوفی 1376ھ) کہتا ہے ''وهذه الأمة أيضًا اختلفوا فيما بينهم على نحل كلها ضلالة إلا واحدة، وهم أهل السنة والجماعة المتمسكون بكتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم وبما كان عليه الصدر الأول من الصحابة والتابعين، وأئمة المسلمين '' ترجمہ: یہ امت بھی ہر مسئلہ میں اختلاف کرے گی تمام کے تمام گمراہ ہوں گے سوائے ایک گروہ کے، اور وہ اہل سنت وجماعت ہے۔ جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کو تھاما ہوا ہے اور اسی گروہ میں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مسلمین

تھے۔

(توفیق الرحمن فی دروس القرآن، جلد3، صفحه 442، دار العاصمة، الریاض)

محدثین کرام علیہم رحمۃ الحنان سے ثبوت

محدثین جن کو احادیث میں مہارت حاصل ہے، وہ نہ صرف سنی تھے بلکہ وہ بدمذہب غیر سنی سے حدیث بھی روایت نہیں کرتے تھے۔ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (المتوفی 902ھ) فرماتے ہیں ''أن زائدة بن قدامة كان لا يحدث أحدا حتى يشهد عنده عدول أنه من أهل السنة '' ترجمہ: حضرت زائدہ بن قدامہ کسی سے اس وقت تک حدیث روایت نہیں کرتے تھے جبکہ تک اس کے اہل سنت ہونے پر کوئی عادل گواہی نہ دے دیتا۔

(فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث للعراقی، جلد2، صفحه139، مکتبة السنة، مصر)

امام بخاری جن کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا ہے وہ اہل سنت وجماعت میں سے تھے۔ منہج الإمام البخاری فی تصحیح الأحادیث وتعلیلها میں أبو بکر کافی لکھتے ہیں ''أن الإمام البخاري رحمه الله كان من أئمة أهل السنة والجماعة المتبعين لما كان عليه سلف الأمة في مسائل الاعتقاد والرد على أهل البدع والأهواء '' ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ میں سے تھے اور اسی اعتقاد ورد بدمذہبیت پر تھے جس پر اسلاف تھے۔

(منہج الإمام البخاری فی تصحیح الأحادیث وتعلیلها، صفحه66، دار ابن حزم، بیروت)

البدع والنہی عنہا میں أبو عبد اللہ محمد بن وضاح قرطبی (المتوفی 286ھ) فرماتے ہیں ''قال سحنون إني أظن أنا في ذلك الزمان فطلبت أهل السنة في ذلك الزمان فكانوا كالكوكب المضيء في ليلة مظلمة '' ترجمہ: حضرت سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ میں اس زمانے میں ہوں کہ اگر اہل سنت کو طلب کرنا

چاہوں تو وہ مجھے اندھیری رات میں چمکتے ستاروں کی طرح نظر آئے گا۔

(البدع والنهي عنها، جلد2، صفحه164، مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

اَبُوعبداللہ عبیداللہ معروف بابن بطّہ عکبری (المتوفی 387 ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن قیس ملائی فرماتے ہیں ”إذا رأيت الشاب أول ما ينشأ مع أهل السنة والجماعة فارجه وإذا رأيته مع أهل البدع فايئس منه فإن الشاب على أول نشوئه “ ترجمہ: جب تو ایسے نوجوان کو دیکھے جو اہل سنت و جماعت کے ساتھ پروان چڑھا ہے، تو اس سے امید رکھ اور جو اہل بدعت کے ساتھ پروان چڑھا ہے، تو اس سے ناامید ہو جا۔ اس لئے کہ نوجوان کی جس عقائد پر پرورش ہوتی ہے وہ اسی پر ہوتا ہے۔

(الإبانة الكبرى لابن بطة، جلد1، صفحه205، دار الراية، الرياض)

محمد بن عبدالرحمن بغدادی (المتوفی 393ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا” إني أخبر بموت الرجل من أهل السنة لكأني أفقد به بعض أعضائي “ ترجمہ: میرے نزدیک اس شخص کی موت جو اہل سنت سے ہے، ایسے ہے جیسے میرے جسم کا بعض حصہ مجھ سے جدا ہو جائے۔

(المخلصيات، جلد3، صفحه169، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية لدولة قطر)

تلبیس ابلیس میں اَبُوالفرج عبدالرحمن (ابن جوزی) (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں ”أن أهل السنة هم المتبعون وأن أهل البدعة هم المظهرون شيئا لم يكن قبل ولا مستند له ولهذا استتروا ببدعتهم ولم يكتم أهل السنة مذهبهم فكلمتهم ظاهرة ومذهبهم مشهور والعاقبة لهم “ ترجمہ: بے شک اہل سنت والے اتباع کرنے والے ہیں (یعنی بزرگوں کی اتباع کرتے ہیں) اور اہل بدعت ظاہری ہیں کہ ان کا پچھلے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کے پاس کوئی دلائل ہیں، اسی وجہ سے وہ اپنی

گمراہی کو چھپاتے ہیں اور اہل سنت والے اپنے عقائد کو نہیں چھپاتے، ان کا کلام ظاہر ہے اور ان کا مذہب مشہور ہے اور آخرت انہی کے لئے ہے۔

(تلبيس إبليس، صفحه18، دار الفكر، بيروت)

پتہ چلا کہ سنی وہ ہے جو اپنے عقائد کو کھل کر بیان کرے اور اس پر عمل کرے۔ دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کی طرح نہیں جو تقیہ کرتے ہوئے اہل سنت کی مساجد میں جماعت لے آئیں اور نماز کے بعد درود وسلام پڑھتے جائیں اور بعد میں کہیں یہ بدعت ہے۔

علی بن سلطان (ملاعلی قاری) (المتوفی 1014 ھ) ہدایت یافتہ گروہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”المراد هم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي فلا شك ولا ريب أنهم هم أهل السنة والجماعة “ ترجمہ: ہدایت والوں سے مراد وہ ہیں جنہوں نے میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ وہ ہدایت یافتہ گروہ اہل سنت و جماعت ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، جلد1، صفحه259، دار الفكر، بيروت)

زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤف مناوی قاہری (المتوفی 1031 ھ) فرماتے ہیں ”(عليكم بالجماعة) أي السواد الأعظم من أهل السنة أي الزموا هديهم (وإياكم والفرقة) أي احذروا مفارقتهم ما أمكن “ ترجمہ: تم پر جماعت لازم ہے یعنی سواد اعظم اہل سنت کے ساتھ رہنا اور ان کے ہدایت یافتہ طریقہ پر چلنا ضروری ہے اور ہر ممکن طور پر دیگر فرقوں سے بچنا ضروری ہے۔

(التيسير بشرح الجامع الصغير، جلد1، صفحه388، مكتبة الإمام الشافعي، الرياض)

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں وہابی مولوی ابوالحسن عبید اللہ مبارکپوری (التوفی 1414ھ) اورتحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی میں وہابی مولوی ابوالعلامحمد عبد الرحمن بن عبدالرحیم مبارکپوری (التوفی 1353ھ) کہتاہے"والفرقة الناجية هم أهل السنة" ترجمہ: فرقہ ناجیہ اہل سنت ہے۔

(تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، جلد7،صفحہ334،دار الكتب العلمية، بيروت)

متکلمین علیہ رحمۃ الرحیم سے ثبوت

متکلمین جوعلم کلام پر مہارت رکھتے ہیں اور بدمذہبوں کے عقائد کے مقابل اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہیں اور انہیں قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں،ان متکلمین میں کئی بزرگانِ دین ایسے ہیں جنہوں نے واضح انداز میں اہل سنت وجماعت کو جنتی فرقہ کہاہے۔چندحوالے پیش خدمت ہیں:۔

نقض الامام میں ابوسعید عثمان بن سعیددارمی (التوفی 280ھ) فرماتے ہیں "نحن نعتقد اعتقادا جازما أن المنهج السليم والاعتقاد الصحيح الذي يجب أن نقدمه للأمة هو ما كان عليه أهل السنة والجماعة" ترجمہ:ہم یہ جزمی عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیدھاراستہ جسے امت کے لئے پیش کرنا واجب ہے وہ عقیدہ اہل سنت وجماعت ہے۔(نقض الإمام أبي سعيد عثمان بن سعيد ـــ جلد 1،صفحہ8، مكتبة الرشد ،الرياض)

ابوالحسن علی بن إسماعیل أشعری (التوفی 324ھ) اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں"إعلان براءته من جميع الفرق الضالة المخالفين لمنهج السلف أهل السنة والجماعة" ترجمہ:اہل سنت وجماعت کے علاوہ بقیہ تمام مخالف گمراہ فرقوں

سے براءت کا اعلان ہے۔

(رسالة إلى أهل الثغر بباب الأبواب،صفحہ179،عمادة البحث العلمي، السعودية)

شرح السنۃ میں ابومحمد الحسن بن علی بن خلف بربہاری (التوفی 329ھ) فرماتے ہیں"والأساس الذي تبنى عليه الجماعة وهم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ورحمهم الله أجمعين، وهم أهل السنة والجماعة، فمن لم يأخذ عنهم فقد ضل وابتدع، وكل بدعة ضلالة، والضلالة وأهلها في النار وقال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لا عذر لأحد في ضلالة ركبها حسبها هدى ولا في هدى تركه حسبه ضلالة فقد بينت الأمور، وثبتت الحجة، وانقطع العذر وذلك أن السنة والجماعة قد أحكما أمر الدين كله، وتبين للناس، فعلى الناس الاتباع" ترجمہ:وہ بنیاد جس پر جماعت قائم ہے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت ہے اور وہ اہل سنت وجماعت ہیں۔ جواس گروہ کونہیں تھامتا وہ بدعتی وگمراہ ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی اور گمراہ جہنمی ہے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کسی کے لئے عذر نہیں کہ وہ گمراہی پر سوار ہوا سے ہدایت سمجھتے ہوئے اور ہدایت کو ترک کردے گمراہی سمجھتے ہوئے۔بے شک شرعی احکام واضح ہوگئے، حجت ثابت ہوگئی اور عذر منقطع ہوگیا۔اوروہ سنت اور جماعت ہے جس نے دین کے تمام مسائل کاحکم لوگوں کے لئے واضح کردیااورلوگوں پراس کی اتباع لازم ہے۔ (شرح السنة، صفحہ35)

الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ میں عبد القاہر بن طاہرالاسفرائینی (التوفی429ھ) فرماتے ہیں"اصول اتفق أهل السنة على قواعدها وضللوا من خالفهم فيها ـــ اختلفوا في بعض فروعها اختلافا لا يوجب تضليلا ولا

تفسیقا ''ترجمہ: اہل سنت ان قواعد پر متفق ہیں اور جو ان کی مخالفت کریں وہ گمراہ ہیں۔ ان میں بعض ائمہ نے جو فروعی مسائل میں اختلاف کیا یہ گمراہی اور فسق کو واجب نہیں کرتا۔

(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية، صفحہ310، دار الآفاق الجديدة، بيروت)

طاہر بن محمد الاسفرائینی (المتوفی471ھ) فرماتے ہیں''والفرقة الثالثة والسبعون هي الناجية وهم أهل السنة والجماعة من أصحاب الحديث والرأى وجملة فرق الفقهاء الذين اختلفوا في فروع الشريعة التي لا يجرى فيها التبرى والتكفير وهم من أخبر النبي صلى الله عليه وسلم عنهم بقوله الخلاف بين أمتي رحمة'' ترجمہ: تہترواں فرقہ ناجیہ ہے اور وہ فرقہ اصحاب الحدیث، اصحاب الرائے اور فقہاء کے تمام گروہوں پر مشتمل گروہ اہل سنت وجماعت ہے۔ فقہاء سے مراد وہ کہ جنہوں نے شریعت کے فروعی مسائل میں ایسا اختلاف کیا کہ جس میں فسق وتکفیر کا حکم نہیں لگتا اور وہ تو ان میں سے ہیں جن کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں خبر دی کہ میری امت میں اختلاف رحمت ہے۔

(التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين، صفحہ25، عالم الكتب، لبنان)

إسماعیل بن محمد اصبہانی (المتوفی535ھ) فرماتے ہیں''أن الفرقة الناجية هو أهل السنة والجماعة أن أحدا لا يشك أن الفرقة الناجية هي المتمسكة بدين الله، ودين الله الذي نزل به كتاب الله وبينته سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم'' ترجمہ: بے شک فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہے۔ کسی کو بھی اس میں شک نہیں کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے جس نے اللہ عزوجل کے دین کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے اور اللہ کا دین وہ ہے جو اس نے اپنی کتاب میں نازل کیا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نے بیان کیا۔ (الحجة في بيان المحجة، جلد2، صفحہ409، دار الراية، الرياض)

اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین میں أبو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی الملقب فخر الدین رازی (المتوفی606ھ) فرماتے ہیں''ليس مذهبي ولا مذهب أسلافي إلا مذهب أهل السنة والجماعة'' ترجمہ: میرا اور میرے اسلاف (بزرگوں) کا مذہب صرف اہل سنت وجماعت ہے۔

(اعتقادات فرق المسلمين والمشركين، صفحہ92، دار الكتب العلمية، بيروت)

العرش میں شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد ذہبی (المتوفی748ھ) فرماتے ہیں''فإن عقيدة أهل السنة والجماعة هي عقيدة الطائفة المنصورة الباقية، كما أخبر بذلك الرسول صلى الله عليه وسلم'' ترجمہ: بے شک اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہی مدد یافتہ باقی رہنے والے گروہ کا عقیدہ ہے جیسا کہ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔

(العرش، جلد1، صفحہ8، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، السعودية)

وہابی مولوی صدیق حسن بھوپالی (المتوفی1307ھ) کہتا ہے''فإن الفرقة الناجية أهل السنة والجماعة، يؤمنون به من غير تحريف، ولا تعطيل، ولا تكييف، ولا تمثيل وهؤلاء هم الوسط في فرقة الأمة'' ترجمہ: بے شک فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہے۔ جو بغیر تحریف وتعطیل، تکییف، تمثیل کے اسی صحیح عقیدے پر ایمان رکھتا ہے اور یہی دیگر فرقوں میں درمیانی فرقہ ہے۔

(قطف الثمر في بيان عقيدة أهل الأثر، صفحہ66، وزارة الشؤون الإسلامية، السعودية)

صوفیاء کرام سے ثبوت

کوئی شخص اس وقت تک اپنے زہد کے سبب اللہ عزوجل کا ولی نہیں بن سکتا جب تک اس کا عقیدہ درست نہ ہو۔ آج امت مسلمہ جن صوفیاء کرام کے ولی ہونے پر متفق ہے

وہ تمام کے تمام اہل سنت وجماعت تھے۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں:۔

شرح السنۃ میں اَبومحمد الحسن بن علی بن خلف بربہاری (المتوفی 329ھ) فرماتے ہیں "قال فضیل بن عیاض إذا رأیت رجلا من أهل السنة، فکأنما أری رجلا من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، وإذا رأیت رجلا من أهل البدع، فکأنما أری رجلا من المنافقین" ترجمہ: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر میں کسی اہل سنت شخص کو دیکھوں تو گویا میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کو دیکھا اور جب کسی گمراہ شخص کو دیکھوں تو گویا میں نے منافقین میں سے کسی کو دیکھا ہے۔

(شرح السنۃ، صفحہ 133)

اِحیاءعلوم الدین میں اَبوحامد محمد بن محمد (امام غزالی) (المتوفی 505ھ) فرماتے ہیں "قوله تعالی (قوا أنفسکم وأهلیکم ناراً) فعلیه أن یلقنها اعتقاد أهل السنة ویزیل عن قلبها کل بدعة" ترجمہ: اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ تو اس پر لازم ہے کہ خود اور اپنے گھر والوں کو عقائد اہل سنت سکھائے اور ان کے دلوں سے گمراہی کو دور کرے۔

(إحیاء علوم الدین، جلد2، صفحہ48، دار المعرفة، بیروت)

تنبیہ الغافلین میں اَبواللیث نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی 373ھ) لکھتے ہیں "عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه قال ((افترقت بنو إسرائیل علی إحدی وسبعین فرقة، وإن هذه الأمة ستفترق علی اثنتین وسبعین فرقة إحدی وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة)) قالوا یا رسول الله ما هذه الواحدة؟ قال ((أهل السنة والجماعة))" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی

اسرائیل 71 فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت 72 فرقوں میں بٹ جائے گی، 71 جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا وہ ایک جنتی کونسا فرقہ ہے؟ فرمایا: اہل سنت وجماعت۔

(تنبیه الغافلین بأحادیث سید الأنبیاء والمرسلین للسمرقندی، صفحہ 557، دار ابن کثیر، بیروت)

تصوف کی بنیادی کتاب "قوت القلوب" میں محمد بن علی اَبوطالب مکی (المتوفی 386) فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں اختلاف کی صورت میں سواد اعظم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور سوادِ اعظم ہمیشہ کثیر رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے یہ عطا کیا ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جتنے بھی گمراہ فرقے ہیں یہ قلیل ہیں "ولیس السواد الأعظم والجمّ الغفیر الدهماء إلاّ أهل السنة والجماعة؛ وهم السواد والعامة" ترجمہ: سوادِ اعظم اور جم غفیر سوائے اہل سنت کے کوئی نہیں۔ یہی اہل سنت سوادِ اعظم اور سوادِ عامہ ہے۔

(قوت القلوب، جلد2، صفحہ 212، دار الکتب العلمیة، بیروت)

حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی (المتوفی 561ھ) فرماتے ہیں: "اہل سنت کا صرف ایک ہی طبقہ ہے۔۔۔۔فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت کا ہے۔"

(غنیة الطالبین، صفحہ 199، پروگریسو بک ڈپو، لاہور)

صوفیاء کرام اہل سنت ہونے کے ساتھ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کے مقلد بھی ہوا کرتے تھے۔ حضور غوث پاک حنبلی تھے، امام غزالی شافعی تھے، حضرت ابراہیم بن ادھم، شفیق بلخی، معروف کرخی، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض، داؤد طائی رحمہم اللہ حنفی تھے اور ہندوستان و پاکستان کے تمام اولیاء رحمہم اللہ شروع سے ہی حنفی رہے ہیں۔ کشف المحجوب میں حضور داتا علی ہجویری امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنا واقعہ لکھتے ہیں: "میں ملک

شام میں مسجد نبوی شریف کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ (ایک دروازے کا نام) سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور کے قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ میں اس حیرت وتعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے امام ہیں جو تمہاری ہی ولایت کے ہیں یعنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 146، شبیر برادرز، لاہور)

فقہاء کرام سے ثبوت

چاروں فقہ کے ائمہ سمیت شروع سے ہی تمام فقہائے کرام اہل سنت وجماعت میں سے تھے۔ قرہ عین الأخیار لتکملۃ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار میں محمد بن عمر بن عبدالعزیز عابدین حسینی دمشقی حنفی (المتوفی 1306ھ) فرماتے ہیں'' الفرقة الناجية من النار وهم أهل السنة والجماعة فى الحديث الشريف ''ترجمہ: حدیث شریف میں ہے جہنم سے نجات والا فرقہ اہل سنت وجماعت ہے۔

(قره عين الأخيار لتكملة رد المحتار على الدر المختار، جلد7، صفحه 522، دار الفكر، بيروت)

واہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل میں شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن محمد المالکی (المتوفی 954ھ) فرماتے ہیں'' الحنفية و الشافعية و المالكية و فضلاء الحنابلة يد واحدة كلهم على رأى أهل السنة و الجماعة ''ترجمہ: حنفیہ شافعیہ مالکیہ اور فضلاء حنابلہ تمام کے تمام ایک فرقہ اہل سنت وجماعت کے عقیدے پر تھے۔

(واهب الجليل فى شرح مختصر خليل، جلد1، صفحه 26، دار الفكر، بيروت)

فقہائے کرام گمراہ کی تعریف ہی یہ کرتے تھے کہ جس کا عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہو۔ منح الجلیل شرح مختصر خلیل میں محمد بن أحمد المالکی (المتوفی 1299ھ) فرماتے ہیں'' (بدعة) أى اعتقاد مخالف لاعتقاد أهل السنة ''ترجمہ: بدعت وہ عقیدہ ہے جو اہل سنت کے خلاف عقیدہ ہو۔ (منح الجلیل شرح مختصر خلیل، جلد8، صفحہ 390، بیروت)

شمس الدین محمد بن أبی العباس شہاب الدین الرملی الشافعی (المتوفی 1004ھ) فرماتے ہیں'' كل (مبتدع) وهو من خالف فى العقائد ما عليه أهل السنة مما كان عليه النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه ومن بعدهم ''ترجمہ: بدعتی وہ ہے کہ جس کا عقیدہ اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہو کہ اہل سنت کے عقائد وہ ہیں جن پر رسول اللہ، آپ کے اصحاب اور ان کے مابعد والے تھے۔

(نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، جلد8، صفحه 305، دار الفكر، بيروت)

المغنی لابن قدامۃ میں أبو محمد جماعیلی مقدسی دمشقی حنبلی (المتوفی 620ھ) بدعتی کی توبہ پر کلام کرتے ہوئے ایک قول نقل کرتے ہیں'' وقد ذكر القاضي، أن التائب من البدعة يعتبر له مضى سنة، لحديث صبيغ رواه أحمد فى "الورع" قال: ومن علامة توبته، أن يجتنب من كان يواليه من أهل البدع، ويوالى من كان يعاديه من أهل السنة ''ترجمہ: علامہ قاضی نے فرمایا گمراہی سے توبہ کرنے والے کی توبہ ایک سال گزرنے کے بعد معتبر ہوگی جیسا کہ حدیث صبیغ میں ہے جسے امام احمد نے ''الورع'' میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ گمراہ کی توبہ کی یہ شرط ہے کہ وہ گمراہ عقائد سے اجتناب کرے اور اہل سنت کے عقائد اپنائے۔ (المغنی لابن قدامۃ، جلد10، صفحہ 183، مکتبۃ القاہرۃ)

ان جزئیات میں بزرگانِ دین کے اقوال کے ساتھ ان کی متوفی یعنی تاریخ

وفات لکھی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ شروع سے ہی بزرگانِ دین نے اہل سنت و جماعت کو واضح الفاظ میں جنتی فرقہ قرار دیا ہے۔

فصل دوم: وہابی، دیو بندی اہل سنت نہیں ہیں

جب یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صرف اہل سنت و جماعت ہی جنتی فرقہ ہے تو یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ہمارے یہاں بعض فرقے خود کو اہل سنت کہتے ہیں جبکہ ان کے عقائد اہل سنت و جماعت والے نہیں ہیں جیسے وہابی، دیو بندی ہیں جو خود کو اصلی اہلسنت کہتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت ان عقائد کا نام ہے جو صحابہ کرام، تابعین و بزرگان دین سے ثابت ہیں۔ اگر کسی کا عقیدہ بزرگوں کے خلاف ہو اور وہ دعویٰ سنیت کا کرے تو دعویٰ بیکار ہے۔ بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ محمد بن محمد بن مصطفیٰ بن عثمان ابو سعید خادمی حنفی (المتوفی 1156ھ) فرماتے ہیں ''كل فرقة تدعي أنها أهل السنة والجماعة قلنا ذلك لا يكون بالدعوى بل بتطبيق القول والفعل '' ترجمہ: ہر فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت ہے۔ ہم نے کہا کہ فقط دعویٰ قابل قبول نہیں بلکہ قول و فعل کو دیکھا جائے گا۔
(بريقة محمودية-----، جلد1، صفحه 78، مطبعة الحلبي)

وہابی جو بات بات پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔ وہ افعال جو صحابہ و اسلاف سے ثابت ہیں جیسے یارسول کہنا، انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا، ان کے وسیلے سے دعا مانگنا وغیرہ، وہابی ان سب کو شرک کہتے ہیں اور مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ کتاب القائد میں ہے: ''جس نے یارسول اللہ۔ یا عباس۔ یا عبد القادر وغیرہ کہا اور ان سے ایسی مدد مانگی جو صرف اللہ دے سکتا ہے جیسے بیماروں کو شفاء، دشمن پر مدد اور مصیبتوں سے حفاظت وہ سب سے بڑا مشرک ہے **اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹ لینا جائز ہے۔** یہ عقیدہ

اس صورت میں بھی شرک ہوگا جب کہ ایسا کہنے والا فاعل مختار اللہ ہی کو سمجھتا ہو اور ان حضرات کو محض سفارشی اور شفاعت کرنے والا جانتا ہو۔'' (کتاب العقائد، صفحہ 111)

یہاں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے عطائی تصرفات کو شرک ٹھہرا دیا گیا ہے۔ جبکہ یہ تصرفات احادیث و آثار سے ثابت ہیں۔ وہابی اسی طرح کئی جائز و مستحبات افعال کو شرک کہہ دیتے ہیں جبکہ حدیث پاک میں جنتی فرقے کی ایک پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی کسی گناہ پر بھی تکفیر نہیں کرتے۔ الشریعۃ میں ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ آجُرّی بغدادی (المتوفی 360ھ) حدیث پاک روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''((إن أمتي ستفترق على ثلاث وسبعين فرقة كلها على الضلالة إلا السواد الأعظم)) قالوا يا رسول الله، ما السواد الأعظم؟ قال ((من كان على ما أنا عليه وأصحابي من لم يمار في دين الله تعالى ولم يكفر أحدا من أهل التوحيد بذنب)) '' ترجمہ: میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی سواد اعظم کے علاوہ بقیہ تمام فرقے گمراہ ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ سوادِ اعظم کون ہے؟ فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابی ہیں اور وہ جو دین میں جھگڑا نہیں کرتے اور کسی اہل توحید کی گناہ کے سبب تکفیر نہیں کرتے۔
(الشريعة، جلد1، صفحه 431، دار الوطن، الرياض)

کسی گناہ پر بھی تکفیر کرنے کا حکم نہیں تو پھر جائز بلکہ مستحب کاموں پر مسلمانوں کو مشرک کہنے والے کیسے اہل سنت ہو سکتے ہیں؟ پھر اہل سنت کی ایک پہچان الانتصار لأصحاب الحديث میں ابو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن احمد المروزی السمعانی التمیمی (المتوفی 489ھ) نے یہ بیان فرمائی ہے ''وشعار أهل السنة اتباعهم السلف الصالح

وترکھم کل ما ھو مبتدع محدث ''ترجمہ: اہل سنت کی پہچان یہ ہے کہ وہ پچھلے بزرگوں کی اتباع کرے اور ہر گمراہی کو چھوڑ دے۔

(الانتصار لأصحاب الحديث، صفحه 31، مكتبة أضواء المنار، السعودية)

اتنے بڑے بزرگ کا فرمان کتنا پیارا ہے کہ **بزرگوں کے طریقے پر چلنا ہی اہل سنت کی پہچان ہے**۔ جبکہ ان وہابیوں کے نزدیک بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا، ان کی تقلید کرنا ناجائز وشرک ہے۔ کئی صدیوں سے مسلمان اپنا روحانی تعلق بزرگوں سے قائم رکھتے آئے ہیں، اتنے بڑے بڑے عالم وصوفی قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی ہوتے تھے جبکہ وہابیوں کے نزدیک یہ سب گمراہی ہے چنانچہ تذکیر الاخوان میں ہے: ''قادری، نقشبندی اور چشتی وغیرہ گمراہ خاندان ہیں۔ تعویذ گنڈا اور مراقبہ کرنا شرک ہے۔''

(تذکیر الاخوان، صفحہ 7، ماخوذ از، ردِّ وہابیت، صفحہ 41، مکتبہ فکر رضا، کراچی)

وہابی اپنے باطل عقائد کو اہل سنت کے عقائد ظاہر کرتے ہیں چنانچہ وہابی مذہب کا بانی ابن عبدالوہاب نجدی ''الجواہر المضیۃ'' میں کہتا ہے "بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد بن عبد الوهاب إلى من يصل إليه من المسلمين سلام عليكم ورحمة الله وبركاته. وبعد: أخبركم أني، ولله الحمد، عقيدتي وديني الذي أدين الله به مذهب أهل السنة والجماعة الذي عليه أئمة المسلمين، مثل الأئمة الأربعة وأتباعهم إلى يوم القيامة، لكني بَيَّنْتُ للناس إخلاصَ الدين ونهيتهم عن دعوة الأنبياء والأموات من الصالحين وغيرهم، وعن إشراكهم فيما يعبد الله به من: الذبح والنذر والتوكل والسجود، وغير ذلك مما هو حق الله الذي لا يشركه فيه ملك مقرب ولا نبي مرسَل، وهو الذي دعت إليه الرسل من أولهم إلى آخرهم وهو الذي عليه أهل السنة والجماعة" ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد

بن عبدالوہاب کی طرف سے مسلمانوں میں سے جسے یہ ملے اسے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد اسکے کہ میں آپ کو خبر دیتا ہوں حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ میرا عقیدہ اور میرا دین وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے دین قرار دیا۔ مذہب اہل سنت وجماعت وہ مذہب ہے جس پر ائمہ مسلمین ہیں جیسے ائمہ اربعہ اور قیامت تک ان کی اتباع کرنے والے۔ لیکن میں لوگوں کو صحیح دین بتاتا ہوں اور انبیاء اور مردہ صالحین وغیرہ کو پکارنے سے منع کرتا ہوں اور ان افعال کے ذریعے شرک کرنے سے منع کرتا ہوں، جن افعال کے ذریعے اللہ کی عبادت کی جاتی ہے جیسے ذبح، نذر، توکل، اور سجود اور اس کے علاوہ ہر اس فعل کے ذریعے جو حق باری تعالیٰ ہے۔ اُس فعل میں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ اس کا شریک ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس کی اول سے آخر تک تمام رسولوں نے دعوت دی ہے اور اس پر اہل سنت وجماعت ہیں۔

(الجواهر المضية، صفحه 2، دار العاصمة، الرياض، المملكة العربية السعودية)

یہاں انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے، اولیاء کرام کے نام کی نذر ونیاز کو ناجائز وشرک اور اہل سنت کے خلاف کہہ دیا جبکہ یہ سب اہل سنت کے کثیر علماء سے ثابت ہے جس پر کثیر کتب لکھی جاچکی ہیں۔ اسی طرح وہابی کئی غلط مسائل اہل سنت کے طرف منسوب کردیتے ہیں۔ اب وہابیوں کے چند عقائد پیش کئے جاتے ہیں آپ اندازہ لگائیں کہ کیا یہ عقائد رکھنے والے اہل سنت ہوسکتے ہیں؟

وہابیوں کے عقائد

عقیدہ: وہابیوں کا امام اسماعیل دہلوی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کو مکان وجہت سے منزہ جاننے کو بدعت وگمراہی قرار دیتا ہے۔

(ایضاح الحق، صفحہ 7)

عقیدہ: وہابی صدیق حسن خان کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین نہیں ہیں، کیونکہ الف لام عہد خارجی کا ہے۔ (جامع الشواہد بحوالہ نصر المومنین، صفحہ 12،2)

عقیدہ: تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں ہیں۔ (یعنی گناہ کر سکتے ہیں۔)

(جامع الشواہد بحوالہ کتاب ردتقلید، صفحہ 12)

عقیدہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات، تبرکات یا کسی نبی، ولی کی قبر یا ستون وغیرہ کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔

(کتاب التوحید، محمد بن عبدالوہاب صفحہ 124)

عقیدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہو گیا تو گرا دوں گا۔ (اوضح البراہین)

عقیدہ: میری لاٹھی محمد سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ مارنے کا کام لیا جا سکتا ہے اور محمد مر گئے ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا۔ (اوضح البراہین صفحہ 103)

عقیدہ: اسماعیل دہلوی کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرنی چاہئے۔

(تقویۃ الایمان، صفحہ 60)

عقیدہ: حضور علیہ السلام کی مثل کسی دوسرے نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔

(تقویۃ الایمان، صفحہ 30)

عقیدہ: بانی وہابی مذہب محمد بن عبدالوہاب نجدی کا یہ عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان کو قتل کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (ماخوذ حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، صفحہ 43)

عقیدہ: وہابی مولوی وحید الزماں کا اجتہادِ باطل اپنی کتاب "ہدایۃ المہدی" میں

کہتا ہے: "خطبہ میں خلفاء (راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ذکر کا التزام بدعت ہے۔"

(ہدایۃ المہدی، جلد 1، صفحہ 110)

عقیدہ: مسلمانوں کی قبروں کو شہید کرنا وہابیوں کے نزدیک عظیم عبادت ہے بلکہ وہابی مولوی نواب نور الحسن خان اپنی کتاب "عرف الجادی" میں لکھتا ہے: "اونچی قبروں کو زمین کے برابر کر دینا واجب ہے چاہے نبی کی قبر ہو یا ولی کی۔"

(عرف الجادی، صفحہ 60، ماخوذ از رسائل اہل حدیث، حصہ اول، جمعیۃ اہل سنۃ، لاہور)

عقیدہ: وحید الزماں "ہدایۃ المہدی" میں کہتا ہے: "رام چندر، پچھمن، کشن جی جو ہندوؤں میں مشہور ہیں، اسی طرح فارسیوں میں زرتشت اور چین اور جاپان والوں میں نفسیوس، اور بدھا اور سقراط وفیثا غورث، یونانیوں میں جو مشہور ہیں ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ انبیاء وصلحا تھے۔" (ہدایۃ المہدی، جلد 1، صفحہ 88)

یہ ہیں وہابیوں کے چند عقائد، اس کے علاوہ کثیر مسائل ہیں جس میں وہابی بغیر دلیل کے منہ اٹھا کر مسلمانوں کو مشرک و بدعتی ٹھہراتے ہیں۔ اس کے باوجود خود کو اہل سنت کہتے ہیں۔ پھر بعض وہابی خود کو اہل سنت کہنے کی بجائے اہل حدیث کہتے ہیں اور اسے ہی جنتی فرقہ قرار دیتے ہیں چنانچہ جواب أہل السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والزیدیۃ میں أبو سلیمان عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان تمیمی نجدی (المتوفی 1242ھ) کہتا ہے "أن كثيرا من علماء السنة ذكروا أن أهل الحديث هم الفرقة الناجية" ترجمہ: بے شک کثیر علمائے سنت نے کہا ہے کہ اہل حدیث ناجی فرقہ ہے۔

(جواب أهل السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة والزيدية، صفحہ 125، دار العاصمة، الرياض)

علمائے اہل سنت نے اہل حدیث سے مراد وہابی نہیں لئے بلکہ اہل حدیث اہل سنت ہی میں سے ایک گروہ تھا جس پر آگے تفصیلی کلام ہوگا۔ یہ وہابی ان اقوال کو اپنی

وہابیت پر منطبق کر کے جنتی بنے پھرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے عقائد

وہابیوں ہی کی ایک شاخ دیوبندی ہیں جو عقائد میں بالکل وہابی ہیں البتہ خود کو امام ابوحنیفہ کا مقلد ٹھہراتے ہیں جبکہ اصل عقیدہ دیکھا جاتا ہے۔ دیوبندی مولویوں کی بے ادبانہ عبارات تو وہابیوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ ملاحظہ ہوں:۔

عقیدہ: دیوبندیوں کا پیشوا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان، صفحہ 8، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی، دیوبند)

یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو پاگل، جانوروں اور بچوں جیسا کہا۔

عقیدہ: دیوبندی کا ایک اور پیشوا قاسم نانوتوی اپنی کتاب ”تحذیر الناس“ میں لکھتا ہے کہ اگر بالغرض زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

(کتاب تحذیر النّاس، صفحہ 34، دارالاشاعت، کراچی)

مطلب یہ کہ قاسم نانوتوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے سے انکار کیا، اسی کو قادیانیوں نے دلیل بنایا اور کہہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی

آسکتا ہے۔

عقیدہ: دیوبندی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے؟ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ، صفحہ 51، مطبوعہ بلال ڈھور)

مطلب یہ کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک سے شیطان وملک الموت کے علم کو زیادہ بتایا گیا۔ مولوی خلیل احمد کی اس کتاب کی دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے تصدیق کی۔

عقیدہ: زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔

(صراطِ مستقیم، صفحہ 169، اسلامی اکادمی، لاہور)

مطلب یہ کہ دیوبندی اور وہابی اکابر اسمٰعیل دہلوی نے نماز میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک آنے کو جانوروں کے خیالات میں ڈوبنے سے بدتر کہا۔

عقیدہ: دیوبندی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے کہ رسول کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔

(براہین قاطعہ، صفحہ 55)

عقیدہ: مولوی خلیل دیوبندی نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت منانا کنہیا کے جنم دن منانے کی طرح ہے۔ (معاذ اللہ)

(براہین قاطعہ، صفحہ 52)

عقیدہ: یہی مولوی اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اردو زبان علماء دیوبند سے سیکھی۔ (معاذ اللہ)

(براہین قاطعہ، صفحہ 30)

عقیدہ: تحذیر الناس میں قاسم نانوتوی لکھتا ہے: ''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس، صفحہ 7، دار الاشاعت، کراچی)

عقیدہ: دیوبندی و وہابیوں کا امام اسماعیل دہلوی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔

(رسالہ یکروزی (فارسی)، صفحہ 17، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

جبکہ اہل سنت کے نزدیک جھوٹ ایک عیب ہے اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیوں کے اس عقیدے کا رد شدومد سے کیا ہے۔

عقیدہ: محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایات صحیح ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب ناجائز اور حرام ہے۔

(فتاوی رشیدیہ، صفحہ 435)

وہابی، دیوبندیوں کی تاریخ اور ان کے عقائد کے متعلق مزید معلومات کے لئے فقیر کی کتاب **''73 فرقے اور ان کے عقائد''** کا مطالعہ کریں۔ یہ پہلے موجودہ کتاب ہی کا حصہ تھی جسے اب الگ کردیا گیا ہے۔

فصل سوم: بریلوی اہل سنت وجماعت ہیں

بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے، اس کے وہی عقائد ہیں جو اہل سنت وجماعت کے عقائد ہیں۔ بریلوی کی نسبت ہندوستان کے شہر بریلی سے ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اس

شہر میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن رہتے تھے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے چونکہ قادیانی، شیعہ، وہابی، دیوبندی فرقوں کا رد بلیغ کیا اور صحیح عقائد اہلسنت کا پرچار کیا۔ اس وجہ سے اہل سنت عقائد رکھنے والوں کو بریلوی کہا جانے لگا اور لفظ بریلوی دیوبندی اور وہابیوں کے امتیاز کے لئے بولا جانے لگا۔ اب جب بریلوی مسلک بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ صحیح عقائد اہل سنت وجماعت پر قائم جماعت جس کے عقائد دیوبندی، وہابیوں سے مختلف ہیں۔ آج دیوبندی وہابی بریلوی مسلک کے متعلق لوگوں کو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ اہل سنت وجماعت سے ہٹ کر ایک فرقہ ہے جس کا بانی امام احمد رضا خان ہے، اس نے ختم ونیاز، میلاد النبی، غیر اللہ سے مدد وغیرہ کے کئی افعال ایجاد کئے ہیں۔ جبکہ یہ سب افعال اہل سنت وجماعت میں صدیوں سے رائج تھے اور دیوبندی وہابی ان کو شرک و بدعت ٹھہراتے تھے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر علمائے اہل سنت کی طرح ان افعال کو قرآن وسنت اور اقوالِ اسلاف سے ثابت کیا ہے۔ یہی وہابی، دیوبندی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اور بریلوی مسلک کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ امام احمد رضا خان کے نزدیک قبروں کو سجدہ کرنا جائز تھا جبکہ اعلیٰ حضرت نے واضح طور پر اسے ناجائز کہا ہے۔ اسی طرح یہ کہتے ہیں کہ بریلویوں کے نزدیک قل، چالیسواں، گیارہویں شریف فرض و واجب ہے جبکہ یہ جھوٹ ہے، ہم اسے مستحب کہتے ہیں۔ اسی طرح اور جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک سنی حنفی عالم دین تھے اور انہوں نے پوری زندگی عقیدہ اہل سنت اور حنفی فقہ کی خدمت کی۔ اعلیٰ حضرت کی کتب سے سنیت وحنفیت کا واضح ثبوت ہے۔ بریلوی الگ مسلک نہ ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رضویہ میں کئی جگہ واضح کیا ہے

کہ جو اہل سنت نہیں یا سنی ہونے کے باوجود چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید نہ کرے وہ گمراہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ایسے شخص کی اقتداء اور اُسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ مبتدع گمراہ بدمذہب ہے اور بدمذہب کی شرعاً توہین واجب اور امام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتراز لازم۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں نقل فرماتے ہیں "من شذ عن جمهور اهل الفقه و العلم و السواد الاعظم فقد شذفيما يدخله فى النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة و الجماعة فان نصرة الله تعالى و حفظه و توفيقه فى مواقتهم و خذلانه و سخطه و مقته فى مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فى هذاالزمان فهو من اهل البدعة والنار" یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ سوادِ اعظم سے جدا ہو جائے وُہ ایسی چیز میں تنہا ہُوا جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی۔ تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ وکارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 398، رضافائونڈیشن، لاہور)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''صدہا برس سے لاکھوں اولیاء علماء، محدثین، فقہا، عامہ اہلسنت واصحاب حق وہدی غاشیہ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ان

چار مذہب میں منحصر ہوگیا جیسا کہ اس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین ومستندین طائفہ سے ہیں۔ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں "اهل السنة قدافترق بعد القرون الثلثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب فى فروع المسائل سوى هذه الاربعة" اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقات حنفیہ وطبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدیٰ واکابر محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 705، رضافائونڈیشن، لاہور)

برصغیر میں جب دیوبندی وہابیوں کا پیشوا اسماعیل دہلوی پیدا ہوا اور اس نے ابن عبدالوہاب نجدی کے باطل عقائد کی ترویج کی اور مسلمانوں میں صدیوں سے جو طریقے رائج تھے اور جائز ومستحب تھے اسے شرک وبدعت کہنا شروع کردیا اس وقت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے عقائد کا رد کیا ہے۔ وہابیوں، دیوبندیوں نے شرک کی غلط خود ساختہ تعریف واقسام بنا رکھی ہیں جن کا ثبوت قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف سے ثابت نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مستند علمائے اہلسنت کی روشنی میں شرک کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات وواجب الوجود نہ جانے۔ بعض نصوص میں بعض افعال پر بلااطلاق شرک تشبیہاً یا تغلیظاً یا بارادہ ومقارنت باعتقاد منافی توحید وامثال ذلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریات دین اگرچہ ایسی

ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاق کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک وکفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کر دیں اور بے " یہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدہ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف ہے۔ ہر شرک " ہے اور کفر مزیل اسلام۔ اور اہل سنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفر وشرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے اور شرک اصغر ٹھہرا کر پھر قطعاً مثل شرک حقیقی غیر مغفور ماننا وہابیہ نجدیہ کا خبط مردود،" واللہ المستعان علی کل عنود" (اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے ہر عناد کرنے والے کے مقابلے میں) شرح عقائد میں ہے "الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب الوجود كماللمجوس اوبمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام " اشراک یعنی شرک اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا ہے یعنی وجوبِ وجود میں شریک ماننا جیسے مجوس یا عبادت کے استحقاق میں شریک بنانا جیسے بتوں کے پجاری۔ متون عقائد میں ہے "الكبيرة لاتخرج العبد المومن من الايمان ولاتدخله فى الكفر " کوئی گناہ کبیرہ بندہ مومن کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل نہیں کرتا۔

نذر ونیاز کہ مسلمین بقصد ایصال بارواح طیبہ حضرات اولیاء کرام "نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتھم" (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔) کرتے ہیں ہرگز قصد عبادت نہیں رکھتے نہ انہیں معبود واِلٰہ و مستحق عبادت جانتے ہیں، نہ یہ نذر شرعی ہے بلکہ اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین وعظماء کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسے نذور نیاز کہتے ہیں اور نیاز تو اس سے بھی عام تر ہے۔ عام محاورہ ہے کہ مجھے فلاں صاحب سے نیاز نہیں، میں تو آپ کا نیاز مند ہوں، فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ان اطلاقات کی بحث شافی لکھی ہے اور خود

بھی کبائر مانعین سے ان کا اطلاق ثابت کیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں "حضرت امیر وذریہ طاهره اوراتمام امت برمثال پیران ومرشدان می پیرستند وامور تکوینیه رابایشان وابسته می وانند وفاتحه ودرود وصدقات ونذر بنام ایشان رائج ومعمول گردیده چنانچه باجمیع اولیاء همیں معامله است " جناب امیر اور ان کی پاکیزہ اولاد کو تمام امت کے لوگ عقیدت ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تکوینی معاملات کو ان سے وابستہ خیال کرتے ہیں اسی لئے فاتحہ درود وصدقات خیرات اور نذر ونیاز کی کارگزاریاں لوگوں میں ان کے نام کے ساتھ رائج اور معمول بن گئی ہیں جیسا کہ دیگر اولیاء کرام کے معاملے میں یہی صورت حال ہے۔

محبوبان خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو، تقرب نزدیکی چاہنے، رضامندی تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور محبوبانِ بارگاہ عزت مقربان حضرت صمدیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نزدیکی ورضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے اور وہ افعال کہ اس کے اسباب ہوں بجالانا ضرور محبوب، کہ ان کا قرب بعینہٖ قرب خدا اور ان کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 21، صفحہ 131، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! یہاں اعلیٰ حضرت نے علمائے اہلسنت کے دلائل بلکہ وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشوا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ارشاد سے شرک کی وضاحت کی اور واضح کر دیا کہ اولیاء کرام کے نام نیاز دلانے سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جبکہ وہابیوں

کے نزدیک ایسا کرنے والا مشرک ہے اور دلیل ان کے پاس کوئی بھی نہیں فقط اپنے باطل عقیدے کو اہل سنت کا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں۔

شرک کی طرح وہابی دیوبندیوں نے بدعت کی بھی باطل تعریف اپنا رکھی ہے کہ جو کام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہیں کیا وہ ناجائز و بدعت ہے۔ اسی وجہ سے یہ میلاد شریف، ختم نیاز، جلوس میلاد کو ناجائز کہتے ہیں لیکن جب یہی تعریف انہی پر صادق آتی ہے تو حیلے بہانے کرتے ہیں کہ خود یہ ختم بخاری دلاتے ہیں جو صحابہ سے ثابت نہیں، خود احتجاجی ریلیاں نکالتے ہیں جو صحابہ سے ثابت نہیں، خود سالانہ اجتماع کرتے ہیں جو صحابہ سے ثابت نہیں، خود اپنے مدرسوں میں سالانہ دستار بندی کرتے ہیں، گولڈن جوبلی مناتے ہیں جو صحابہ سے ثابت نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر بدعت کی تعریف کو علمائے اسلاف کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا ہے چنانچہ میلاد شریف کے جواز پر لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا بیان واظہار اور اپنے فضل ورحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ وقال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ (اے محبوب آپ) فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہئے کہ (لوگ) خوشی کریں۔ ولادت حضور صاحب لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ اور فرماتا ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (اے محبوب!) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔

تو آپ کی خوبیوں کے بیان واظہار کا نص قطعی سے ہمیں حکم ہوا اور کار خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے، اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس ومحفل میلاد ہے۔

امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں ''ثم لازال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن یشتغلون فی شهر مولده صلی الله علیه وسلم بعمل الولائم البدیعة المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور یزیدون فی المبرات ویهتمون بقراة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم انتهی'' یعنی پھر اہل اسلام تمام اطراف واقطار اور شہروں میں بماہ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہار سرور وکثرت حسنات و اہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ انتہی۔ اور قول بعض کا کہ میلاد بایں ہیئت کذائی قرون ثلثہ میں نہ تھا ناجائز ہے، باطل اور پراگندہ ہے۔ اس لئے کہ قرون وزمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں یعنی یہ کہنا کہ فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور فلاں زمانہ میں ہو تو باطل اور ضلالت ہے حالانکہ شرعاً وعقلاً زمانہ کو حکم شرعی یا کسی فعل کی تحسین وتقبیح میں دخل نہیں، نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت میں ہو برا ہے۔ ''ففی الحدیث الشریف ((من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها)) ومن هذا النوع قول سیدنا عمر رضی الله تعالی عنه فی التراویح نعمت البدعة'' پس حدیث شریف میں ہے: جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور جو اس طریقے پر عمل

کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا۔ اسی قسم کا ایک قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی دربارہ تراویح ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

تو ثابت ہوا کہ ہر امر مستحدث (نیا) دردین خواہ قرون ثلثہ میں ہو یا بعد بمقتضائے عموم ((من)) کہ حدیث میں ((من سنّ سنّة)) میں مذکور ہے اگر موافق اصول شرعی کے ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور محمود و مقبول ہوگا اور اگر مخالف اصول شرعی ہو تو مذموم اور مردود ہوگا۔ قال عیاض المالکی (قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا "ما احدث بعد النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فھو بدعة والبدعة فعل مالاسبق الیہ فما وافق اصلا من السنة ویقاس علیھا فھو محمود وماخالف اصول السنن فھو ضلالة ومنہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام: کل بدعة ضلالة الخ" نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جو نیا کام نکالا گیا وہ بدعت ہے اور بدعت وہ فعل ہے جس کا پہلے وجود نہ ہو پس ان میں سے جس کی اصل سنت کے موافق اور اس پر قیاس کی گئی ہو تو وہ محمود ہے اور جو اصول سنن کے خلاف ہو وہ ضلالہ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک "ہر بدعت گمراہی ہے الخ" اسی قبیل سے ہے۔ اور سیرت شامی میں ہے "تعرض البدعة علی القواعد الشریعة فاذا دخلت فی الایجاب فھی واجبة اوفی قواعد التحریم فھی محرمة او المندوب فھی مندوبة او المکروہ فھی مکروھة او المباح فھی مباحة" بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا تو وہ جب وجوب کے قاعدہ میں داخل ہو تو واجب یا اگر حرام کے تحت ہو تو حرام، یا مستحب کے تحت ہو تو مستحب، یا مکروہ کے تحت ہو تو مکروہ، یا وہ مباح کے قاعدہ کے تحت ہو تو مباح ہوگی۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں "ان کانت ممایندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعة حسنة

وان کانت ممایندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعة مستقبحةانتھی" اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی۔ انتہی۔

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر جاننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہو چکا ہے کہ ذکر ولادت شریف ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب ومشروع ہوا۔

علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے "والحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبھا وعلی المولد واجتماع الناس کذلك" یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 759، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں کتنے واضح انداز میں بدعت کی تعریف علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں واضح کی گئی ہے اور میلاد شریف کے مستحب ہونے پر بھی علمائے اسلاف کے اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ یہ دیوبندی وہابی جو خود کو اہل سنت کہتے ہیں لیکن شرک و بدعت کی تعریف علمائے اہل سنت کی تعلیمات کے خلاف اختیار کئے ہوئے ہیں۔

جب دیوبندی اور وہابیوں کے پیشوا اسماعیل دہلوی نے کہا کہ رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اس کا رد اعلیٰ حضرت نے عقائد اہل سنت کی روشنی میں کیا اور شرح المواقف کا حوالہ دیتے ہوئے عقیدہ اہلسنت بیان کرتے ہیں: "انہیں میں آخر کتاب فذلکہ عقائد

اہلسنت میں ہے"الفرق الناجیة اهل السنة والجماعة فقد اجمعوا علی حدوث العالم ووجود الباری تعالی، وانه لاخالق سواه وانه قدیم لیس فی حیز ولا جهة ولایصح علیه الحرکة والانتقال ولاالجهل ولایصح الکذب ولاشیء من صفات النقص (ملخصًا)" ناجی فرقے یعنی اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ عالم حادث ہے اور باری تعالیٰ موجود ہے اور یہ کہ اس کے بغیر کوئی خالق نہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے، نہ وہ کسی جہت میں ہے نہ حیز میں، اس پر حرکت وانتقال اور جہل وکذب صحیح نہیں اور نہ ہی کوئی صفت نقص اس کے لئے صحیح ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 518، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت کے پکے سچے سنّی ہونے پر دلائل

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پکے سچے سنی ہونے پر درج ذیل چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں:۔

وہابیوں کا عقیدہ عدم سماع موتی پر ہے اس کے رد میں اعلیٰ حضرت عقائد اہلسنت بیان کرتے ہیں ہوئے فرماتے ہیں: "یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے" لانعدام المخصص " (کیونکہ کوئی دلیل تخصیص نہیں۔) قول (191 تا 198) امام اسمٰعیل پھر امام بیہقی پھر امام سہیلی پھر امام قسطلانی پھر امام علامہ شامی پھر علامہ زرقانی نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دئے "کما یظهر بالمراجعة الی الارشاد والمواهب وشرحها وغیر ذلك من اسفار لعلماء" (جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری ومواہب لدنیہ شرح مواہب لدنیہ اور ان کے علاوہ کتب علماء کے مطالعہ سے

معلوم ہوگا۔) مواہب میں امام ابن جابر سے بھی اثبات سماع نقل کیا، امام کرمانی، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیرہم نے اس کی تخصیص فرمائی، ازانجا کہ یہ اقوال ان مباحث سے متعلق جنہیں اس رسالہ میں دور آئندہ پر محمول رکھا ہے لہٰذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

قول (199) جذب القلوب شریف میں ہے "تمام اهل سنت وجماعت اعتقاد دارند به ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مرسائر اموات را" تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مردوں کے لے ثابت ہیں۔

قول (200) جامع البرکات میں ہے "سمهودی می گوید که تمام اهل سنت وجماعت اعتقاد دارند به ثبوت ادراك مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات راز آحاد بشر انتهی والحمد الله رب العلمین" امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ عام افراد بشر میں سے تمام مُردوں کے لیے ادراک جیسے علم اور سننا دیکھنا ثابت ہے۔ انتہی۔ والحمد اللہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے جن سو (100) ائمہ وعلماء کے اسماء طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ ان کے اور ان کے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دوسو (200) شمار کردئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہوا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 800، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

حیات انبیاء واولیاء کے متعلق وہابیوں کے عقیدے کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس

وبے شعور ہوجاتے ہیں اور مرکر معاذ اللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔ ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ 60 میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں بکتا ہے کہ میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اوران کے روضہ اطہر اور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔ جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش وآسائش کے مکان بنا کر ان میں لذاتِ دنیا میں مشغول ومنہمک ہو، جو قطعاً ویقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے، اسی طرح شہداء واولیا علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی ورزق دیئے جاتے ہیں۔ علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں "وحیاۃ الشہداء اکمل واعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا" شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ

رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں "اولیاء اللہ گفتہ اندار واحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشان کار اجساد مے کنند وگاھے اجساد ازغایت لطافت برنگ ارواح مے برآید، می گویند که رسول خدا راسایه نبود (صلی اللہ تعالی علیه وسلم) ارواح ایشان از زمین وآسمان وبهشت هر جاکه خواهند مے روند، وبسبب این همیں حیات اجساد آنها را درقبر خاك نمی خورد بلکه کفن هم می ماند، ابن ابی الدنیا از مالك روایت نمود ارواح مومنین هر جاکه خواهند سیر کنند ،مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالی اجسادِ ایشاں راقوتِ ارواح مے دهد که درقبور نماز میخوانند (ا داکنند) وذکر می کنند وقرآن کریم مے خوانند" اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیاء نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔"

(فتاوی رضویه، جلد9، صفحه 431، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنا وہابیوں کے نزدیک شرک ہے۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس کے جائز ہونے پر کلام کرتے ہوئے علماء اہل سنت
کے اقوال نقل کرنے کے ساتھ ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرتے
ہیں جسے دیوبندی وہابی اپنا امام مانتے ہیں: ''اشعۃ اللمعات میں فرمایا''لیت شعری چہ
می خواہند ایشان باستمداد وامداد کہ این فرقہ منکر ند آن را آنچہ مامی
فہمیم ازان این ست کہ داعی دعا کنند خدا و توسل کند برو حانیت این بندہ
مقرب را کہ اے بندہ خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدھد
مسئول ومطلوب مرا اگر این معنی موجب شرك باشد چنانکہ منکر زعم کند
باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستانِ خدا درحالت حیات نیز
واین مستحب است باتفاق وشائع است در دین و آنچہ مروی و محکی
است از مشائخ اہل کشف دراستمداد ازارواح کمل واستفادہ ازان، خارج از
حصراست ومذکور ست در کتب و رسائل ایشان ومشہور ست میان ایشان
حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند اورا
کلماتِ ایشان عافانا اللہ من ذلك کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم
منکران کہ درقرب ایں زمان فرقہ پیدا شدۃ اند کہ منکر استمداد واستعانت را
از اولیائے خدا ومتوجہان بجناب ایشان را مشرك بخدا عبدۃ اصنام می دانند
و می گویند آنچہ می گویند ملتقطاً'' نہ معلوم وہ استمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ
یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا
ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ
اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا

مطلوب مجھے عطا فرمادے۔ اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو
چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو
حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین معروف ومشہور ہے۔ ارواح کاملین سے
استمداد اور استغفار کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات وواقعات وارد ہیں وہ
حصر وشمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور
ہیں، ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شائد ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات
سودمند بھی نہ ہوں ____ خدا ہمیں عافیت میں رکھے ____ اس مقام میں کلام طویل
ہوا اور منکرین کی تردید وتذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے
ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں
توجہ کرنے والوں کو مشرک وبت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں۔

اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا'' انما اطلنا الکلام فی ھذا
المقام رغمالانف لمنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد
من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علی ذلك من علم ان ھم الا یخرصون
''ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے
میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور
کہتے ہیں جو کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل واستمداد بروجہ مذکور بیان کرکے
فرمایا'' و ورود نص قطعی دروے حاجت نیست بلکہ عدم نص برمنع آن کافی
ست '' اس بارے میں نص قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر نص نہ ہونا ہی کافی

ہے۔۔۔۔

سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارہ زیارت قبور انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں ”یاتی الیھم الزوائر ویتعین علیه قصد ھم من الاماکن البعیدة، فاذا جاء الیھم فلیتصف بالذکر والانکسار والمسکنة والفقر والفاقة والحاجة والاضطرار والخضوع، ویستغیث بھم ویطلب حوائجه منھم ویجزم الحاجة ببرکتھم، فانھم باب اللہ المفتوح و جرت سنة سبحانه وتعالیٰ فی قضاء الحوائج علی ایدیھم وبسببھم (ملخصاً) “زائرین ان کے پاس حاضر ہوں اوران کے اس دور دراز مقاموں سے آنے کا قصد بھی متعین ہو، پھر جب حاضری سے مشرف یاب ہوتولازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اوران کی سرکار میں فریاد کرے اوران سے اپنی حاجتیں مانگے اوریقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں اورسنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پران کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔والحمدللہ رب العٰلمین۔“

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 794، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

تصرفات مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہابی منکر ہیں اوراسے شرک قرار دیتے ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کوقرآن وحدیث اورعلمائے اسلاف سے پیش کرتے ہوئے عقیدہ اہل سنت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یوں ہے: ”احکام الٰہی کی دوقسمیں ہیں: تکوینیہ مثل احیاء واماتت وقضائے حاجت ودفع مصیبت وعطائے دولت ورزق ونعمت وفتح وشکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کوفرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح

کردینا۔مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔قال اللہ تعالیٰ ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیاان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں اورراہیں نکال دی ہیں جن کا خدانے انہیں حکم نہ دیا۔

اوربروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔قال اللہ تعالیٰ ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾ قسم ان مقبول بندوں کی جوکاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں ۔۔۔مگر کچھ وہابی ان دوقسموں میں فرق کرتے ہیں۔اگر کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یافلاں کام حرام کردیا توشرک کا سودا نہیں اچھلتا اوراگر کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یاغنی کردیا توشرک سوجھتا ہے۔یہ انکا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچا پن ہے۔جب ذاتی اورعطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخر ان کا امام مطلق وعام (اسماعیل دہلوی) کہہ گیا کہ: ”کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اورنہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔“ نیز کہا: ”کسی کام کوروا یانارواکردینا اللہ ہی کی شان ہے۔“۔۔۔۔

تومناسب ہوا کہ بعض احادیث وہ بھی ذکر کرجائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے اوراب اس قسم کی خاص دوآیتوں کاذکر بھی محمود، اگرچہ آیات گزشتہ سے بھی دوآیتوں میں یہ مطلب موجود، اوران کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا توتکمیل عقد کے لیے تین آیتوں کا اوربھی اضافہ ہوکہ پچاس کا عدد پورا ہو۔جس طرح احادیث میں بعونہٖ تعالیٰ پانچ خمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات

میں منظور، نہ احادیث میں مقدور، واللہ الھادی الی منارٔ النور۔۔۔۔۔

امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں "من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام" سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنٰی فرمادیتے۔"

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا "من الاحکام وغیرھا" کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبرٰی شریف میں ایک باب وضع فرمایا "باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام" باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔۔۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 511، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

علم غیب کے متعلق وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابو یعلٰی وابن منیع وطبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی "لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما یحرّک طائر جناحیہ فی السمّاء الّا ذکر لنا منہ علما" "نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض وشرح زرقانی للمواہب میں ہے "ھذا تمثیل لبیان کل شیء تفصیلاً تارۃً واجمالاً اُخریٰ" یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز بیان فرمادی، کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔۔۔

امام اجل سیدی بوصیری قدس سرہ، ام القرٰی میں فرماتے ہیں "وسع العالمین علماً وحکمًا" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم وحکمت تمام جہان کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح افضل القرٰی میں فرماتے ہیں "لانّ اللہ تعالٰی اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین وما کان ومایکون" یہ اس لیے کہ بے شک عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ما کان وما یکون کا علم حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔۔۔

امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں "قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی لا فرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامّتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذٰلک جلی عندہ، لاخِفاء بہ" بے شک ہمارے علمائے کرام رحمھم اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی حالت دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں ان کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خطرے کو پہچانتے ہیں اور یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی

جناب ارفع میں، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نور اللہ تعالیٰ مرقدہ المکرّم مدارج شریف میں فرماتے ہیں "ذکر کن اُو را و درود بفرست بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وباش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش او در حالتِ حیات و می بینی تو او را متادب باجلال و تعظیم و ہیبت و امید بدان کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف است بصفات اللہ ویکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی "ان کی یاد کرو اور ان پر درود بھیج اور ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں ان کے سامنے حاضر ہو اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور امید بھی، اور جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔۔۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد 29، صفحہ 494، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے کے متعلق وہابی کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جیسے بشر تھے۔ امام اہل سنت اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے دلائل سے فرماتے ہیں: "امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبد الرزاق ابو بکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی "قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقہ اللہ تعالٰی قبل

الاشیاء قال ((یا جابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ فجعل ذٰلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالٰی ولم یکن فی ذٰلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی، فلما اراد اللہ تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذٰلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم، ومن الثانی اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السمٰوٰات ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء الحدیث بطولہ)) "یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے، پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الیٰ آخر الحدیث۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی، اجلہ ائمہ دین مثل

امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقی امت بالقوۃ کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول و معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہوتو حرج نہیں کرتی "کما بیناہ فی ،منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔)

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں "قد خلق کل شیء من نورہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما وردبہ الحدیث الصحیح" بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔۔۔

امام علام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب خصائص کبریٰ میں اس معنی کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان ذکر کے نقل کیا "قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا" یعنی ابن سبع نے کہا حضور کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نور محض تھے۔ تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ بعض علماء نے فرمایا اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور

کردے۔۔۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفاء شریف میں فرماتے ہیں "وما ذکر من انہ کان لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً" یعنی حضور کے دلائل نبوت و آیات رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں۔۔۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں "ونبود مر آنحضرت را صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول وعجب است ایں بزرگان کہ ذکر نکردند چراغ راونور یکے از اسمائے آنحضرت است صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ونور راسایہ نمی باشد انتھی" سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا۔ بروایت حکیم ترمذی از ذکوان، اور تعجب یہ ہے ان بزرگوں نے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور "نور" حضور کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

جناب شیخ مجدد (الف ثانی) جلد سوم مکتوبات، مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں "او را صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سایہ نبود درعالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است وچوں لطیف ترے ازوے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم درعالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد" آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہان بھر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہذا آپ کا سایہ کیونکر

ہوسکتا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 658، 705، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت کے حنفی ہونے پر دلائل

عقائد اہل سنت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حنفی فقہ کا بھی مکمل دفاع کیا۔ شیعوں کے عقیدے کا رد کرتے ہوئے فقہ حنفی کی روشنی میں حکم ارشاد فرماتے ہیں: "فتح القدیر شرح ہدایہ، مطبع مصر، جلد اول ص 248 اور حاشیہ تبیین العلامہ احمد شلبی، مطبوعہ مصر، جلد اول ص 135 میں ہے "فی الرافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فھو کافر" رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 250، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

جب گاندھی کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانے کے لئے بعض مولویوں نے کہا کہ خلافت میں قریشی ہونا ضروری نہیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا رد احادیث، عقائد اہلسنت اور فقہ حنفی سے کیا اور آخر میں فرمایا: "مسلمانو! تم نے دیکھا خلافت کیلئے شرط قرشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں، صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، امت کا اجماع، جملہ اہلسنت کا عقیدہ، ائمہ واکابر حنفیہ کی کتب عقائد میں تصریحیں، کتب حدیث میں تصریحیں، کتب فقہ میں تصریحیں ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلی کا خطبہ صدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وہ بھی تصریح نہیں، فحوٰی سے سمجھے جانے کا ادعا کرنا کس درجہ خلاف دیانت واغوائے عوام ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 206، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندی جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور اور اذان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنے کو بدعت کہتے ہیں اعلیٰ حضرت نے اسے احادیث وفقہ حنفی سے ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "جب مؤذن پہلی بار "اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ" کہے یہ کہے "صلی اللّٰہ علیك یارسول اللّٰہ" جب دوبارہ کہے یہ کہے "قرۃ عینی بك یارسول اللّٰہ" اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگالے آخر میں کہے "اللھم متعنی بالسمع والبصر" اے اللہ! میری سماعت وبصارت کو اس کی برکت سے مالامال فرما۔

ردالمحتار عن جامع الرموز عن کنز العباد (ردالمحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں کنز العباد سے منقول ہے۔) یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں "کمابیناہ فی رسالتنا" (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 5، صفحہ 415، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

قبر میں میت کے ساتھ عہدنامہ، شجرہ مبارک رکھنا وہابیوں کے نزدیک بدعت ہے جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسے صحابہ وفقہ حنفی سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((من کتب ھذاالدعاء وجعله بین صدر المیت وکفنه فی رقعة لم ینله عذاب القبر ولایری منکراو نکیراً وھوھذا" جو یہ دُعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے ((لاالٰه الااللّٰه واللّٰه اکبر لاالٰه الااللّٰه

وحدہ لاشریک لہ لاالہ الااللہ لہ الملک ولہ الحمد لاالہ الااللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم))۔۔۔۔

دُرمختار میں ہے ”کتب علی جبھۃ المیت وعمامۃ او کفنہ عھدنامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیّت اوصی بعضھم ان یکتب فی جبھۃ وصدرہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاء تنی ملئکۃ العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالو امنت من عذاب اللہ“ مُردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اُس کے لئے بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ لکھ دیں، لکھ دی گئی۔ پھر خواب میں نظر آئے حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے میری پیشانی پر ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ 108، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوقومی نظریے کی بنیاد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی۔ آپ کو گاندھی مشرک کا مسلمانوں کا لیڈر رہنا پسند نہ تھا۔ لیکن دوسری طرف دیوبندی وہابیوں سمیت کئی علماء بھی گاندھی کو لیڈر بنانے پر کوشاں تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماء کی توجہ جو گاندھی کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے تھے شرعی احکام کی طرف دلائی کہ شریعت ان کے متعلق کیا کہتی ہے دیکھ لیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ”بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکام ائمہ کرام دیکھیں: حتی کہ فتاویٰ ظہیر صاحبیہ و اشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے ”لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفرلان تبجیل الکافر کفر

”اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاویٰ امام ظہیر صاحب الدین واشباہ درمختار وغیرہا میں ہے ”لو قال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر “اگر مجوسی کو بطور تعظیم ”اے استاذ“ تو اس نے کفر کیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم یہ کچھ مسلمانوں پر اس کی رفعت وتقدیم ہو رہی ہے اور پھر کفر بالائے طاق ان کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی، اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جا رہے ہیں، مجوسی کو تعظیماً زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہنے والا کہ خدا نے ان (گاندھی) کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے۔ ٹھیٹ مسلمان بنا رہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمہارا فرض دینی یاد دلانے کو تو استاذ نے علم دین بتایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ خاص فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل۔ پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر رہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ ”خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد14، صفحہ 527، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ساری کتب میں اسی طرح اہل سنت کے عقائد اور فقہ حنفی کے احکام موجود ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ ایک سنی حنفی عالم دین تھے جنہوں نے دیوبندی، وہابی، شیعہ، قادیانیوں کے عقائد کا قرآن وحدیث علمائے اہلسنت، فقہ حنفی کی روشنی میں رَدّ کیا۔ بلکہ آپ نے صراحۃً فرمایا کہ جو اہل سنت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے علی الاطلاق امتی نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ”توضیح طبع قسطنطنیہ جلد

دوم، ص 506 میں ہے "صاحب البدعة يدعو الناس اليها ليس هو من الامة على الاطلاق" اہلسنت کے مخالف عقیدے والا جو لوگوں کو اپنے عقیدے کی دعوت دے وہ علی الاطلاق امتی نہیں ہے۔

"لان المبتدع وان كان من اهل القبلة فهو من امة الدعوة دون المتابعة كالكفار" کیونکہ اعتقاد میں بدعتی اگرچہ اہل قبلہ سے ہے لیکن امت اجابت میں نہیں بلکہ وہ مثل کفار امت دعوت میں سے ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 286، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

دیوبندی، وہابیوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غیر سنی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگالیا خصوصا احسان الٰہی ظہیر نے اپنی جھوٹ پر مبنی کتاب "البریلویہ" میں لیکن اہل سنت بریلوی علماء نے ان اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔ بریلوی مسلک کے اہل سنت ہونے پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج بھی کوئی اپنی آپ کو بریلوی کہے اور اس کے عقائد اہل سنت کے خلاف ہوں تو ہم اسے گمراہ ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اگر مسلک بریلوی اہل سنت عقائد سے ہٹ کر کوئی نیا فرقہ ہوتا تو اس کا معیار عقائد اہل سنت پر نہ ہوتا بلکہ دوسرے مسلک پر ہوتا۔ لہٰذا آج بھی اگر کوئی بریلوی کہلانے والا غیر سنی عقیدہ اپنائے وہ بریلوی نہیں اگرچہ خود کو بریلوی کہے۔ ایک مقام پر ایسا ہی کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اب قطعی مرتد فرقے ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو حنفی کہتے اور فروع میں فقہ حنفی پر چلنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اُن کی حنفیت انہیں کیا مفید ہوسکتی ہے۔ امامت کے لیے سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ جامع شرائط صحت وحلت ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 544، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

المختصر یہ کہ فقط اہل سنت و جماعت جنتی فرقہ ہے اور بریلوی صحیح معنوں میں سنی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کیوں اپنے آپ کو سنی بریلوی کہتے ہیں صرف مسلمان ہی کیوں نہیں کہتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اپنے آپ کو بریلوی کہتا ہے تو یہ یقینی بات ہے کہ وہ سنی اور مسلمان ہے کہ یہ نسبت پہچان کے لئے ہے ورنہ خود کو مسلمان تو سارے فرقے کہتے ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین بزرگان دین نے خود کو اہل سنت اسی وجہ سے کہا تا کہ دیگر گمراہ فرقوں سے امتیاز ہو جائے۔ اسی طرح جب دیوبندی اور وہابی خود کو اہل سنت کہنے لگے تو ان کے مقابل بریلوی کہا جانے لگا تا کہ ان دو فرقوں سے امتیاز ہو جائے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ اگر کوئی کہے میں لاہور میں رہتا ہوں تو یقینی بات ہے کہ وہ پنجاب اور پاکستان کا رہنے والا ہے۔

اللہ عزوجل ہم سب مسلمانوں کو اہل سنت کے عقائد پر جینے مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین خصوصا مجھ گناہگار کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل مجھے اور میری آنیوالی نسل کو اہل سنت و جماعت پر استقامت عطا فرمائے۔ جزاک اللہ۔

۔۔۔۔ باب دوم: گمراہی ۔۔۔۔

صحیح عقیدہ کی اسلام میں بڑی اہم حیثیت ہے۔ عقیدہ عقد سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے، گرہ لگانا۔ (المنجد، ع ق د، صفحہ574، خزینہ علم ادب، لاہور)

اصطلاحی معنی میں عقیدہ اسے کہتے ہیں جس پر پختہ یقین کیا جائے، جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے۔ اسلام میں نیک اعمال کی قبولیت صحیح عقیدہ پر مشتمل ہے۔ پچھلے باب میں ثابت کیا گیا ہے صحیح عقیدہ صرف اہل سنت وجماعت کا ہے۔ اہل سنت وجماعت کے خلاف عقیدہ گمراہی ہے اور گمراہ شخص کو کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "لا يقبل قول إلا بعمل ولا يستقيم قول وعمل إلا بنية ولا يستقيم قول وعمل ونية إلا بموافقة السنة" ترجمہ: کوئی قول ٹھیک نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ پھر کوئی قول وعمل ٹھیک نہیں ہوتا جب تک نیت صحیح نہ ہو اور کوئی قول وعمل ونیت ٹھیک نہیں ہوتی جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سنت کے مطابق نہ ہو۔ (تلبيس إبليس، صفحه 11، دار الفكر، بيروت)

گمراہ شخص شیطان کا بہت زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گناہ گار کسی وقت بھی اپنے گناہ سے توبہ کر سکتا ہے لیکن گمراہ توبہ کیا کرے گا وہ تو اسے گناہ سمجھ ہی نہیں رہا بلکہ اسے صحیح اور شرع کے موافق سمجھ رہا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "البدعة أحب إلى إبليس من المعصية المعصية يتاب منها والبدعة لا يتاب منها" ترجمہ: شیطان کو گناہ کی نسبت بدعت زیادہ پسند ہے اسلئے کہ گناہ سے توبہ کی جاتی ہے اور بدعت ایسی گمراہی ہے کہ اس سے توبہ نہیں کی جاتی۔ (کہ وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔)

(تلبيس إبليس، صفحه 15، دار الفكر، بيروت)

تمہید ابوشکور سالمی میں ہے: "ہم نے کہا کہ بدعت فسق سے، بری ہے اس لئے کہ فاسق اپنے فسق پر اصرار نہیں کرتا اور اپنے اوپر توبہ کو واجب جانتا ہے۔ مبتدع اپنی بدعت پر مصر رہتا ہے اور اس بدعت کا معتقد ہوتا ہے اور توبہ کو واجب نہیں جانتا۔ اس لئے کہ وہ اپنی بدعت کو حق گمان کرتا ہے۔ فسق میں رہنا شیعہ ہونے سے اچھا ہے۔"

(تمہید ابوشکور سالمی، صفحہ382، فرید بک اسٹال، لاہور)

فصل اول: گمراہی کے اسباب

گمراہی کے درج ذیل اسباب ہیں:۔

(1) خود کو بہت عقلمند سمجھنا اور دوسروں کو بیوقوف سمجھنا

(2) بزرگوں کی اتباع کا جذبہ نہ ہونا

(3) اپنی غلط فہمی وخوش فہمی کو حق سمجھ لینا

انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھتا ہے۔ پھر اگر اس شخص میں بزرگوں کی اتباع نہ ہو، آوارہ ذہن کا ہو اور دو چار دینی کتابیں پڑھ کر دوسروں کو بیوقوف اور خود کو بہت بڑا عالم سمجھے تو اس کی گمراہی کی ابتداء ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "گمراہی کہہ کر نہیں آتی۔ گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے۔ تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے۔" (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 323، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب ایسا شخص کسی مسئلہ میں اپنی عقل لڑائے اور جہاں سوئی اڑ جائے اسے حرف آخر سمجھ لے، اگرچہ اس کا اجتہاد باطل قرآن وسنت کے صریح خلاف ہو تو وہ شخص پھسل گیا۔ اس پر شیطان کا وار کامیاب ہو گیا، اب شیطان اس پر یہی ظاہر کرے گا کہ تو حق پر ہے باقی

سارے غلط ہیں۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ان الشیطان اذا اراد ان یسلب ایمان العبد بربه فانه لایسلبه منه الا بالقاء العقائد الباطلة فی قلبه" ترجمہ: جب شیطان کسی کا ایمان رب تعالیٰ پر سے زائل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں باطل عقائد ڈال دیتا ہے۔ (شرح فقه اکبر، صفحه6، قدیمی کتب خانه، کراچی)

جیسے کئی گمراہ مولویوں اور سیاستدانوں کا حال ہے کہ اپنے غلط و باطل مؤقف پر ایسے ڈٹ جاتے ہیں کہ علمائے کرام جب ان کو تنبیہ کریں تو آگے سے انتہائی بے باکی سے کہتے ہیں کہ میں ان مولویوں کے فتوؤں کو جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا کہ گمراہی کہہ کر نہیں آتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک اچھا بھلا شخص ایک مسئلہ میں ایسا مؤقف اپناتا ہے کہ گمراہی تو کیا کفر میں جا گرتا ہے جیسے مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کی گمراہی کا سبب یہ بنا کہ بنو حنیفہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ وہ مسیلمہ کو اپنی قیام گاہ میں چھوڑ آئے تھے، ساتھ نہ لائے تھے۔ اسلام لے آنے کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسیلمہ کا ذکر کیا کہ ہمارا ایک ساتھی اور ہے جسے ہم اپنے سامان اور سواریوں کی حفاظت کے لئے اپنی قیام گاہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے بھی اس صلے کا حکم دیا جو اور اہل وفد کو دے چکے تھے اور فرمایا "اما انه لیس بشرکم مکانا یحفظ ضیعة أصحابه" ترجمہ: چونکہ وہ اپنے ہمراہیوں کے سامان کی نگرانی کر رہا ہے لہٰذا وہ تم سے کچھ برا نہیں ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلے گئے اور مسیلمہ کے پاس آئے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیا تھا وہ اسے لا کر دے دیا۔ یمامہ آ کر دشمن خدا مسیلمہ مرتد ہو گیا۔ اس نے نبوت کا

دعویٰ کیا اور ان کے سامنے یہ جھوٹ بولا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک کر دیا گیا ہوں اس کے لئے اس نے ان لوگوں سے جو وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تھے کہا، کیا تم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا ذکر کیا، تو انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ تم سے اپنے مرتبے میں برا نہیں ہے۔ یہ بات انہوں نے اسی لئے کہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ مجھے نبوت میں ان کا شریک کیا گیا ہے۔

(تاریخ الطبری، سنه عشر، جلد3، صفحه 138، دار التراث، بیروت)

دیکھیں یہاں مسیلمہ کذاب نے اپنی غلط فہمی اور خوش فہمی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا، اگر اس میں حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اتباع کا جذبہ ہوتا تو کبھی بھی ایسی حرکت کر کے جہنم کا حقدار نہ بنتا۔

ایک آدمی جو کہ پہلے صحابی رسول تھا، کاتب وحی تھا اس کے مرتد ہونے کا سبب یہ بنا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی اور جو کہے ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا اللہ نے اتارا اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلاتے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے۔

(سورۃ الانعام، سورت6، آیت93)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر نسفی میں ہے ”هو عبد الله بن سعد بن أبى سرح كاتب الوحى وقد أملى النبى عليه السلام عليه ولقد خلقنا الإنسان إلى خلق آخر فجرى على لسانه فتبارك الله أحسن الخالقين فقال عليه السلام اكتبها فكذلك نزلت فشك وقال إن كان محمدا صادقا فقد أوحى إلى كما أوحى إليه وإن كان كاذبا فقد قلت كما قال فارتد ولحق بمكة“ ترجمہ: یہ آیت عبداللہ بن ابی سرح کے متعلق ہے جو کہ کاتب وحی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے یہ آیات لکھوا رہے تھے ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ ..﴾ اس کی زبان سے خود بخود یہ الفاظ جاری ہوگئے ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے بھی لکھ لو۔ کیونکہ یہ بھی آیت رب تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کردی گئی تھی۔ اس پر اس لکھنے والے نے شک کیا اور کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں تو جو ان پر نازل ہوا وہ مجھ پر نازل ہوا اور اگر یہ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں تو جو انہوں نے کہا میں نے بھی ویسا ہی کہا۔ اس پر وہ مرتد ہوگیا اور مکہ چلا گیا۔

(تفسیر النسفی، سورۃ الانعام، سورت 6، آیت 93، جلد 1، صفحہ 522، دار الکلم الطیب، بیروت)

طلیحہ بن خویلد اسدی قبیلہ بنی اسد سے تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کی گمراہی کا سبب یہ بنا کہ ایک روز یہ اپنی قوم کے ساتھ سفر میں تھا، ان کے ساتھ پانی نہ تھا، تشنگی ہوگئی، اس نے کہا ”ارکبوا اعلالا واخرجوا میالا تحدوا ابلالا“ ترجمہ: سوار ہو گھوڑوں پر اور چند میل سفر کرو تو قوم پانی کو پالے گی۔ قوم نے ایسا کیا اور پانی پالیا۔ اس وجہ سے دیہاتی لوگ اس کے فتنے میں مبتلا ہوگئے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ میرے پاس جبرائیل وحی لاتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 482، پبلی کیشنز، لاہور)

اس طرح کی اور بھی کئی تاریخی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ صرف ایک نکتے پر شیطان نے انہیں اس طرح گمراہ کیا کہ دائرہ اسلام سے ہی خارج کردیا۔ اگر ان گمراہوں میں اتباع اسلاف ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی رسول کی بات مانتے ہوئے اپنے باطل مؤقف کو چھوڑ دیتے۔

آج ہر کوئی کہتا ہے کہ گمراہی سے بچو اور فلاح کا صرف ایک حل ہے کہ قرآن وحدیث پر چلا جائے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن قرآن وحدیث پر چلنے کا تو ہر فرقہ دعویدار ہے، ہر فرقہ قرآن وحدیث سے ہی باطل استدلال کرتا ہے۔ گمراہی سے بچاؤ کا صرف ایک ہی نسخہ ہے کہ قرآن وحدیث کو بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ قرآنی آیات واحادیث کا جو مطلب صحابہ کرام اور بعد کے جید علمائے کرام نے فرمایا ہے اسے ہی لیا جائے۔ جس شخص میں بزرگانِ دین کی اتباع کا جذبہ ہوگا وہ بزرگوں کے فرمان کے آگے اپنے مؤقف کو کبھی بھی حرفِ آخر نہیں سمجھے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لئے علم نافع کی دعا مانگتے تھے۔ جتنے بھی گمراہ لوگ آئے ہیں ان کی گمراہی کا یہی سبب تھا کہ انہوں نے اپنے ناقص علم سے قرآن وحدیث کے وہ معنی لئے جو ان سے زیادہ علم والوں نے نہ لئے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بعد کے بزرگان دین قرآن وحدیث کو اپنی عقل کے مطابق نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ ہمیشہ اسلاف کی اتباع میں قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا ”قالوا كتاب الله يتلى، فقلت فليتله من تلاه غير غال فيه بغير ما أنزل الله فى الكتاب“ ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے۔ میں نے یہ کہا جو چاہے وہ اللہ عزوجل کی کتاب کی تلاوت کرسکتا ہے جبکہ

وہ اس میں غیر نازل شدہ احکام کو ملا کر حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔

(تاریخ الطبری، الجزء الرابع، سنة خمس و ثلاثین، جلد4، صفحہ409، دار التراث بیروت)

آج کل کے غیر مقلد اسی وجہ سے کئی مقامات پر ٹھوکر کھاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں بزرگوں کی اتباع کا جذبہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو تقلید کو ناجائز ٹھہراتے ہیں۔ وہابی غلط مؤقف اپنا لیتے ہیں اور جب انہیں کہا جائے کہ فلاں صحابی، فلاں امام اس آیت و حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں تو یہ غیر مقلد صاف الفاظ میں ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں بلکہ ماننے والوں پر اعتراض کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر قرآن پاک کی یہ آیت پیش کرتے ہیں ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔

(سورة البقرة، سورة 2، آیت 170)

یعنی اس آیت کے تحت وہابی کہتے ہیں کہ اپنے پچھلوں کے قول پر عمل کرنا کافروں کا کام ہے۔ جبکہ یہ آیت گمراہ آباؤ اجداد کی پیروی کرنے کے متعلق ہے۔ یعنی اسلامی حکم کا نہ ماننا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی غیر شرعی رسموں پر ڈٹے رہنا مذموم ہے۔ اس آیت کو صالحین کی اتباع پر منطبق کرنا حرام ہے۔ دیگر مقامات پر واضح ہے کہ نیکوں کے نقش قدم پر چلا جائے اسی سورۃ البقرہ میں ایک جگہ ہے ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ ترجمہ: کنز الایمان: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی

جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

(سورة البقرہ، سورة 2، آیت 133)

دیکھیں! یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے یہ نہیں کہا کہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے ہوئے کہا کہ اس خدا کی عبادت کریں گے جو آپ اور آپ کے آباء کا خدا ہے۔

فصل دوم: گمراہوں کے ہتھیار

جب انسان گمراہی میں جا گرتا ہے تو وہ پھر قرآن و حدیث کے مطابق نہیں چلتا بلکہ اپنے نفس کے مطابق چلتا ہے اور قرآن و حدیث کی باطل تشریحات کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَه هَوٰيهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے، تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

(سورة جاثیہ، سورت 45، آیت 23)

جب انسان قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنی گمراہی پھیلانے میں مصروف ہو تو شیطان اس کا مددگار ہوتا ہے۔ تلبیس ابلیس میں ہے "عن الأعمش قال حدثنا رجل كان يكلم الجن قالوا ليس علينا أشد ممن يتبع السنة و أما أصحاب الأهواء فإنا نلعب بهم لعبا" ترجمہ: حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے ایک شخص

نے بیان کیا جوجنوں سے باتیں کرتا تھا کہ شیاطین باہم گفتگو کرتے تھے کہ جولوگ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والے ہمارے لئے نہایت سخت ہیں۔لیکن جوخواہش نفسانی کے بندے ہیں ہم ان کے ساتھ کھیلتے ہیں۔

(تلبیس ابلیس،الباب الرابع،فی معنی التلبیس والغرور،صفحہ37،دار الفکر،بیروت)

شیطان ایسے گمراہوں کی نظر میں بے دینی کو دین بنا دیتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَلٰکِنۡ قَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: لیکن ان کے دل تو سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے۔

(پارہ7،سورۃالانعام،آیت43)

شیطان ایسے گمراہوں کی نظر میں جہاں اور حرام افعال جائز ٹھہرا دیتا ہے وہاں مسلمانوں کے قتل کو بھی جائز ظاہر کر دیتا ہے اور وہ مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر قتل کرتے ہیں جیسا کہ آج کل پکڑے جانیوالے دہشت گرد واضح بیان دیتے ہیں کہ ہمیں کہا گیا تھا کہ خودکش حملہ جہاد ہے اور ان پاکستانیوں کو مارنا ثواب ہے۔تاریخ الطبری میں ایک گمراہ فرقے کے متعلق لکھا ہے کہ ایک ایسا گمراہ فرقہ ہوا ہے کہ جو چھوٹے بچوں کو اس نظریے سے اٹھا لیتا تھا کہ انہیں اپنی پرورش میں رکھ کر اپنے عقیدے میں لاکر اندھیرے سے روشنی میں لائیں چنانچہ لکھا ہے "أن المهدی قال لموسی یوماوقد قدم إلیه زندیق فاستتابه، فأبی أن یتوب، فضرب عنقه وأمر بصلبه یا بنی، إن صار لك هذا الأمر فتجرد لهذه العصابة یعنی أصحاب مانی فإنها فرقة تدعو الناس إلی ظاهر حسن، کاجتناب الفواحش والزهد فی الدنیا والعمل للآخرة، ثم تخرجها إلی تحریم اللحم ومس الماء الطهور وترك قتل الهوام تحرجا وتحوبا، ثم تخرجها من

هذه إلی عبادة اثنین أحدهما النور والآخر الظلمة، ثم تبیح بعد هذا نكاح الأخوات والبنات والاغتسال بالبول وسرقة الأطفال من الطرق، لتنقذهم من ضلال الظلمة إلی هدایة النور، فارفع فیها الخشب، وجرد فیها السیف، وتقرب بأمرها إلی الله لا شریك له، فإنی رأیت جدك العباس فی المنام قلدنی بسیفین، وأمرنی بقتل أصحاب الاثنین" ترجمہ: (خلیفہ) مہدی کے سامنے ایک زندیق پیش کیا گیا۔مہدی نے اسے توبہ کرانا چاہی اس نے انکار کیا مہدی نے اسے قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا اور موسیٰ (اپنے ولی عہد) سے کہا اے میرے بیٹے! جب خلافت تم کو ملے تو تم اس جماعت یعنی پیروان مانی کی تلوار سے خبر لینا۔یہ ایک فرقہ ہے جو ظاہری طور پر تو لوگوں کو حسن اخلاق کی مثلا فحش سے اجتناب، ترک دنیا اور آخرت کے لئے عمل کی دعوت دیتا ہے جب کوئی شخص ان باتوں کو قبول کر لیتا ہے تو یہ جماعت پھر گوشت کھانے ، صاف پانی استعمال کرنے اور کیڑے مکوڑوں کے مارنے کو قطعی حرام کر دیتی ہے۔اس کے بعد وہ روشنی اور اندھیرے کی عبادت کی دعوت دیتی ہے۔جب اسے بھی کوئی شخص قبول کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس شخص کے لئے بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرنا، پیشاب سے نہانا اور راستہ میں سے چھوٹے بچوں کو چرا کر لے جانا تاکہ ان کو گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی بتائی جائے ، مباح ہو جاتا ہے۔اس فرقہ کو خوب دل کھول کر قتل کرنا اور سولی پر لٹکا دینا اور اس طرح اللہ وحدہ لاشریک لہ کی جناب میں تقرب طلب کرنا، میں نے تمہارے دادا عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے میری کمر پر دو تلواریں باندھی ہیں اور مجھے یوں (اس فرقہ کے لوگوں) کے قتل کا حکم دیا ہے۔ (تاریخ الطبری، الجزء الثامن، سنة سبعین ومائة، جلد8، صفحہ 220، دار التراث، بیروت)

گمراہ لوگ جب شیطان کے چیلے ہوتے ہیں تو انہیں شیطان کی طرف سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کچھ بنیادی ہتھیار بھی ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

گمراہوں کا پہلا ہتھیار

گمراہوں کا پہلا ہتھیار اپنی گمراہی کو دین سمجھنا اور اسے دین ثابت کرتے ہوئے مسلمانوں میں اس کی تبلیغ کرنا۔ اب اس باطل عقیدہ پر یا تو وہ قرآن وحدیث کی معنوی تحریف کریں گے۔ اگر اتنا گھٹیا عقیدہ ہے کہ معنوی تحریف سے بھی کام نہیں چلتا تو پھر ڈھکوسلے ماریں گے جیسے کوئی احادیث کا منکر ہو تو اسے اس عقیدہ پر کوئی دلیل نہیں ملے گی، اس لئے وہ کہے گا کہ یہ احادیث مستند نہیں کیونکہ کئی سالوں بعد لکھی گئی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کے کلام باری تعالیٰ نہ ہونے پر بھی عجیب ڈھکوسلہ مارا گیا ہے چنانچہ نیاز فتح پوری جو 1966ء میں فتح پور بھارت میں پیدا ہوا۔ یہ حدیث کے ساتھ ساتھ قرآن کا بھی منکر تھا۔ اس وجہ سے کہ عربی اہل عرب کی عام بولی یہ رب تعالیٰ کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ اس انکار کے سبب جب اس پر کفر کا حکم لگا تو اس نے بجائے رجوع کے کہا: ''یہ تھا وہ سب سے پہلا فتوی کفر والحاد جس نے مجھے یہ کہنے پر مجبور کیا کہ اگر مولویوں کی جماعت واقعی مسلمان ہے تو میں یقیناً کافر ہوں اور اگر میں مسلمان ہوں تو یہ سب نامسلمان ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام نام ہے صرف کورانہ تقلید کا اور تقلید بھی اصول واحکام کی نہیں بلکہ بخاری ومسلم ومالک وغیرہ کی اور میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی کیفیت اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوسکتی جب تک ہر شخص اپنی جگہ غور کرکے کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔''

(من یزدان، صفحہ 547)

دیکھیں! قرآن کا انکار کردیا اور بے تکی دلیل یہ دی کہ عربی رب تعالیٰ کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کی عقل اتنا بھی کام نہ کرسکی کہ قرآن اہل عرب کی زبان کے مطابق نازل

کیا گیا تا کہ وہ اسے سمجھ کر اس پر عمل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔

(سورۃ یوسف، سورۃ 2، آیت 12)

گمراہوں کا دوسرا ہتھیار

دوسرا ہتھیار گمراہوں کے پاس یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرقوں کے اچھے اچھے نام رکھتے ہیں تا کہ لوگ نام سے متاثر ہوں جیسے منکرینِ حدیث اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں جیسے جماعت مسلمین کا بانی مسعود احمد تھا جو پہلے وہابی مسلک میں تھا اور اس مسلک پر اس نے ایک کتاب تلاش حق لکھی جسے وہابیوں نے شائع کیا اور ایک رسالہ ''التحقیق فی جواب التقلید'' لکھا جسے وہابیوں نے شائع کیا۔ پھر امیر بننے کے شوق میں نئی جماعت نئی توحید پرستی کی آڑ میں بنائی۔ اب وہ تمام فرقوں کو مشرک اور خود کو اور اپنی جماعت کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے عجیب وغریب قسم کی تحریفیں کررہا ہے چنانچہ کہتا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے جاہلیت کی پکار پکاری وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ پھر فرمایا "فادعوا بدعوی اللہ الذی سماکم المسلمین المومنین عباداللہ" لہٰذا (مسلمین کو) ان ہی القاب کے ساتھ پکارو جن القاب سے اللہ تعالیٰ نے جس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔ پکارا ہے یعنی مومنین اللہ کے بندے۔ ترمذی۔ اللہ اللہ جب القاب تک بدلنے کی اجازت نہیں تو نام بدلنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ لیکن افسوس کہ لوگوں نے نام بدل ڈالا اور پھر اس پر فخر بھی کررہے ہیں۔ بتائیے! کیا اپنے آپ کو صرف مسلم کہنے کے لئے تیار نہیں۔''

(ہمارا نام صرف ایک یعنی مسلم ،صفحہ 8)

یعنی یہاں اپنے فرقے کا نام جماعت المسلمین رکھ کر کہا جارہا ہے کہ مسلمانوں کا نام مسلمین رکھا گیا ہے اوراس کے علاوہ دوسرے نام جیسے اہل سنت رکھنا اور خودکوسنی کہنا درست نہیں۔ بلکہ جماعت مسلمین کے نزدیک خودکوسنی کہنا شرک ہے۔ جماعت مسلمین والوں کا کہنا ہے کہ جماعت مسلمین میں شمولیت ضروری ہے کہ بخاری ومسلم کی حدیث پاک ہے((تلزم جماعت المسلمین وامامھم)) جماعت المسلمین اوراس کے امام کولازم پکڑو۔ حدیث میں مسلمان کے علاوہ پکارنے کے لئے بطورنام مومنین، اللہ کے بندے بھی ہے لیکن مسعودصاحب نے ان دونوں کا القاب بناڈالا۔ جب کہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے نام مسلیمن ،مومنین،عباداللہ رکھیں ہیں۔قرآن وحدیث اور بے شمار صحابہ سے مومنین کا نام ثابت ہے۔ امیرالمومنین، امہات المومنین صحابہ کرام سے کہنا ثابت ہے۔ جو حدیث انہوں نے پیش کی ہے اوراس سے باطل استدلال کیا ہے۔ جماعت مسلمین فرقے میں شامل ہوجاؤ۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کران کے عقائدپررہو، فتنہ فساد سے بچو۔ صحابہ سے لے کرمسعوداحمد تک توکوئی جماعت مسلمین نہ تھی تو پھروہ کیاسب معاذاللہ گمراہ تھے؟

کوئی گمراہ فرقہ اپنانام صراط مستقیم ،اہل قرآن،اصحاب المیمنہ وغیرہ رکھ لے اور کہے یہ قرآن میں آئے ہیں توکیااس بنیاد پراسے حق پرکہاجائے گااگرچہ عقیدہ جتنامرضی گندہ ہو۔قرآن پاک میں ہے ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اوراللہ کی رسی مضبوط تھام لوسب مل کراورآپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ3،آیت103)

اب اگرکوئی گمراہ فرقہ اپنے فرقے کا نام "حبل اللہ" رکھ لے اور کہے کہ دیکھیں قرآن میں حبل اللہ کومضبوطی سے تھامنے کا حکم ہے اوردیگرفرقوں میں جانے سے منع کیا گیا ہے تواس کے جواب میں یہی کہاجائے گا کہ حبل اللہ سے مرادتمہاراگندہ فرقہ نہیں قرآن وسنت پرقائم رہنا ہے۔لہٰذامسلمان ان گمراہ فرقوں اوران کی تحریکوں کے اچھے اچھے نام کے دھوکے میں نہ آئیں بلکہ عقائددیکھیں،عقائددرست نہیں تواچھے نام بے فائدہ ہیں۔

گمراہوں کا تیسرا ہتھیار

گمراہوں کا تیسرا ہتھیارشریعت میں غیرشرعی آسانیاں پیدا کرنا ہے۔یعنی گمراہ لوگ شریعت کے وہ احکام جن میں سختی ہے اس سختی کودورکردیتے ہیں تاکہ لوگ دین کوآسان سمجھتے ہوئے ہمارے گروہ میں شامل ہوجائیں۔تاریخ طبری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نبوت کے جھوٹے اعلان کے بعداس نے ردیف قافیہ والے جملے کہنے شروع کیے اوران میں ایسے جملے کہنے لگاجوقرآن سے مشابہ تھے جیسے "لقد أنعم الله على الحبلى، أخرج منها نسمة تسعى، من بين صفاق و حشى" ترجمہ:اللہ نے حاملہ عورت پر یہ انعام کیا کہ اس میں سے انسان کوپیدا کیا، جودوڑتا ہے اس کے کوکھوں اورانتڑیوں کے درمیان سے۔مسیلمہ نے اپنے پیروؤں سے نماز معاف کردی،شراب حلال کردی، زنا کوجائز قرار دیااوراسی قسم کی اورباتیں کیں،مگراس کے ساتھ اس بات کی بھی شہادت دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نبی ہیں۔اس کی ان باتوں سے بنوحنیفہ بہت خوش ہوئے اورانہوں نے تالیاں بجائیں۔"

(تاریخ الطبری ،سنہ عشر،جلد3،صفحہ 138، دار التراث ،بیروت)

اسی طرح اور جتنے جھوٹے نبی اور گمراہ لوگ آئے انہوں نے دین کومذاق بنالیا

جس چیز کا چاہتے تھے انکار دیتے تھے جیسے غلام احمد قادیانی نے جہاد کا انکار کیا، حدیثوں کا انکار کرنے والوں نے پانچ نمازوں کا انکار کر دیا۔ اسی طرح آج بھی ہم جتنے گمراہ فرقے دیکھتے ہیں ان کا یہی طریقہ ہے کہ دین کو اتنا آسان کرتے ہیں کہ وہ آسانی قرآن وسنت کے خلاف ہوتی ہے جیسے آج جدید گمراہ لوگ تقلید کا انکار کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں جس مسئلہ کا حل قرآن وحدیث میں موجود نہیں اپنی عقل سے اس کا حل نکال لو۔

گمراہوں کا چوتھا ہتھیار

گمراہوں کا چوتھا اور خطرناک ہتھیار یہ ہے کہ کسی بھی حرام کو حلال ٹھہرالیں گے اور جب ان سے کہا جائے گا کہ قرآن وحدیث میں اسے حرام کہا گیا ہے تو اس کا جواب دیں گے کہ یہ عہد رسالت اور صحابہ کرام کے دور تک حرام تھا جیسے کئی گمراہ، بد بخت، خبیث النفس پردے کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ اُس زمانے کے لئے تھا جب لونڈی کے لئے کوئی پردہ نہیں تھا اور آزاد عورت کو پردے کا حکم تھا تا کہ اس کی پہچان ہو جائے۔ ٹی۔ وی کا جاہل اسکالر جاوید غامدی مرتد کی سزا قتل نہیں مانتا جبکہ حدیث پاک میں ہے ((من بدل دینه فاقتلوه)) جو دین اسلام سے پھرے اسے قتل کر دو۔ اس حدیث کے متعلق کہتا ہے کہ وہ اس وقت کے کافروں کے متعلق تھی چنانچہ لکھتا ہے: ''لیکن فقہاء کی یہ رائے کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن میں آپ کی بعثت ہوئی۔۔۔ ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کی بجائے اسے عام ٹھہرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کی حدود و تعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں

ہے۔'' (برہان، صفحہ 140،143، جون 2006)

جبکہ مرتد کی سزا قتل ہونے پر تمام فقہاء کرام وائمہ کرام کا اجماع ہے اور یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت تمام صحابہ سے ثابت ہے۔ ابوبکر صدیق کا بنیادی مقصد ہی زکوٰۃ کا انکار کرنے والے مرتدین کا خاتمہ تھا۔

اسی طرح آئندہ بھی ہوسکتا ہے کہ گمراہ لوگ خنزیر اور شراب کو حلال سمجھ کر کہیں کہ اس کی حرمت اہل عرب کے اعتبار سے تھی کہ وہاں گرمی بہت ہوتی ہے، یورپ ممالک میں سردی بہت ہوتی ہے، لہٰذا وہاں (نعوذ باللہ) خنزیر اور شراب جائز ہے۔ الغرض بڑے سے بڑا حرام یہ کہہ کر حلال کیا جاسکتا ہے کہ یہ حرام پہلے زمانے کے اعتبار سے تھا۔ جبکہ قرآن وحدیث کے احکام قیامت تک کے لئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی کئی افعال جو ایک خاص موقع پر کیے گئے لیکن حضور علیہ السلام وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے آج بھی جاری ہیں جیسے طواف کے دوران رمل کرنا اس وقت کے مشرکین کو دکھانا تھا کہ مسلمان کمزور نہیں طاقتور ہیں۔ یہ سنت ابھی بھی ادا کی جاتی ہے اگرچہ اب وہ مشرکین نہیں رہے۔ مسند أبي داود الطیالسی کی روایت ہے ''عن ابن عباس عن عمر رضي الله عنه أنه طاف فأراد أن لا يرمل فقال إنما رمل النبي صلى الله عليه وسلم ليغيظ المشركين ثم قال أمر فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم ينه عنه فرمل'' ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طواف کیا اور ارادہ کیا کہ وہ رمل نہ کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمل اس لئے کیا کہ مشرکین کے دل جلیں۔ پھر حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمل کرنے کا حکم فرمایا اور اس سے منع نہیں کیا۔ پھر عمر فاروق نے

رمل کیا۔

(مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث ابن عباس عن عمر، جلد1، صفحه32، دار ہجر، مصر)

لہٰذا مسلمانوں کو بدمذہبوں کے ان ہتھیاروں سے بچتے رہنا چاہئے۔ بعض لوگوں سے جب کہا جائے کہ فلاں فرقہ کے لوگوں میں نہ بیٹھو، ان کی تقاریر نہ سنو، یہ فلاں فلاں گندہ عقیدہ رکھتے ہیں، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام، اولیاء کرام کی شان میں بے ادبیاں کرتے ہیں تو دوسرا کہتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں، میں ایک دو مرتبہ گیا ہوں میں نے تو ایسا نہیں سنا، وہ تو بہت اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی گمراہ فرقہ ایسا نہیں ہوتا جس کی کچھ نہ کچھ باتیں صحیح نہ ہوں۔ اچھی اچھی باتیں ہر کوئی کرتا ہے جس کی وجہ سے مسلمان ان کے قریب آ کر فتنے میں پڑ جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کی یہ بات صحیح ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں۔ کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہو سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' ((الکذوب قد یصدق)) بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 645، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فصل سوم: گمراہوں کے اوصاف

دنیا میں جتنے بھی گمراہ لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ کسی نہ کسی خصوصیت کے حامل تھے، جس کی وجہ سے لوگ ان کے پیروکار ہو گئے۔ جس طرح فرعون تھا کہ اس نے چار سو سال عمر پائی لیکن اس دوران وہ کبھی بیمار تک نہ ہوا۔ اس کا حال یہ تھا کہ دریا کا پانی اس کی پشت کے عقب میں اونچا ہو جاتا اور جب کھڑا ہوتا تو پانی بھی ٹھہر جاتا اور جب چلنے لگتا تو پانی بھی چلنے لگتا۔ اسی طرح اور بڑے بڑے کافروں کے بارے میں روایات مشہور ہیں

دوسرا شیطان ان کی گمراہی کو چار چاند لگاتا ہے۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بولا اے رب میرے! قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا۔

(سورۃ الحجر، سورت 15، آیت 39)

شیطان کو اللہ عزوجل نے بہت طاقت دی ہے یہاں تک کہ جب انسان دل میں نیک ارادہ کرتا ہے تو شیطان کو علم ہو جاتا ہے اور وہ اس کے خلاف عمل شروع کر دیتا ہے۔ اسکا مقصد قیامت تک لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ابلیس کم علمی کے مطابق انسان پر قابو پاتا ہے جس قدر انسان کا علم کم ہوگا اسی قدر ابلیس زیادہ قابو پائے گا اور جتنا علم زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا قابو کم ہوگا۔ شیطان نے ایک کم عقل زاہد کو دھوکا دیا کہ اس کو کرامت کے مشابہ دکھا دیا حتیٰ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ''كان يأتي إلى رخامة في المسجد فينقرها بيده فتسبح و كان يطعمهم فاكهة الصيف في الشتاء ويقول أخرجوا حتى أريكم الملائكة فيخرجهم إلى دير المران فيريهم رجالا على خيل فتبعه بشر كثير وفشى الأمر و كثر أصحابه'' ترجمہ: وہ مسجد میں آ کر فرش کو ہاتھ سے کریدتا تو جو کنکریاں اس کے ہاتھ میں آتی تھیں تسبیح پڑھا کرتی تھیں اور وہ شخص لوگوں کو گرمی کے میوے جاڑوں میں کھلایا کرتا تھا اور لوگوں سے کہا کرتا تھا آؤ تم کو فرشتے دکھا دوں اور ان کو مران کے علاقہ کی طرف لے جاتا اور گھوڑوں پر بیٹھے آدمی دیکھاتا، جس کے سبب کئی لوگ اس کے پیروکار ہو گئے اور اسکے یہ شعبدے پھیلتے گئے اور کئی لوگ اس کے محب ہو گئے۔

(تلبیس ابلیس، الباب الحادی عشر، صفحہ 334، دار الفکر بیروت)

اسود عنسی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ بھی اسی طرح شعبدہ بازی کرتا تھا۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "كان الأسود كاهنا شعباذا وكان يريهم الأعاجيب، ويسبى قلوب من سمع منطقه" ترجمہ: اسود ایک کاہن شعبدہ باز تھا جو عجیب وغریب شعبدے دکھاتا تھا اور اپنی سحر بیانی سے دلوں کو مسخر کر لیتا تھا۔

(تاريخ الطبرى ،سنة إحدى عشرة،جلد3،صفحه 185، دار التراث ،بيروت)

دوسری جگہ امام طبرانی فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایک شیطان ہوتا تھا "وكان الأسود كاهنا معه شيطان" ترجمہ: اسود عنسی کاہن تھا اور اس کے ساتھ شیطان ہوتا تھا۔

(تاريخ الطبرى ،سنة إحدى عشرة،جلد3،صفحه 236، دار التراث ،بيروت)

اسود نے ایک عورت کے شوہر اور اس کی قوم والوں کو قتل کر دیا اور اس عورت سے شادی کر لی۔ مسلمانوں نے اسود کو قتل کرنے کے لئے اس کی بیوی کا ذہن بنایا اور اس پر ہونے والے ظلم وستم کو یاد کروایا۔ بیوی اس کو قتل کرنے میں مدد کرنے پر راضی ہوگئی اور ایک منصوبہ اس کے گھر میں داخل ہو کر قتل کرنے کا بنایا۔ جب فیروز اسے قتل کرنے کے لئے پہنچے تو شیطان نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی چنانچہ منقول ہے "فلما دنا من باب البيت سمع غطيطا شديدا، وإذا المرأة جالسة، فلما قام على الباب أجلسه الشيطان فكلمه على لسانه وإنه ليغط جالسا وقال أيضا :ما لى ولك يا فيروز! فخشى إن رجع أن يهلك وتهلك المرأة، فعاجله فخالطه وهو مثل الجمل، فأخذ برأسه فقتله، فدق عنقه، ووضع ركبته فى ظهره فدقه، ثم قام ليخرج، فأخذت المرأة بثوبه وهى ترى أنه لم يقتله، فقالت :أين تدعنى !قال :أخبر أصحابى بمقتله، فأتانا فقمنا معه، فأردنا حز رأسه، فحركه الشيطان فاضطرب

فلم يضبطه، فقلت :اجلسوا على صدره، فجلس اثنان على صدره، وأخذت المرأة بشعره، وسمعنا بربرة فألجمته بمئلاة، وأمر الشفرة على حلقه فخار كأشد خوار ثور سمعته قط، فابتدر الحرس الباب وهم حول المقصورة، فقالوا:ما هذا، ما هذا !فقالت المرأة :النبى يوحى إليه" ترجمہ: جب فیروز اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے شیطان نے اسود کو جگا دیا اور اس کی زبان سے شیطان بولنے لگا۔ وہ بیٹھے بیٹھے بڑبڑانے لگا اور یہ بھی کہا کہ فیروز تم یہاں کیسے؟ اس اندیشے سے کہ اگر وہ فیروز پلٹ گئے تو وہ خود بھی مارے جائیں گے اور عورت بھی ماری جائے گی، وہ خود فوراً اس سے گتھ گئے۔ وہ اونٹ کا سا دراز قامت تھا۔ فیروز نے اس کا سر پکڑ کر اسے قتل کر دیا، اس کی گردن کو کچل دیا اور پھر اپنا گھٹنا اس کی پشت پر رکھ کر اسے بھی اس طرح کچلا کہ وہ تڑپ نہ سکے۔ اس سے فارغ ہو کر وہ باہر آنے کے لئے اٹھے اس کی بیوی نے چونکہ وہ اب تک اسی خیال میں تھی کہ فیروز نے اسود کو قتل نہیں کیا ہے، ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو، فیروز نے کہا میں جاتا ہوں تاکہ اپنے رفیقوں کو اس کے قتل کی اطلاع دے دوں۔ فیروز ہمارے پاس آئے ہم بھی ان کے ساتھ اندر گئے ہم اس کا سر اتارنے لگے تو شیطان نے اسے حرکت دیدی اور وہ اس طرح تڑپا کہ کوئی اسے قابو میں نہ رکھ سکا، میں نے کہا سب اس کے سینے پر بیٹھ جاؤ، وہ شخص اس کے سینے پر بیٹھ گئے، اس کی بیوی نے اس کے سر کے بال پکڑ لئے، اس کے حلقوم سے خرخراہٹ کی آواز آئی میں نے اس کے منہ پر تو بڑا اچڑھا دیا اور چھری سے اس کا گلا کاٹ ڈالا اس کے حلقوم سے ایسی شدید خرخراہٹ کی آواز آئی جیسے کہ کسی زبردست بیل کو ذبح کرنے کے بعد اس کے حلقوم سے آتی ہے۔ میں نے ایسے زور کی خرخراہٹ کبھی اس سے پہلے نہ سنی تھی۔ اس آواز پر وہ سپاہی جو اس کا

پہرہ دے رہے تھے دوڑ کر آئے مگر اس کی بیوی نے یہ کہہ کر سپاہیوں کو خاموش کر دیا کہ نبی پر اس وقت وحی آ رہی ہے۔

(تاریخ الطبری ،سنة إحدی عشرة،جلد3،صفحہ 235، دار التراث ،بیروت)

آج بھی کئی جعلی پیر اپنے جادو سے نظر بندی کر کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔گمراہ مولوی اچھی تقاریر سے لوگوں کو گرویدہ بنا لیتے ہیں، پھر جب مسلمانوں کو کہا جائے کہ یہ شخص گمراہ ہے تو لوگ آگے سے کہتے ہیں کہ وہ اتنی اچھی تقریر کرتا ہے، اتنا اچھا قرآن پڑھتا ہے، اتنی اچھی اس کی انگلش ہے۔الغرض ہر گمراہ کے پاس کوئی نہ کوئی خصوصیت ہوتی ہے جس سے وہ خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے اور لوگ بھی اس کی گمراہی کے جال میں آجاتے ہیں۔ہمیں شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ جو شخص صحیح عقیدہ نہیں رکھتا وہ چاہے جس مرضی خصوصیت کا حامل ہو اس کی یہ خصوصیت دنیا وآخرت میں اس کے لئے کچھ کارآمد نہیں اور ہمیں اس سے دور رہنے کا حکم ہے کہ کہیں اس کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔صحیح مسلم شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہوں کے متعلق ارشاد فرمایا((فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم)) یعنی ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم)

فصل چہارم: گمراہوں سے تعلقات

جس کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے مطابق نہ ہو اسے بدمذہب وگمراہ اور بدعتی کہتے ہیں اور ایسوں سے میل جول رکھنا، انکی شادی، غمی میں شرکت کرنا، ان سے نکاح کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کی پیچھے نماز پڑھنا سب ممنوع ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ظالموں کی

طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (سورہ ہود،سورۃ 11،آیت 113)

اس کے تحت صدر الافاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"کسی کی طرف جھکنا اس کے ساتھ میل محبت رکھنے کو کہتے ہیں۔ابو العالیہ نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ ظالموں کے اعمال سے راضی نہ ہو۔سدی نے کہا ان کے ساتھ مداہنت نہ کرو۔قتادہ نے کہا مشرکین سے نہ ملو۔مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے نافرمانوں کیساتھ یعنی کافروں اور بے دینوں اور گمراہوں کیساتھ میل جول رسم وراہ مودت ومحبت اُن کی ہاں میں ہاں ملانا اُن کی خوشامد میں رہنا ممنوع ہے۔"

(تفسیر خزائن العرفان،سورہ ہود،سورۃ 11،آیت 113،صفحہ 303، قدرت اللہ کمپنی، لاہور)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (سورہ انعام،سورۃ 6،آیت 68)

علامہ شیخ احمد المعروف ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں"وان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع" ترجمہ: ذکر کردہ آیۃ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے۔یہ بیان فرمایا کہ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعاً منع ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ،سورہ انعام،سورۃ 6،آیت 68، صفحہ 388،مطبوعہ مکتبۃ الحرم، لاہور)

ان گمراہوں سے بچنے کا حکم کیوں نہ ہو کہ یہ تمام مخلوقات سے بدترین مخلوق ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے((اھل البدع شر الخلق والخلیقة)) ترجمہ: بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان،فصل فی البدع،جلد1،صفحہ 381،مؤسسة الرسالة،بیروت)

بلکہ ایک حدیث پاک میں انہیں جہنم کے کتے کہا گیا جیسا کہ کنز العمال میں ہے((اصحاب البدع کلاب النار)) ترجمہ: بدمذہب دوزخیوں کے کتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد1، صفحہ 380، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بعض مسلمان گمراہوں کی کتابیں اور انکے بیانات سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے حکمت مومن کی گمشدہ پونجی ہے یہ جہاں سے ملے لےلو۔ بے شک یہ حدیث پاک ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ گمراہوں سے علم حاصل کرو۔ علم دین ہے جس میں دیکھنا چاہئے کہ کس سے حاصل کررہے ہیں؟ اگر بدمذہب سے علم حاصل کیا جائے گا تو وہ علم کے بہانے اپنی بدمذہبی دے گا۔ مسلم شریف میں ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اجلہ تابعین میں سے ہیں ان کا قول نقل کیا گیا"ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم" ترجمہ: بے شک یہ علم دین ہے پس غور کرلو کس سے اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

(مسلم شریف، جلد01، صفحہ11، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

لہٰذا اس سے علم لینا فائدہ نہیں بلکہ اپنا عقیدہ خراب کرنا ہے۔ ابن سیرین اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنن دارمی میں روایت ہے"انھما قالا لا تجالسوا اصحاب الاھواء ولا تجادلوھم ولا تسمعوا منھم" ترجمہ: ان دونوں نے فرمایا کہ بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے جدال (بحث مباحثہ) کرو اور نہ ان کی بات سنو۔

(سنن دارمی، باب اجتناب اھل الاھواء، جلد1، صفحہ 121، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

الابانۃ الکبریٰ لابن بطۃ میں ابوعبداللہ عبیداللہ المعروف بابن بطۃ العکبری (المتوفی387ھ) فرماتے ہیں"حدثنا مبشر بن إسماعیل الحلبی قال قیل للأوزاعی: إن رجلا یقول: أنا أجالس أھل السنة وأجالس أھل البدع فقال الأوزاعی ھذا رجل یرید أن یساوی بین الحق والباطل۔ قال الشیخ صدق

الأوزاعی أقول إن ھذا رجل لا یعرف الحق من الباطل ولا الکفر من الإیمان وفی مثل ھذا نزل القرآن ووردت السنة عن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی ﴿وإذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا وإذا خلوا إلی شیاطینھم قالوا إنا معکم﴾ "ترجمہ: ہمیں مبشر بن اسماعیل حلبی نے خبر دی کہ حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اہل سنت اور گمراہ دونوں کی مجالس میں بیٹھتا ہوں۔ امام اوزاعی نے فرمایا: یہ شخص حق و باطل کو برابر سمجھتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ امام اوزاعی نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا شخص حق و باطل اور کفر و ایمان کو نہیں پہچان سکتا۔ یہ قرآن اور سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

(الإبانة الکبری لابن بطة، جلد2، صفحہ456، دار الرایة، الریاض)

مذکورہ روایت سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو کہتے ہیں کہ سب ٹھیک ہیں، سب کے ساتھ آنا جانا چاہیے، سب کی سننی چاہیے۔

ذم الکلام واہلہ میں ابواسماعیل عبداللہ الہروی (المتوفی481ھ) فرماتے ہیں "عن خصیف الجزری قال: مکتوب فی التوراة لا تجالس أھل الأھواء فیدخل فی قلبك شیء من ذلك فیدخلك النار" ترجمہ: حضرت خصیف جزری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ تورات شریف میں یہ مذکور ہے کہ گمراہوں کی صحبت میں نہ بیٹھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل میں ان کی گمراہی داخل ہوجائے اور تمہیں جہنم میں لے جائے۔

(ذم الکلام وأھله، جلد5، صفحہ200، مکتبة العلوم والحکم، المدینة المنورة)

شرح السنة میں ابومحمد الحسن بن علی بن خلف البربہاری (المتوفی329ھ)

فرماتے ہیں'' وإذا رأيت الرجل ردیء الطريق والمذهب، فاسقا فاجرا، صاحب معاص، ضالا، وهو أهل السنة فاصحبه، واجلس معه فإنه ليس (تضرك) عصيته، وإذا رأيت (الرجل) مجتهدا وإن بدا متقشفا محترقا بالعبادة صاحب هوى، فلا تجالسه، ولا تقعد معه، ولا تسمع كلامه ولا (تمش) معه فی طريق، فإنی لا آمن أن تستحلی طريقته (فتهلك) معه ''ترجمہ: اگر تو ایسے شخص کو دیکھے کہ جو اہل سنت میں سے ہو اگرچہ فاسق وفاجر بے عمل ہو تو اس کی صحبت اختیار کرلو کیونکہ اس کے ساتھ بیٹھنا تمہارے خطرناک نہیں۔ اگر البتہ اگر کوئی گمراہ شخص ہو اگرچہ بڑا عبادت گزار ہو، اس کے پاس نہ بیٹھ اور اس کی بات نہ سن اور اس کے ساتھ راستے میں نہ چل کہ اس کے ساتھ امن نہیں وہ تجھے ہلاک کردے گا۔

(شرح السنة، صفحہ 120)

بدمذہبوں سے نکاح

جب بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے سے منع کیا ہے تو ان سے نکاح کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ کنزالعمال کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((فلا تناکحوھم ولاتواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوامعھم ولا تصلوا علیھم)) ترجمہ: ان (یعنی بدمذہبوں) کیساتھ نہ نکاح کرو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔

(کنزالعمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابة وفضلهم، جلد 11، صفحہ 765، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بعض لوگ اہل سنت وجماعت ہوکر غیر سنی عورت سے نکاح کرلیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اس عورت کو سنی کرلیں گے، بعد میں ہوتا یہ ہے کہ یا تو خود عورت کے مذہب

میں چلے جاتے ہیں یا اولاد بدمذہب ہوجاتی ہے۔ پھر اپنی بچی کا بدمذہب سے نکاح کرنا تو بدمذہبوں کی نسل بڑھانا اور لڑکی کا عقیدہ خراب کروانا ہے۔ ایسا وہی کرے گا جو اپنی بچی کا خیر خواہ نہ ہوگا اور درج ذیل ناجائز افعال کا مرتکب ہوگا:۔

(1) بدمذہب سے نکاح کرنا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے۔

(2) بدمذہبوں کی صحبت اختیار کرنے، ساتھ کھانے پینے کی احادیث میں ممانعت ہے اور یہاں سنی عورت بدمذہب کی بیوی بن کر یہ سب کرے گی۔

(3) بدمذہب جب رشتہ دار ہوگیا اور وہ بھی داماد تو اس کی تعظیم کرنا عام ہے اور بدمذہب کی تعظیم ناجائز وحرام اور حدیث پاک کے خلاف ہے۔

(4) بدمذہبوں کی صحبت عقیدے کے لحاظ سے بھی زہر قاتل ہے اور یہاں ایک سنی عورت کا بدمذہب عالم کے ساتھ نکاح کرنے اس کے ایمان کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں: ''بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے، اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور زانکار نہ ہوسکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجز مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم: قال تبارک وتعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة﴾ اللہ کی

نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین
پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان للزوج
من المرأة لشعبة ماھی لشئی)) " رواہ ابن ماجة والحاکم عن محمد بن عبداللہ
بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنه "عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے
لیے نہیں۔ اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔

آیت گواہ ہے کہ زن و شوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس و محبت
الفت و رافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی
ہے کسی کی نہیں ہوتی، اور بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ومن
یتولھم منکم فانه منھم﴾ تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((المرء مع من احب)) " رواہ
الائمة احمد والستة الاابن ماجه عن انس والشیخان عن ابن مسعود واحمد
ومسلم عن جابر وابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی
الباب عن علی وابی ھریرة وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم " آدمی کا
حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کو امام محمد نے اور ابن ماجہ کے ماسوا
صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری و مسلم نے ابن مسعود
سے، احمد و مسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور رترمذی نے صفوان بن عباس
سے، اور اس باب میں علی، ابوھریرہ، ابوموسیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت

ہے۔

دلیل سوم: قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿ولا تلقوا بایدیکم الی
التھلکة﴾ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿ولا تتبع الھوی فیضلک عن
سبیل اللہ﴾ اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔

اور صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑ جانا احادیث وتجاربِ صحیحہ سے ثابت۔ رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل
المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان
تجد منه ریحا طیبة ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منه ریحا
خبیثة)) " رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالیٰ عنه " اچھے اور برے
ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا، وہ مشک
والا یا تجھے مفت دے گا یا تو اس سے مول لے گا۔ اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی، اور
دھونکنی والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی۔ اسے شیخین (امام بخاری و
مسلم) نے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 390۔۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بدمذہبوں کا نمازِ جنازہ پڑھنا

جس کا عقیدہ درست نہیں یعنی جو سنی نہیں اس کا نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

احادیث میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا ((القدریة مجوس ھذہ الأمة إن مرضوا فلا تعودوھم وإن ماتوا فلا

تشھدوھم)) ترجمہ: قدریہ (تقدیر کا منکر) فرقہ اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے اگر بیمار پڑیں تو ان کی مزاج پرسی نہ کرو اور اگر مرجائیں تو انکے جنازوں میں نہ جاؤ۔

(سنن ابو دائود ، کتاب السنة، باب فی القدر، جلد4، صفحہ 222، المکتبة العصریة، بیروت)

ترمذی شریف کی حدیث ہے "عن جابر، قال أتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بجنازة رجل لیصلی علیه فلم یصل علیه، فقیل : یا رسول الله ما رأیناك ترکت الصلاة علی أحد قبل هذا؟ قال ((إنه کان یبغض عثمان فأبغضه الله))" ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اس سے پہلے آپ کو کسی کی نماز جنازہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا تو اللہ عزوجل اس سے بغض رکھتا ہے۔

(جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان ، جلد 5، صفحہ 630، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

دیکھیں! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بُغض رکھنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا تو پھر ہم کیسے ان شیعوں کا نمازِ جنازہ پڑھیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بھی گستاخ ہیں، ان کی کتب سے یہ واضح ہے کہ جب تک کوئی شیعہ صحابہ کو گالیاں نہ دے اس کا نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ ان کے نزدیک صحابہ کو گالیاں دینا ثواب ہے جیسا کہ تحفہ اثناء عشریہ میں مذکور ہے۔

بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا

جب بدمذہبوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کی اجازت نہیں تو انہیں نماز جیسی عظیم عبادت میں اپنا امام بنانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا "لا تصلی إلا خلف من تثق به و تعلم أنه من أهل السنة" ترجمہ: کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھ جب تک تجھے یقین نہ ہوجائے کہ امام اہل سنت میں سے ہے۔

(تذکرة الحفاظ، جلد1، صفحہ 153، دار الکتب العلمیة ،بیروت)

امام محمد وامام ابویوسف وامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی "ان الصلوٰۃ خلف اھل الھواء لاتجوز" ترجمہ: اہل بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب الامۃ، جلد1 ، صفحہ 360، مکتبہ رشیدیہ ، کوئٹہ)

بدمذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا دور کی بات جو مولوی بدمذہبوں کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو بدمذہبوں سے میل جول رکھتا تھا، تو آپ نے فرمایا: "اس صورت میں وہ فاسقِ معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 07، صفحہ 625، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مسلمانوں کی ایک تعداد ہے جو ایک مرلہ زمین کی خاطر ساری زندگی سگے بھائی بہن سے کلام نہیں کرتے، اگر کوئی ان کے ماں باپ کو گالی دیدے تو لڑنے مرنے پر آجاتے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں، گستاخ صحابہ واولیاء سے محبتیں کرتے پھرتے ہیں اور ان کے پیچھے اپنی نمازیں پڑھ کر گناہ گار ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں اللہ عزوجل نماز

قبول کرنے والا ہے۔ نماز میں فقط وضو کرنا، قبلہ کی طرف منہ کرنا ہی ضروری نہیں ہے اس کے اور بھی فرائض و واجبات ہیں، اسی طرح کس کے پیچھے نماز پڑھنی ہے اس کے بھی احکامات ہیں، جب ان سب کو ملحوظ خاطر رکھ کر نماز پڑھی جائے گی تو پھر قبول ہونے کی امید ہے۔

یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ بدمذہب چاہے پاکستان کا ہو یا ہندوستان کا یا مکہ مدینہ کا وہ بدمذہب ہی ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ مکہ، مدینہ کا مولوی بدمذہب نہیں ہوسکتا، یہ بالکل غلط ہے ایسا کسی حدیث میں نہیں آیا۔ مکہ ہی میں سب سے بڑا کافر ابوجہل تھا اور مدینہ میں سب سے بڑا منافق عبداللہ بن ابی تھا یعنی جس طرح مکہ مدینہ میں صحابہ کرام جیسے عاشق ہوئے وہاں ہی بڑے بڑے کافر ہوئے ہیں اور آج بھی کئی بڑے گمراہوں کا تعلق ان دونوں شہروں سے ہے۔ پھر تاریخ گواہ ہے کہ مکہ و مدینہ جیسی پاک جگہ پر یزید کے علاوہ کئی گمراہ لوگوں کی حکمرانی رہی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی عقیدت مکہ و مدینہ جیسے عظیم شہروں سے لائق تحسین ہے لیکن جب بات عقیدے کی آئے تو جو بھی گمراہ ہے وہ شرعاً ناپسندیدہ ہے چاہے جہاں مرضی کا ہو۔ بلکہ اب تو کئی جاہل کہتے ہیں جو کچھ مکہ، مدینہ میں ہوتا ہے اسے ہی اپنایا جائے، جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں اسی طرح نماز پڑھی جائے، جس طرح وہ داڑھی رکھتے ہیں اسی طرح رکھی جائے، جس دن وہ روزہ، عید کرتے ہیں اسی دن پوری دنیا میں عید کی جائے حالانکہ سعودیہ والے چاند دیکھ کر روزہ و عید کرتے ہی نہیں بلکہ سائنسی اعتبار سے کرتے ہیں جو کہ شرعاً درست نہیں ہے۔ پھر داڑھی بھی ان کی سنت کے مطابق نہیں۔ سر پر عمامہ کی جگہ ایک رومال ہے جو سنت نہیں بلکہ اہل عرب کے دیہاتیوں کا لباس تھا۔ الغرض ہمیں شریعت کے مطابق

چلنے کا حکم ہے کسی قوم کے طرز پر زندگی گزارنے کا حکم نہیں۔ بلکہ حدیث میں واضح انداز میں اس کی مذمت کی گئی کہ اہل عرب کے طریقوں کو سنت سمجھا جائے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''((لیأتین علی الناس زمان قلوبھم قلوب العجم، قلت: وما قلوب العجم؟ قال: حب الدنیا سنتھم سنة الأعراب ما أتاھم من رزق جعلوہ فی الحیوان یرون الجھاد ضررا، والزکاۃ مغرما)) ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان کے دل عجم کے دل ہوں گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: عجم کے دل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت، ان کی سنت اہل عرب کا طریقہ ہوگی، جو رزق انہیں دیا جائے گا اسے جانوروں کو ڈال دیں گے۔ جہاد کو ضرر سمجھیں گے اور زکوۃ کو قرض سمجھیں گے۔

(المعجم الکبیر، باب العین، أبو عبد الرحمن، جلد13، صفحہ36، مکتبة ابن تیمیة، القاھرۃ)

بدمذہبوں کے متعلق صوفیاء کرام کے ارشادات

بعض جعلی پیر اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کہتے ہیں کہ مولویوں نے فرقے بنالئے ہیں فقیری لائن میں سب بھائی بھائی ہیں۔ جبکہ ائمہ تصوف جو پیری فقیری کے بادشاہ ہیں انہوں نے بدمذہبوں کی مذمت فرمائی اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" من احب صاحب بدعة احبط اللہ عملہ واخرج نورالایمان من قلبہ واذا علم اللہ عزوجل من رجل انہ مبغض صاحب بدعة رجوت اللہ تعالی ان یغفر ذنوبہ وان قل عملہ واذارأیت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا" ترجمہ: جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے عمل ضائع ہوجائیں گے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالی اپنے کسی

بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ اس
کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں اور جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا
دیکھو تو تم دوسری راہ لو۔ (غنیۃ الطالبین، جلد1، صفحہ 80، مصطفی البابی، مصر)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" من سمع من مبتدع لم ينفعه
الله بما سمع ومن صافحه فقد نقض الإسلام عروة عروة أخبرنا محمد بن
ناصر نا أحمد بن أحمد نا أحمد بن عبد الله الأصفهاني ثنا إسماعيل بن
أحمد نا عبد الله بن محمد ثنا سعيد الكريري قال مرض سليمان التيمي
فبكى في مرضه بكاء شديدا فقيل له ما يبكيك أتجزع من الموت قال لا
ولكني مررت على قدري فسلمت عليه فأخاف أن يحاسبني ربي عليه
أخبرنا عبد الوهاب بن المبارك ويحيى بن علي قالا أخبرنا أبو محمد
الصريفيني نا أبو بكر بن عبدان نا محمد بن الحسين البائع ثني أبي ثنا محمد
بن بكر قال سمعت فضل بن عياض يقول من جلس إلى صاحب بدعة
فاحذروه أخبرنا ابن عبد الباقي نا أحمد بن أحمد نا أبو نعيم ثنا سليمان بن
أحمد ثنا محمد بن النضر ثنا عبد الصمد بن يزيد قال سمعت فضيل بن
عياض يقول من أحب صاحب بدعة أحبط الله عمله وأخرج نور الإسلام
من قلبه أخبرنا محمد بن عبد الباقي نا أحمد بن عبد الله الحافظ ثنا محمد
بن علي ثنا عبد الصمد قال سمعت الفضيل يقول إذا رأيت مبتدعا في طريق
فخذ في طريق آخر ولا يرفع الصاحب البدعة إلى الله عز وجل عمل ومن
أعان صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام، وسمعت رجلا يقول

للفضيل من زوج كريمته من فاسق فقد قطع رحمها فقال له الفضيل من
زوج كريمته من مبتدع فقد قطع رحمها ومن جلس مع صاحب بدعة لم
يعط الحكمة وإذا علم الله عز وجل من رجل أنه مبغض لصاحب بدعة
رجوت أن يغفر الله له سيئاته" ترجمہ: جس شخص نے بدعتی سے علم سنا تو اس سے اللہ
تعالیٰ اسے کوئی نفع نہ دے گا۔ جس نے بدعتی سے مصافحہ کیا تو اس نے اسلام کی درستگی
توڑی۔ سعید الکریری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو
حالت مرض میں بہت کثرت سے رونا شروع کیا۔ آخر آپ سے عرض کیا گیا کہ یا حضرت
آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا موت سے اس قدر گھبراہٹ ہے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ بات
ہے کہ ایک روز میرا گزر ایک بدعتی کی طرف ہوا تھا جو تقدیر کا منکر اور مخلوق کو قادر کہتا تھا۔
میں نے اس بدعتی کو سلام کرلیا تھا تو اب مجھے سخت خوف ہے کہ میرا پروردگار کہیں مجھ سے
اس کا حساب نہ کرے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو کوئی کسی بدعتی کے
پاس بیٹھا ہو تم اس سے بچے رہنا۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ
جس کسی نے کسی بدعتی سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور اسلام کا
نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ
جب تو بدعتی کو راستہ میں دیکھے تو اپنے واسطے دوسرا راستہ اختیار کرلے اور بدعتی کا کوئی عمل
بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بلند نہیں کیا جاتا ہے۔ جس کسی نے بدعتی کی اعانت کی تو خوب
یاد رکھو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔ میں نے سنا کہ کسی نے فضیل بن عیاض رحمۃ
اللہ علیہ سے کہا کہ جس نے اپنی بیٹی کسی بدعتی سے بیاہی تو اس نے قرابت پدری کا ناتا اس
سے قطع کردیا؟ اس پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا کہ جس شخص نے

اپنی لڑکی کو بدعتی سے بیاہ دیا تو اس نے قرابت پدری کا ناتا اس سے قطع کر دیا۔ جو کوئی بدعتی کے پاس بیٹھا تو اس کو حکمت نہیں دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ جس بندہ کو جانتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

(تلبیس ابلیس، صفحہ 15، دار الفکر، بیروت)

ذم الکلام واہلہ میں ابو اسماعیل عبد اللہ الانصاری الہروی (المتوفی 481ھ) فرماتے ہیں "كان سفيان الثوری يبغض أهل الأهواء وينهى عن مجالستهم أشد النهي" ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ گمراہوں سے بغض رکھتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔

(ذم الكلام وأہلہ، جلد 5، صفحہ 142، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صاحب عقل مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ سنت و جماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے، نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔۔۔ دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبل (حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے) نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے۔ یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے (تاکہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ نہ ہو اور گمراہی سے بھی بچا رہے۔) نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کی عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آ جائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل

ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ عزوجل کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو امن و امان سے رکھے گا۔ جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔"

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 190، پروگریسو بکس، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی مونگیری کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ارسال کیا: "بدعتی کی صحبت سو کافروں سے زیادہ بری ہے۔"

(مکتوبات امام احمد رضا، صفحہ 91، مطبوعہ، لاہور)

الختصر یہ کہ بدمذہبوں کی صحبت زہر قاتل ہے۔ آج بھی اگر مسلمان ان گمراہ فرقوں والوں کی صحبت چھوڑ دیں اور اہل سنت عقائد کو جانیں تو یہ امت مسلمہ مزید تفرقہ سے بچ سکتی ہے۔ جتنے بھی فرقے ہیں ان سب کی نظر اہل سنت و جماعت کے لوگوں پر ہوتی ہے اور ان کا یہی ٹارگٹ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے فرقے میں لایا جائے کیونکہ دیگر فرقے والے اپنے اپنے مذہب میں پکے ہوتے ہیں، وہ اپنے مولویوں کی تقاریر سنتے ہیں، ان کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت و جماعت کے لوگ عموماً علم کی طرف توجہ نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ باپ دادا سنی ہوتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کے عقائد کی پراہ نہیں کرتے اور اولاد دیوبندی وہابی ہو جاتی ہے۔ اسی فتنے سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری وقت میں فرمایا تھا: "تم مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔'' (وصایا شریف، صفحہ 7)

المختصر یہ کہ گمراہ جتنا مرضی علم والا ہو، نمازی پرہیزی ہو ہرگز اس کے قریب نہ جایا جائے، خصوصا دیوبندی وہابیوں کے، یہ دیگر فرقوں کی نسبت زیادہ خطرناک ہیں چونکہ قادیانی، شیعہ وغیرہ کے متعلق عام مسلمان جانتا ہے اور دور رہتا ہے جبکہ دیوبندی وہابی خود کو اہل سنت کہتے ہیں اور قرآن وحدیث کی باتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ ان کے فرقوں میں چلے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اتنے لوگ سنی سے شیعہ اور قادیانی نہیں ہوئے جتنے دیوبندی وہابی ہوئے ہیں، پھر وہابیوں سے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کہ یہ خود کو اہل سنت کے ساتھ ساتھ حنفی بھی کہتے ہیں۔

باب سوم: گمراہوں کے مکروفریب

موجودہ دور میں ہر گمراہ فرقہ اپنے آپ کو حق پر ثابت کرتا ہے اور دوسرے فرقے کو باطل پر۔ اس کے لئے وہ دو راستے اختیار کرتا ہے، ایک یہ کہ قران وحدیث سے باطل استدلال کرتا ہے یعنی آیت وحدیث کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، لیکن وہ اسے گھما پھرا کر اپنا مطلب نکالتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ اختیار کرتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کو گمراہ ثابت کرنے کے لئے ان پر اعتراضات کرتا ہے۔ یہ سب اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ لوگ اہل سنت وجماعت کو چھوڑ کر ہمارے گروہ میں آجائیں۔ ذیل میں چند مشہور فرقوں کے مکروہ فریب ذکر کئے جاتے ہیں:۔

فصل اول: قادیانیوں کے مکروفریب

حضور خاتم النبیین ہیں

مکروفریب: قادیانی کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں لیکن اس سے مراد افضل کے اعتبار سے ہے کہ آپ جیسی شان والا نبی نہیں آسکتا آپ سے کم شان والا آسکتا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی آپ سے کم شان والا نبی تھا۔

جواب: قادیانی مرتد ہیں اور غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی ثابت کرنے کے لئے جو ٹوٹے پھوٹے دلائل دیتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کے ساتھ اپنے بعد مطلقا رسالت کی نفی فرمادی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راویت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی)) ترجمہ: بیشک رسالت ونبوت ختم ہوگئی اب میرے

بعد کوئی رسول اور نبی نہیں ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الرؤیا، جلد4، صفحہ 103، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

حضور سے کم درجہ کا بھی کوئی نبی نہیں آسکتا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب)) ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوتا۔

(الترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب عمر، جلد6، صفحہ 60، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ومرتبہ یقیناً حضور علیہ السلام سے کم ہے اور حضور علیہ السلام ان کے متعلق نبوت کی نفی فرما رہے ہیں۔تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضور سے کم درجہ کا بھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔لہٰذا قادیانیوں کا خاتم النبیین کے یہ معنی بیان کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمال ذات وصفات کے لحاظ سے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد آپ سے کم درجے کا نبی آسکتا ہے، صریح کفر ہے۔امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی ''کتاب الاقتصاد'' میں فرماتے ہیں "ان الامۃ فھمت ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لایمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص" ترجمہ: تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی ورسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو

اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے، اس کی بات ہذیان کی طرح ہے۔اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا ہے جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

(الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی، صفحہ 114، المکتبۃ الادبیہ، مصر)

حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کا کہنا یا تمنا کرنا

جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے، وہ کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔بحر الکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے "من قال بعد نبینا یکفر لانہ انکر النص و کذلك لو شك فیہ" ترجمہ: جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قطعی کا انکار کیا ہے۔اسی طرح وہ شخص جس نے اس کے بارے میں شک کیا۔درمختار وبزازیہ ومجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے "من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" ترجمہ: جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔

(مجمع الانہر، فصل فی احکام الجزیہ، جلد1، صفحہ 677، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بلکہ یہاں تک لکھا گیا ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں یا آپ کے بعد نبی ہونے کی تمنا کرے اس نے بھی کفر کیا چنانچہ اعلام بقواطع الاسلام میں ہے "و من ذلك (ای المکفرات) ایضا تکذیب نبی او نسبۃ تعمد کذب الیہ او محاربتہ او سبہ او الاستخفاف ومثل ذلك کما قال الحلیمی مالو تمنی فی زمن نبینا او بعدہ ان لو کان نبیا فیکفر فی جمیع ذلك والظاھر انہ لافرق بین تمنی ذلك باللسان او القلب مختصراً" ترجمہ: انہیں باتوں میں جو معاذ اللہ آدمی کو کافر کردیتی ہیں کسی نبی کو جھٹلانا یا اس کی طرف قصداً جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا یا نبی سے

لڑنا یا اسے بُرا کہنا، اس کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونا اور اسی کی ہم مثل دوسری باتیں جیسا کہ امام حلیمی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی شخص کے بارے تمنا کرے کہ کاش یہ نبی ہوتا۔ان تمام صورتوں میں کافر ہوجائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں وہ تمنا زبان سے یا صرف دل میں کرے۔

اور بتصریح امام حلیمی انہیں کفریات کی مثل ہے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہوجاتا۔ان صورتوں میں کافر ہوجائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں وہ تمنا زبان سے یا صرف دل میں کرے۔ (الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ،صفحہ 352، مکتبۃ الحقیقۃ، استنبول ترکی)

نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کی متعلق پیشین گوئی

پتہ چلا کہ قادیانیوں کی یہ دلیل باطل ہے کہ غلام احمد قادیانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھوٹے درجے کا نبی ہے۔ بلکہ آپ نے صراحت فرمائی کہ میرے بعد تیس جھوٹے ہونگے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔امام بخاری حضرت ابو ہریرہ سے اور احمد و مسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((إنه سیکون فی أمتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم أنه نبی، وأنا خاتم النبیین لا نبی بعدی)) ترجمہ:عنقریب اس امت میں قریب تیس دجال کذاب نکلیں گے ہرایک دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الفتن،ذکر الفتن ودلائلها،جلد4،صفحہ 97،المکتبۃ العصریۃ،بیروت)

المختصر یہ کہ غلام احمد قادیانی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ کرکے نبوت کا دعویٰ کرنا صریح کفر وارتداد ہے۔

غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسیٰ سے برتری کا دعویٰ

ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برتری کا دعویٰ ہے چنانچہ مرزا نے دافع البلاء، صفحہ 30 پر حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔پھر اسی رسالے میں لکھا ہے:''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔''

(دافع البلاء ،ضیاء الاسلام قادیان، صفحہ 30،ماخوذ از فتاوٰی رضویہ، جلد15، صفحہ 584،لاہور)

فصل دوم: منکرینِ حدیث کے مکروفریب

مکروفریب: منکرین حدیث مسلمانوں میں یہ وسوسہ ڈالتے ہیں کہ حدیثوں میں باہم تضاد ہے اور یہ کئی سالوں بعد مرتب ہوئی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع کردیا تھا چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا((لا تکتبوا عنی شیئا سوی القرآن)) ترجمہ: مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ نہ لکھو۔دوسری روایت میں ہے((فمن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه)) ترجمہ:جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھا ہے وہ مٹا دے۔اگر احادیث کی ضرورت ہوتی تو آپ اسے لکھنے سے منع نہ فرماتے۔لہٰذا بغیر حدیث کے فقط قرآن پر عمل پیرا ہونے میں نجات ہے۔

جواب: اس فتنے کا جواب یہ ہے کہ بغیر احادیث کے قرآن پر عمل پیرا کوئی نہیں ہوسکتا۔قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا ذکر ہے۔اس کے شرعی احکام کیا ہیں، نمازوں کی تعداد کتنی ہے، کس رکن میں کیا پڑھنا ہے، روزہ کن امور سے ٹوٹ جاتا ہے کن سے

نہیں ٹوٹتا، حج کے فرائض وواجبات کیا ہیں، زکوۃ کتنے مال پر لگتی ہے، کتنی دینی ہے یہ سب احادیث بتاتی ہیں۔ کئی قرآنی آیات ہیں جن کا ربط احادیث کے ساتھ ہے۔

بغیر احادیث کے فہم قرآن ممکن نہیں

بغیر احادیث کے آیات کی سمجھ ہی نہیں آسکتی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس، پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں، بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ التوبہ، سورۃ9، آیت 118)

اس آیت میں کن کی توبہ کا ذکر ہے کچھ پتہ نہیں، یہ حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کن اصحاب کے متعلق توبہ کی آیت نازل ہوئی۔ دوسری جگہ ہے ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (سورۃ المجادلہ، سورۃ58، آیت1)

اس آیت میں کون سی عورت کا ذکر ہے کچھ واضح نہیں، حدیث میں اس کی پوری تفصیل ملتی ہے۔ اسی طرح کئی اور آیات اس پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ احادیث کے بغیر کوئی فقط قرآن پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ باطل ہے۔ بلکہ ایسا

کہنے والا تو قرآن کی بھی مخالفت کرتا ہے کہ احادیث پر عمل پیرا ہونے کا تو قرآن پاک میں حکم ہے چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت 151)

یہ کتاب سے مراد تو قرآن پاک ہے اور حکمت سے مراد پختہ علم سکھانا ہے جو حدیث ہے۔

دوسری جگہ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (سورۃ النساء، سورۃ4، آیت59)

اس آیت میں نبی علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت آپ کے فرمودات وسنت سے ہوتی ہے اور یہ احادیث ہیں۔ لہذا جو یہ کہے کہ بغیر احادیث کے قرآن پر عمل پیرا ہونا کافی ہے تو وہ درحقیقت قرآن پر عمل پیرا ہی نہیں ہے۔

منکرینِ حدیث کا کہنا کہ احادیث میں تضاد ہے

جہاں تک منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ احادیث میں تضاد بہت ہے تو یہ درحقیقت احادیث میں تضاد نہیں بلکہ منکرین حدیث کی کم فہمی وکم عقلی ہے۔ عموماً احادیث میں بظاہر تضاد ہوتا ہے لیکن اس میں تطبیق ممکن ہوتی ہے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو اس میں اصول ہوتا ہے کہ اصولوں کے تحت ایک کو ترجیح دی جاتی ہے، صحیح کے مقابل ضعیف کو چھوڑ دیا جاتا ہے یا

قرائن کے تحت ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے، کئی احادیث کے متعلق خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ پہلے والا حکم منسوخ ہے جیسا کہ پہلے زیارتِ قبور سے منع کیا تھا بعد میں اس کی اجازت دے دی۔ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں جس کی وجہ سے احادیث ہی کا انکار کردیا جائے۔ موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے "إذا اختلفت الأدلة وجب الجمع بينهما إن أمكن ، وإلا يرجح بينهما ، فإن لم يمكن الترجيح يعتبر المتأخر منهما ناسخا للمتقدم" ترجمہ: جب دلائل میں اختلاف ہو تو واجب ہے کہ اگر ممکن ہو تو دونوں میں تطبیق دی جائے ورنہ ایک کو ترجیح دی جائے۔ اگر ترجیح دینا بھی ممکن نہ ہو تو بعد والی کا اعتبار کیا جائے گا اور اسے پہلی کا ناسخ مانا جائے گا۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد2، صفحه 303، دار السلاسل ،الكويت)

کیا احادیث حضور کے دور میں نہیں لکھی جاتی تھیں؟

منکرینِ حدیث خود احادیث کے منکر ہیں اور حدیث کی حجت نہ ہونے پر دلیل بھی حدیث سے ہی بنا رہے ہیں یعنی حدیث پاک پیش کررہے ہیں کہ حضور نے احادیث لکھنے سے منع کیا تھا۔ ان سے کوئی پوچھے کہ آپ قرآن سے دلیل لائیں کہ رب تعالیٰ نے احادیث پر عمل پیرا ہونے سے منع کیا ہے۔ جب آپ احادیث کو مانتے ہی نہیں تو پھر ان کا حوالہ کیوں دے رہے ہیں؟ بہرحال ان کا یہ فریب بھی کارآمد نہیں۔ دراصل ابتدائی دور میں احادیث لکھنے سے منع کیا گیا تھا کہ کہیں احادیث کو قرآن کے ساتھ خلط نہ کردیا جائے۔ جب صحابہ کرام میں قرآن اور حدیث کے امتیاز کا پتہ چل گیا تو آپ نے لکھنے کی اجازت دے دی تھی چنانچہ تقیید العلم للخطیب البغدادی میں حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عن رافع، قال قلنا يا رسول الله إنا نسمع منك أشياء

أفنكتبها؟ قال ((اكتبوا ولا حرج))" ترجمہ: حضرت رافع سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ سے کئی باتیں سنتے ہیں، کیا ہم لکھ لیا کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکھ لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(تقييد العلم للخطيب البغدادى، صفحه 72، إحياء السنة النبوية، بيروت)

دوسری روایت میں ہے "أخبرنا عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قلنا يا رسول الله إنا نسمع منك أحاديث لا نحفظها أفلا نكتبها؟ قال ((بلى فاكتبوها))" ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ سے احادیث سنتے ہیں، ہمیں یاد نہیں رہتیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، لکھ لیا کرو۔

(تقييد العلم للخطيب البغدادى، صفحه 74، إحياء السنة النبوية، بيروت)

تیسری حدیث میں ہے "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أنه قال للنبي صلى الله عليه أكتب كل ما أسمع منك؟ قال ((نعم)) قال في الغضب والرضا؟ قال ((نعم إني لا أقول في الغضب والرضا إلا الحق))" ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا میں آپ سے جو سنوں لکھ لیا کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کی آپ کیحالت غضب و رضا دونوں میں (جو آپ فرمائیں لکھ لیا کروں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں رضا اور غصے میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

(تقیید العلم للخطیب البغدادی، صفحہ 74، إحیاء السنۃ النبویۃ، بیروت)

الجامع میں معمر بن أبی عمرو (التوفی 153ھ)، المدخل إلی السنن الکبری میں أحمد بن الحسین البیہقی (التوفی 458ھ)، جامع بیان العلم وفضلہ میں أبو عمر یوسف القرطبی (التوفی 463ھ)، شرح السنۃ میں محیی السنۃ أبو محمد الحسین البغوی الشافعی (التوفی 516ھ) رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں ”عن همام بن منبه انه سمع ابا هريرة يقول يقول لم يكن من اصحاب النبي صلى الله عليه و آله وسلم احد اكثر حديثا مني الا عبد الله بن عمرو فانه كتب ولم اكتب ۔هذا حديث صحيح“

ترجمہ: حضرت ہمام بن منبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی مجھ سے زیادہ احادیث جاننے والا نہیں تھا مگر عبداللہ بن عمرو کہ وہ احادیث لکھ لیتا تھا اور میں لکھتا نہیں تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(شرح السنۃ، باب کتبۃ العلم، جلد 1، صفحہ 293، بیروت)

مسند الشامیین میں سلیمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانی (التوفی 360ھ) اور المدخل إلی السنن الکبری میں أحمد بن الحسین أبو بکر البیہقی (التوفی 458ھ) رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں ”عن أنس بن مالك قال: كان أنس إذا حدث فكثر الناس، عليه الحديث جاء بمجال له فألقاها إليهم ثم قال: هذه أحاديث سمعتها و كتبتها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عرضتها عليه“ ترجمہ: حضرت انس حدیث بیان کرتے تھے۔ جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو وہ کتابوں کا صحیفہ لے کر آئے اور لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جنہیں میں نے رسول اللہ سے سن کر لکھا ہے اور آپ کو پڑھ کر سنا بھی دی ہیں۔

(السنن الکبری، رخص فی کتابۃ--، صفحہ 415، دار الخلفاء للکتاب الإسلامی، الکویت)

پتہ چلا کہ احادیث کا لکھنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور سے شروع ہو چکا تھا، البتہ زیادہ تر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو احادیث حرف بحرف زبانی یاد ہوتی تھیں، چونکہ اہل عرب کے حافظے بہت قوی تھے، کئی کئی عربی اشعار ایک مرتبہ سن کر یاد کر لیتے تھے۔ احادیث کا یہ علم سینہ بسینہ چلتا رہا بعد میں یہ کتابت کی صورت میں آیا۔ لہٰذا یہ کہہ کر احادیث کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ احادیث بہت بعد میں مرتب ہوئی تھیں۔ اللہ عزوجل نے جس طرح اپنے حبیب کو حیات بخشی ہے اسی طرح آپ کے کلام کو بھی حیات عطا فرمائی ہے۔

اگر پھر بھی کوئی منکرِ حدیث نہیں مانتا تو اس سے کہا جائے کہ تم اس موجودہ قرآن کے قرآن ہونے پر دلیل دو یعنی ثابت کرو کہ یہ قرآن وہی قرآن ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ وہ سوائے اس کے کوئی جواب نہ دے پائے گا، صرف یہی کہے گا کہ اس قرآن کے قرآن ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اسے کہا جائے جس طرح امت مسلمہ کا اس قرآن پر اجماع ہے اسی طرح امت مسلمہ کا احادیث کے مستند ہونے پر بھی اجماع ہے۔

فصل سوم: شیعوں کے مکروفریب

کیا صحابہ کرام نے اہل بیت پر ظلم کیا؟

مکروفریب: ہر سنی مسلمان کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ساتھ اہل بیت سے بھی محبت ہوتی ہے اور اہل تشیع اہل سنت وجماعت کے بھولے بھالے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاذ اللہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اہل بیت پر بہت ظلم کیے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد محترم کی جائیداد خصوصا باغ فدک میں سے اپنا حصہ لینے آئیں تو ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساری زندگی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض رہیں اور اپنے جنازے میں بھی شرکت کرنے کی ممانعت کردی۔

جواب: اس باطل اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہرگز صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اہل بیت پر ظلم نہیں کیئے تھے بلکہ دونوں آپس میں بہت پیار محبت کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی شان وعظمت کو بیان کرتے تھے چنانچہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((ابوبکر و عمر سیدا کھول اھل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین)) ترجمہ: ابوبکر اور عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ خواہ اولین ہوں یا آخرین، سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، جلد5، صفحہ 611، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

معجم اوسط کی حدیث ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا الیہ ابو بکر" یعنی مولیٰ علی فرماتے ہیں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہم نے کبھی کسی خیر ونکوئی کی طرف ایک دوسرے سے بڑھ جانا نہ چاہا مگر یہ کہ ابوبکر ہم سے اس کی طرف سبقت وپیشی کر گئے۔

(المعجم الاوسط، حدیث 7168، جلد5، صفحہ 231، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بخاری کی حدیث حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی پھر چل رہے تھے، آپ کے ساتھ حضرت علی تھے، آپ نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آپ نے انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا "بابی شبیہ بالنبی لا شبیہ بعلی" ترجمہ: میرا باپ تم پر فدا ہو! تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل ہو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شکل نہیں۔ (ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات پر) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنس رہے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، جلد4، صفحہ 187، دار طوق النجاة)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی اولاد سے زیادہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ترجیح دینا بھی روایات سے ثابت ہے۔

باغ فدک کا مسئلہ

جہاں تک باغِ فدک نہ دینے کا تعلق ہے تو اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ باغ فدک ایک باغ ہے جس کو کفار نے بغیر لڑائی کیئے مغلوب ہوکر مسلمانوں کے حوالے کردیا تھا۔ اس باغ کی آمدنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل وعیال، ازواجِ مطہرات وغیرہ پر صَرف فرماتے تھے۔ اسکے علاوہ تمام بنی ہاشم کو بھی اس کی آمدنی سے کچھ مرحمت فرماتے تھے، مہمان اور بادشاہوں کے سفراء کی مہمان نوازی بھی اس آمدنی سے ہوتی تھی، اس سے غریبوں اور یتیموں کی امداد بھی فرماتے تھے، جہاد کا سامان تلوار، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ اس سے خریدے جاتے تھے اور اصحاب صفہ کی حاجتیں بھی اس سے پوری فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فدک اور اس قسم کی دوسری زمینوں کی آمدنی مذکورہ بالا تمام مصارف کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ اسی سبب سے بنی ہاشم کا جو وظیفہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمادیا تھا وہ زیادہ نہیں تھا۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے زیادہ پیاری تھیں مگر آپ ان کی بھی پوری کفالت نہیں فرماتے تھے

جس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی زمینوں کی آمدنی مخصوص مدوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا مال اسی کی راہ میں خرچ فرماتے تھے۔

پھر جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی فدک کی آمدنی کو انہیں تمام مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ فدک کی آمدنی خلفائے اربعہ کے زمانہ تک اسی طرح صرف ہوتی رہی۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب نے فدک کی آمدنی کو انہیں مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد باغ فدک امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ میں رہا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختیار میں رہا۔ ان کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ آیا۔ ان کے بعد زید بن حسن بن علی برادر حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تصرف میں آیا۔ پھر مروان اور مروانیوں کے اختیار میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے باغ فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے قبضہ وتصرف میں دے دیا۔ باغ فدک کی اس تاریخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ معاملہ کچھ بھی نہیں تھا مگر لوگوں نے بلاوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگا کر ان کو مطعون کیا۔

(ملخص، فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ 90 تا 91 ، شبیر برادرز، لاہور)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور وراثت کیوں نہ دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہا درجہ کے فیاض

تھے جو کچھ آتا تھا سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیتے تھے کچھ اپنے پاس باقی نہیں رکھتے تھے۔ باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت میں نہ تھا۔ باغ فدک مال فے سے تھا اسی لئے محدثین کرام فدک کی حدیث کو باب الفی میں لائے ہیں اور فے کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس کے مصارف کو خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔

(سورۃ الحشر، سورت 59، آیت 7)

اگر فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت مان بھی لیا جائے پھر بھی اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ وہ صدقہ ہے جیسا کہ بخاری میں ہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس باغ فدک اور خیبر کے حصے کے لئے آئیں تو آپ نے فرمایا "سمعت النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول (لا نورث ما ترکنا صدقۃ) إنما یأکل آل محمد فی ھذا المال و اللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم أحب إلی أن أصل من قرابتی" ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس مال کو آل محمد کھایا کرے گی۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ پیارے ہیں۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی، حدیث بنی النضیر، جلد5، صفحہ 90، دار طوق النجاۃ)

بخاری کی ایک اور حدیث ہے "قال عمر اتئدوا أنشدکم باللہ الذی بإذنہ

تقوم السماء والأرض، هل تعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ((لا نورث ما تركنا صدقة)) يريد بذلك نفسه؟ قالوا :قد قال ذلك، فأقبل عمر على عباس، وعلى فقال أنشد كما بالله، هل تعلمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد قال ذلك؟ قالا:نعم" ترجمہ:حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے فرمایا:قسم دیتا ہوں میں تم کو اس خدا کی جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہے۔تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا مال وراثت نہیں، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔سب نے کہا ہاں ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھی کہا کہ تم کو رب تعالیٰ کی قسم ہے کیا تم جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:ہاں۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی،باب حدیث بنی النضیر،جلد5،صفحہ89،دار طوق النجاۃ)

بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے"ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ((لايقتسم ورثتي دينارا ماتركت بعد نفقة نسائي و مؤنة عاملي فهو صدقة))"ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہیں کریں گے جو کچھ چھوڑ جاؤں میری ازواج کے مصارف اور عاملوں کا خرچ نکالنے کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

(بخاری شریف، کتاب الوصایا، نفقة القیم للوقف،جلد4،صفحہ12،دار طوق النجاۃ)

پتہ چلا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغِ فدک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سبب نہ دیا، معاذ اللہ آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی ذاتی بغض نہ تھا۔اگر یہ فعل کسی بغض کی وجہ سے ہوتا تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھی، آپ نے ان کو باغِ فدک کیوں نہیں دیا؟ دیگر ازواجِ مطہرات کو کیوں نہیں دیا؟ صاف ظاہر ہے آپ نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیٹی سمیت کسی کو بھی اس باغ میں سے کچھ نہیں دیا بلکہ جس طرح پہلے اس باغ کا نفع تقسیم ہوتا تھا ویسے ہی جاری رہنے دیا۔بلکہ حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں بھی اسے حضرت فاطمہ کی جائیداد سمجھ کر اس پر قبضہ نہیں کیا۔ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ نے حضور نبی کریم کے اس فرمان کو مان لیا تھا۔خود شیعوں کی کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام میراث نہیں چھوڑتے ہیں، ان کا مال وراثت نہیں بنتا۔

لہٰذا شیعوں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساری زندگی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خفا رہیں اور اپنی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے کی وصیت کی۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی تھیں۔سنن کبری بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لئے آئے اور آپ سے رضا طلب کرتے رہے حتی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہوگئیں۔اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی چنانچہ جمع الجوامع میں ہے حضرت سیدنا جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حسن اخلاق کے پیکر، محبوب رب اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی، شہزادی کونین سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو سیدنا صدیق اکبر و عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہا آپ کی نماز جنازہ میں تشریف لائے۔ سیدنا صدیق اکبر نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کو نماز پڑھانے کے لئے فرمایا تو حضرت علی نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہیں، میں آپ کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ پھر حضرت صدیق اکبر آگے بڑھے اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔"

(جمع الجوامع ،مسند ابی بکر،بحوالہ فیضان صدیق اکبر،صفحہ 432،مکتبۃ المدینہ ،کراچی)

الطبقات الکبریٰ اور کنز العمال کی روایت ہے"عن إبراهيم قال صلى أبو بكر الصديق على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم فكبر عليها أربعا" ترجمہ: ابراہیم سے مروی ہے: ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں پڑھیں۔

(کنز العمال ، کتاب الموت ،صلاۃ الجنائز ،جلد15،صفحہ 709،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

جنگِ جمل وصفین

مکروفریب: اہل تشیع سنیوں کو صحابہ کرام سے بدظن کرنے کے لئے ایک مکر یہ کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغیر کسی وجہ کے جنگ کی، کئی مسلمان شہید کروائے، حالانکہ حضرت علی کا مقام حضرت عائشہ وامیر معاویہ سے زیادہ تھا اور وہ خلیفہ وقت تھے۔

جواب: اس مکر کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جو باہم اس طرح جنگیں ہوئیں وہ باغیوں کی چال تھی۔ اس کی تاریخ کچھ یوں ہے کہ باغیوں، سبائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا اور یہ حضرت علی کے گروہ میں چھپے ہوئے تھے۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کا قصاص چاہتے

تھے، حضرت علی بھی حضرت عثمان غنی کے قاتلوں سے قصاص تو چاہتے تھے لیکن حالات ناساز گار ہونے کے سبب تاخیر کررہے تھے۔ منافقوں و باغیوں کی جھوٹی خبروں کے سبب بات جنگ تک پہنچ گئی۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لشکر دونوں آمنے سامنے ہوئے تو دونوں ہستیوں کا باہمی مذاکرہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو قتل کیا جائے گا، سبائیوں کو جب اپنی موت نظر آئی تو انہوں نے چپکے سے راتوں رات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر پر حملہ کردیا، یوں ان باغیوں کی وجہ سے یہ جنگ ہوگئی اور دونوں طرف سے مسلمانوں کی ایک تعداد شہید ہوگئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے یہ سب افعال مجتہدانہ تھے جن پر کوئی گرفت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ جمل میں جب کسی نے حضرت علی سے پوچھا"فما حالنا و حالكم إن ابتلينا غدا؟ قال إني لأرجو ألا يقتل أحد نقى قلبه لله منا و منهم إلا أدخله الله الجنة" ترجمہ: کل اگر ہماری اوران کی جنگ ہوگئی تو اس کا آخرت میں انجام کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ہمارا یا ان کا جو شخص مارا جائے گا بشرطیکہ اس کی غرض رضائے خداوندی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(تاریخ طبری ،سنۃ ست وثلاثين ،جلد4،صفحہ 496،دار التراث ،بیروت)

صحابہ کرام کا اختلاف اور ارشادِ نبوی ﷺ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد میں ہونے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے باہمی اختلافات کو جانتے تھے، اس کے باوجود آپ نے اپنے تمام صحابہ کے بارے میں زبان درازی سے منع فرمایا اور ان کی عزت وتوقیر کرنے کا حکم دیا چنانچہ مشکوۃ کی حدیث

میں ہے"عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم
يقول ((سألت ربي عن اختلاف أصحابي من بعدي فأوحى إلي يا محمد إن
أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها أقوى من بعض ولكل نور
فمن أخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى))'' ترجمہ:
حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے
ہیں میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہ میں ہونے والے اختلاف کے متعلق سوال کیا، تو
مجھ پر وحی کی گئی اے محمد! بے شک آپ کے اصحاب آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں بعض
بعض سے قوی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو نور (ہدایت) حاصل ہے، ان اختلاف ہونے پر
جو جس کی پیروی کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

(مشکوٰۃ، کتاب المناقب، مناقب قریش، جلد3، صفحہ310، المکتب الإسلامی، بیروت)

جب غیب پر خبردار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ جاننے کے باوجود تمام
صحابہ کرام کی عزت وتکریم کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر کسی کی کیا جرأت ہے کہ وہ دو چار تاریخی
کتب پڑھ کر صحابہ کرام کے متعلق بغض پیدا کر کے اپنی قبر کالی کرتا پھرے اور اپنے آپ کو
گمراہوں میں شمار کروائے۔ خصوصاً حضرت امیر معاویہ پر طعن کرنا گمراہ وجہنمیوں کا کام
ہے۔ علامہ شہاب خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں
فرمایا" ومن يكون يطعن في معوية فذالك كلب من كلاب الهاوية " ترجمہ: جو
امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(نسیم الریاض، فصل ومن توقیرہ وبرہ توقیر اصحابہ، جلد03، صفحہ 430، مطبوعہ، ملتان)

ہمیں یہی تعلیم ہے کہ صحابہ کرام کے باہم اختلافات کا ذکر نہ کریں بلکہ ان کی
اچھائیاں بیان کریں چنانچہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ((لا تذكروا مساوي أصحابي فتختلف قلوبكم عليهم واذكروا
محاسن أصحابي حتى تأتلف قلوبكم عليهم)) ترجمہ: میرے صحابہ کے مابین اس
طرح تذکرہ نہ کرو کہ لوگوں کے دل ان کے خلاف ہو جائیں۔ میرے صحابہ کی اچھائیاں
بیان کرو یہاں تک کہ تمہارے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں۔

(کنزالعمال، الفصل الاول فی فضائل الصحابہ، جلد11، صفحہ764، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن وتشنیع کرنے والا شخص گمراہ ہے۔ صحابہ کرام سے
بغض رکھنے والا گویا نبی کریم سے بغض رکھنے والا اور مستحق نار ہے۔ ترمذی کی حدیث
حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں
اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ ((فمن أحبهم فبحبي أحبهم
ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله
ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه)) ترجمہ: جس نے ان سے محبت کی اس نے میری
محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے
ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا، جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ
کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑے۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، جلد5، صفحہ696، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے دور رہنے کا حکم
ہے چنانچہ کنزالعمال کی حدیث پاک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((إن الله اختارني واختار لي أصحابي وأصهاري
وسيأتي قوم يسبونهم وينتقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا

تؤاکلوهم ولا تناکحوهم)) ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے اختیار فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ اور میرے سسرال کو پسند فرمایا۔ عنقریب ایک قوم آئے گی جو انہیں گالیاں دے گی اور ان میں نقائص نکالے گی، تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو، نہ کھاؤ پیو اور نہ ان سے نکاح کرو۔

(کنزالعمال ،الفصل الاول فی فضائل الصحابہ، جلد 11، صفحہ 745، مؤسسة الرسالۃ ، بیروت)

اہل بیت میں سے کسی کو روضہ پاک میں دفن کیوں نہیں کیا گیا؟

مکروہ فریب: اہل تشیع کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اہل بیت کو دفن نہیں کیا گیا جبکہ یہ جگہ اہل بیت کی ملکیت تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن ہونے کی تمنا کی تھی، لیکن انہیں دفن نہ کیا گیا۔

جواب: اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حجرہ مبارک اہل بیت کی ملکیت تھا بالکل غلط خود ساختہ بات ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے ان کی ذاتی ملکیت تھے۔ وفاء الوفاء میں ہے "وهذا يقتضي أن الحجر الشريفة كانت على ملك نسائه صلّى الله عليه وسلّم" ترجمہ: اس کا مقتضی یہ ہے کہ حجرے ازواج مطہرات کی ملک تھے۔

(وفاء الوفاء، جلد2، صفحہ56، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات کے حجروں کے بارے میں کتب میں موجود ہے کہ بعد میں بیچے اور خریدے گئے۔ وفاء الوفاء میں ہے "وقال مالك: كان المسجد يضيق عن أهله، وحجر أزواج النبي صلّى الله عليه وسلّم ليست من المسجد، ولكن أبوابها شارعة في المسجد، وقال ابن سعد: أوصت

سودة بيتها لعائشة رضي الله عنها، وباع أولياء صفية بنت حيي بيتها من معاوية بمائة ألف وثمانين ألف درهم، واشترى معاوية من عائشة منزلها بمائة ألف وثمانين ألف درهم، وقيل: بمائتي ألف، وشرط لها سكناها حياتها، وحمل إليها المال، فما قامت من مجلسها حتى قسمته، وقيل: بل اشتراه ابن الزبير من عائشة، وبعث إليها خمسة أجمال تحمل المال، وشرط لها سكناها حياتها، ففرقت المال" ترجمہ: مالک نے کہا: مسجد نبوی لوگوں پر تنگ ہوگئی اور ازواج مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجرے مسجد کا حصہ نہ تھے، لیکن ان کے دروازے مسجد میں تھے۔ ابن سعد نے کہا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے حجرے کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے وصیت کی تھی، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کو ان کے اولیاء نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لاکھ اسی ہزار میں فروخت کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا گھر ایک لاکھ اسی ہزار میں خریدا اور کہا گیا کہ دو لاکھ میں خریدا اور شرط کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تک حیات ہیں اس میں رہائش پذیر رہیں گی اور ان کی طرف اونٹ مال سے لدے ہوئے بھیجے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ مال مجلس سے اٹھنے سے پہلے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ کہا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گھر خریدا اور ان کی طرف پانچ اونٹوں پر مال لاد کر بھیجا اور مدت حیات تک سکونت کی شرط کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مال لوگوں میں تقسیم فرمادیا۔

(وفاء الوفاء، جلد2، صفحہ55، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

پتہ چلا کہ حجرے مبارک ازواجِ مطہرات کی ملکیت تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں دفن ہونے کے لئے آپ سے اذن مانگا تھا۔ باقی جہاں تک ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ دفن ہونا ہے یہ تو منشاء خداوندی تھا

چنانچہ ابن ماجہ میں ہے ”عن ابن أبي مليكة قال سمعت ابن عباس، يقول :لما وضع عمر على سريره، اكتنفه الناس يدعون ويصلون أو قال يثنون ويصلون عليه قبل أن يرفع، وأنا فيهم، فلم يرعني إلا رجل قد زحمني، وأخذ بمنكبي، فالتفت فإذا علي بن أبي طالب، فترحم على عمر، ثم قال :ما خلفت أحدا أحب إلي أن ألقى الله بمثل عمله منك، وايم الله، إن كنت لأظن ليجعلنك الله عز وجل مع صاحبيك، وذلك أني كنت أكثر أن أسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :ذهبت أنا وأبو بكر وعمر، ودخلت أنا وأبو بكر وعمر، وخرجت أنا وأبو بكر وعمر ، فكنت أظن ليجعلنك الله مع صاحبيك “ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے انہوں نے عبداللہ بن عباس کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضرت عمر فاروق (کے جسد مبارک) کو چار پائی پر رکھا گیا تو ان کو لوگوں نے گھیرے میں لے لیا وہ ان کے لئے رحمت کی دعا کر رہے تھے، یا یوں فرمایا کہ وہ انکی تعریف اور انکے لئے دعا کر رہے تھے۔ جنازہ کے اٹھائے جانے سے پہلے، میں ان میں شامل تھا۔ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تو میں متوجہ ہوا وہ علی بن ابی طالب تھے انہوں نے عمر کے لئے رحمت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: میں نے آپ کے علاوہ اور کسی کے متعلق نہیں چاہا کہ میں اللہ سے اس کے جیسے عمل کے ساتھ ملوں اور اللہ کی قسم، میں ہمیشہ گمان کرتا تھا کہ اللہ عزوجل آپ کو ضرور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کرے گا اور یہ گمان اس وجہ

سے تھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کثرت سے یہ فرماتے ہوئے سنتا تھا کہ میں اور ابوبکر وعمر گئے میں اور ابوبکر وعمر آئے، میں اور ابوبکر وعمر نکلے اس لئے میں گمان کرتا تھا کہ اللہ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں سے ملا دے گا۔

(ابن ماجه، كتاب الايمان، أبي بكر الصديق ،جلد1 ،صفحه37 ،دار إحياء الكتب العربية ، الحلبي)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی قبر مبارک حجرہ مبارک میں بننے کا اذن مانگا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دے دی تھی لیکن مروان نے دفن نہیں ہونے دیا چنانچہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”شیعہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عائشہ صدیقہ محبوبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دفن کے معاملہ میں کہ اپنے جدّ اطہر کے قرب میں دفن کیا جاؤں، اذن مانگا ہے، لیکن بعد وفات امام حسن کے مروان بدبخت نے اس قرانِ سعدین سے منع کیا۔ حضرت امام حسین اپنے کنبے اور غلاموں سمیت ہتھیار باندھ کر مستعد مقابلہ اور لڑائی کے ہوئے۔ مروان نے مع فوج کثیر کے گرداگرد مسجد مقدس نبوی اور حجرہ شریفہ مصطفوی کے انبوہ کیا اور معنی ”جفت الجنة بالمكاره“ کے نمودار ہوئے (یعنی گھیری گئی ہے جنت مکروہات سے) خوف قوی تھا کہ ان بدبختوں کے ہاتھ سے کوئی صدمہ حضرت امام اور ان کے لواحقوں کو پہنچے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور مصالحت بیچ میں پڑ گئے اور امام کے شدت غضب وجلال کو دبایا اور مصلحت وقت کو ان کی جناب پاک میں عرض کیا۔ پس اگر ملکیت حجرہ کی عائشہ کو ثابت نہ تھی تو حضرت امام نے کیوں ان سے اذن چاہا؟ صاف ظاہر ہے کہ اگر ان کی ملکیت نہ تھا تو مروان سے کہ حاکم اور متصرف بیت المال اور وقف چیزوں کا تھا، اذن لینا چاہئے تھا۔ اب اس کی ممانعت کے

مقابلہ میں کہ صیغہ حکومت کا رکھتا تھا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گو اذن دیدیا، مگر اس اذن نے کچھ کام نہ دیا۔ اگر شیعوں میں سے کوئی منکر اس روایت کا ہو چاہیئے اسی کتاب کو کہ ''مہمہ فی معرفۃ الائمہ'' اور اپنی کتابوں کو دیکھے۔''

(تحفہ اثناء عشریہ (مترجم)، صفحہ 694، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

بالفرض حجرہ مبارک کو حضور علیہ السلام کی ملکیت مان بھی لیا جائے تب بھی وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بطور وراثت ملکیت نہیں آتا کہ نبی علیہ السلام کا مال وراثت نہیں بنتا جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

قصہ قرطاس

مکروفریب: شیعہ لوگ بخاری شریف کی ایک حدیث سے لوگوں میں یہ وہم ڈالتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے قریب فرمایا کہ قلم دوات لاؤ میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھ دیتا ہوں جو تمہیں گمراہی سے بچائے گا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ نے یہ حکم نہ مانا، اس نوشتہ میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا تھا۔ شیعوں کی ایک ویب سائیٹ میں اس مسئلہ کو کچھ اس طرح لکھا گیا ہے: ''حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم اپنی جانشینی کا اعلان کر چکے تھے اب آخری وقت میں آپ نے یہ ضروری سمجھتے ہوئے کہ اسے دستاویزی شکل دیدوں اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم ودوات اور کاغذ دیدو تا کہ میں تمہارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمہیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو۔ یہ سن کر اصحاب میں باہمی چہ می گوئیاں ہونے لگیں لوگوں کے رجحانات قلم ودوات دے دینے کی طرف دیکھ کر حضرت عمر نے کہا ''ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ'' یہ مرد ہذیان بک رہا ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے صحیح بخاری۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔۔۔ حضرت عمر نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا۔

(الفاروق)

لغت میں ہذیان کے معنی بیہودہ گفتن یعنی بکواس کے ہیں۔ (صراح)

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں: ''جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انہوں نے تو دھینگا مستی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہمارے ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس بر جا نہیں ہیں۔ کاغذ، قلم ودوات کا لانا کچھ ضروری نہیں خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے۔''

(امہات الامہ)

اس واقعہ سے آنحضرت کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے جھنجلا کر فرمایا ''قوموا عنی'' میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ نبی کے روبرو شوروغل انسانی ادب نہیں ہے۔ علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن، سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہد و پیمان کیا تھا کہ لانود ھذہ الامر فی بنی ہاشم پیغمبر کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے۔ (مجمع البحرین)

میں کہتا ہوں کہ کون یقین کر سکتا ہے کہ جیش اسامہ میں رسول سے سرتابی کرنے والوں جس میں لعنت تک کی گئی ہے اور واقعہ قرطاس میں حکم کو بکواس بتلانے والوں کو رسول خدا نے نماز کی امامت کا حکم دیدیا ہوگا۔ میرے نزدیک امامت نماز کی حدیث نا قابل قبول ہے۔''

(http://www.tebyan.net/index.aspx?pid=57503)

جواب: یہ شیعوں کا بہت بڑا مکر ہے جس سے وہ اہل سنت کو حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس مکر کا جواب درج ذیل ہے:۔

شیعوں کا کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے بعد مقام غدیر خم پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین بنادیا تھا ایک منگھڑت جھوٹی بات ہے۔ پھر شیعوں کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام نے قلم دوات اس لئے منگوائی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تحریری طور پر خلافت کا حکم لکھ دیا جائے یہ بھی خودساختہ تفسیر ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واضح الفاظ میں فرمادیا تھا کہ اللہ عزوجل نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تم پر ترجیح دی ہے چنانچہ خطیب بغدادی وابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((سألت اللہ ثلثا ان یقدمك فابی علی الا تقدیم ابی بکر)) ترجمہ:اے علی!میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھنا۔

(تاریخ بغداد، حدیث 5921 ،جلد 11 ،صفحہ 213، دارالکتاب العربی، بیروت)

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کو واضح الفاظ میں اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام علالت میں واضح فرمادیا تھا کہ ابوبکر صدیق کو میرے پاس بلاؤ کہ اس کے نام وصیت لکھ دوں چنانچہ صحیح مسلم اور صحیح ابن حبان میں ہے"عن عائشة قالت:قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی مرضه ادعی لی أبا بکر أباك حتی أکتب، فإنی أخاف أن یتمنی متمن ویقول أناأولی ویأبی اللہ والمؤمنون إلا أبا بکر"ترجمہ:حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام

علالت میں فرمایا:بُلا میرے پاس اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو تاکہ میں وصیت نامہ لکھدوں۔میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے یا کوئی کہنے والا کہے کہ میں ہی ہوں اور کوئی نہیں ہے حالانکہ خدا اور مؤمنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے۔

(صحیح ابن حبان، باب مرض النبی ﷺ---جلد 14، صفحہ 564، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمادی تھی کہ مؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کریں گے۔یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام بشمول علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو دل سے قبول کیا۔

جو اہل تشیع طعن کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو ہذیان کہا اور ہذیان بکواس کو کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط و باطل ہے۔پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ الفاظ کثیر لوگوں نے کہے تھے فقط حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام ڈال دینا درست نہیں۔چنانچہ بخاری کی حدیث ہے"فقالوا:هجر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم" دوسری بات یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ"ہجر" آیا ہے اور یہ لفظ لغت میں اختلاط کلام کے معنیٰ میں آتا ہے ایسے طور پر کہ سمجھا نہ جائے۔یہ دو قسم کا ہوتا ہے:ایک قسم میں وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ ہوتا ہے کہ آواز بیٹھ جائے ،لفظ اچھی طرح سمجھ نہ آئے۔یہاں اسی معنیٰ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی سمجھ صحابہ کو نہ آئی اور انہوں نے مزید وضاحت سے پوچھنے کا کہا چنانچہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے"عن سعید بن جبیر، قال :قال ابن عباس:

يوم الخميس، وما يوم الخميس؟ اشتد برسول الله صلى الله عليه وسلم وجعه، فقال :ائتونى أكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده أبدا، فتنازعوا ولا ينبغى عند نبى تنازع، فقالوا :ما شأنه، أهجر استفهموه؟ فذهبوا يردون عليه، فقال :دعونى، فالذى أنا فيه خير مما تدعونى إليه وأوصاهم بثلاث، قال :أخرجوا المشركين من جزيرة العرب، وأجيزوا الوفد بنحو ما كنت أجيزهم وسكت عن الثالثة أو قال فنسيتها'' ترجمہ:سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جمعرات کا دن، ہاں اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت شدت کا درد ہو رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا لاؤ سامان لکھنے کا، میں ایک تحریر لکھوا دوں اگر تم نے اس پر عمل کیا تو پھر گمراہ نہ ہوگے۔لوگ جھگڑنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھگڑا کرنا اچھا نہیں ہے۔ کسی نے کہا بیماری کی شدت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بول رہے ہیں لہٰذا آپ سے دوبارہ پوچھو۔لوگوں نے پوچھنا شروع کردیا۔آپ نے فرمایا رہنے دو میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے اچھا ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس کے بعد آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے زبانی تین ہدایات فرمائیں:۔ اول میرے بعد مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، دوسرا سفیروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، سعید بن جبیر نے کہا کہ ابن عباس تیسری بات بھول گئے۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ، جلد6، صفحہ9، دار طوق النجاۃ)

اس حدیث پاک میں چند باتیں غور طلب ہیں:۔

(1) صحابہ نے بطور انکار یہ نہیں کہا بلکہ انہیں سمجھ نہیں آئی اس لئے دوبارہ پوچھا۔

(2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ پوچھنے پر نہ قلم لانے سے منع

کردیا۔

(3) آپ نے جو وصیت فرمانی تھی وہ زبانی بتادی اور اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنانے کا نہیں کہا بلکہ دیگر وصیتیں کیں جس کا حدیث پاک میں ذکر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قلم دوات کے متعلق جو کہا تھا وہ حضور کے آرام کے لئے تھا چنانچہ مروی ہے:''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تکلیف کی شدت ہے اور تم لوگوں کے پاس قرآن ہے اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔''بقول اہل تشیع کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان کرنا تھا، اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد پانچ روز تک حیات رہے، آپ نے بعد میں کیوں نہیں کیا؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید کی ورنہ اگر یہاں کوئی رب تعالیٰ کا حکم پہنچانا ضروری ہوتا تو کبھی بھی آپ خاموش نہیں رہتے وہ حکم بیان ضرور کرتے جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان:اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ5، آیت67)

باقی جو اہل تشیع نے وہابی مولوی نذیر احمد دہلوی کا قول نقل کیا ہے یہ ہمارے لئے حجت نہیں ہم اس قول کو باطل سمجھتے ہیں۔شیعوں کے مزید مکروہ فریب اور ان کے جواب

کے لئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحفہ اثناء عشریہ'' کا مطالعہ کریں۔

فصل چہارم: وہابیوں کے مکروفریب

وہابیوں کا خودکواہل حدیث ثابت کرنا

مکروہ فریب: آج کل کے وہابی اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوا کر ثابت کرتے ہیں کہ یہ نام بہت پرانا ہے، پہلے زمانے میں اہل حدیث وہ ہوتے تھے جو ہماری طرح کسی امام کے مقلد نہیں ہوتے تھے بلکہ خود قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ انٹرنیٹ پر ایک غیر مقلد وہابی نے گروہ وہابیہ کو جنتی فرقہ ثابت کرنے کے لئے یوں لکھا ہے: ''رسول اللہ کی اس حدیث کا مطلب: میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی ان کا مخالف ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آجائے۔ (مسلم) محدثین نے یہی لیا ہے کہ وہ گروہ اہل حدیث ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

آیئے اب آپ کے سامنے لقب اہل حدیث کے وہ دلائل پیش کیے جارہے ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے موجودہ دور تک ہیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ ان شاء اللہ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب حدیث کے جوان طلباء کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے، تمہیں مرحبا ہو، رسول اللہ نے تمہاری بابت ہمیں وصیت فرمائی ہے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمہارے لیے اپنی مسجدوں میں کشادگی کریں اور تم کو حدیث سمجھائیں کیونکہ تم ہمارے تابعی جانشین اور اہلحدیث ہو۔ (شرف اصحاب الحدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اہلحدیث

اس حال میں آئیں گے کہ ان کے ساتھ روایتیں ہونگی، پس اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ تم اہلحدیث ہو نبی پاک پر درود بھیجتے ہوئے جنت میں داخل ہوجاؤ۔ (طبرانی، القول البدیع للسخاوی) خیر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اہل حدیث تھے۔ (تاریخ بغداد)

سید التابعین حضرت عامر بن شرجیل شعبی رحمہ اللہ (متوفی 104ھ) اہلحدیث تھے۔ (تاریخ بغداد) شیخ علی ہجویری لاہوری نے فرمایا ہے ''عبداللہ بن المبارک امام الحدیث تھے۔'' یعنی عبداللہ بن مبارک اہلحدیث کے امام تھے۔ (کشف المحجوب) علامہ ذہبی اور امام خطیب نے ذکر کیا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ خلیفہ عبدالمالک بن ابوسفیان، عاصم الاحول، عبیداللہ بن عمرو، یحی بن سعید الانصاری رحمہ اللہ تابعین میں اہل حدیث کے امام تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، تاریخ بغداد) امام ثوری نے کہا ہے کہ اہلحدیث میرے پاس نہ آئیں تو میں ان کے پاس ان کے گھروں میں جاؤں گا۔ (شرف اصحاب الحدیث) تبع تابعین حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو ان کے استاد امام ابوحنیفہ نے اہلحدیث بنایا تھا جیسا کہ آپ اپنے لفظوں میں یوں بیان کرتے ہیں پہلے پہل امام ابوحنیفہ نے ہی مجھے اہلحدیث بنایا تھا۔ (حدائق الحنفیہ، تاریخ بغداد) ائمہ اربعہ خود بھی اہل حدیث تھے اور بڑے ہی شدومد کے ساتھ لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کرتے ہوئے صرف قرآن وسنت کی دعوت دیتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ''امام شافعی نے اہلحدیث کا مذہب پکڑا اور اسی کو اپنے لیے پسند فرمایا۔'' (منہاج السنہ) علامہ ابن القیم اعلام الموقعین میں امام شافعی کا قول نقل فرماتے ہیں: ''تم اپنے اوپر حدیث والوں (اہلحدیث) کو لازم پکڑو کیونکہ وہ دوسروں کے اعتبار سے زیادہ درست اور صحیح ہیں۔'' امام شافعی اہلحدیث کے مذہب پر تھے بلکہ مذہب اہلحدیث کے مبلغ تھے کہ امام

نووی نے امام شافعی کے حالات زندگی میں لکھا ہے۔ پھر عراق گئے علم حدیث کو پھیلایا اور مذهب اہلحدیث قائم کیا۔ (تهذيب الاسماء واللغات)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ طائفہ منصورہ والی روایت کی تشریح یوں فرماتے ہیں '' ان لم يكونوا اہلحدیث فلا ادری من هم ''یعنی اگر طائفہ منصورہ سے مراد اہلحدیث نہیں تو پھر مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں (نووی شرح مسلم) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بالاتفاق اہلحدیث اماموں کے امام ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ امام احمد اہلحدیث کے مذہب پر تھے۔ (منہاج السنة و ابن خلدون و الملل و النحل) خلیل بن احمد، صالح بن محمد رازی سے روایت ہے وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ''اگر اہلحدیث اللہ کے ولی نہ ہوں تو زمین میں پھر اللہ کا کوئی بھی ولی نہیں۔'' (شرف اصحاب الحدیث) امام محمد بن حبان رحمہ اللہ کی شہادت: یعنی یہ بات درست ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ کے سب سے قریب اہلحدیث ہونگے۔ (جواہر البخاری) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ کی شہادت: آپ نے فرمایا ''اہل بدعات کی کچھ علامتیں ہیں جن سے ان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ ایک علامت تو یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کو برا کہتے ہیں۔'' (غنیۃ الطالبین)

اہل الحدیث سے مراد محدثین کرام اور عوام دونوں ہیں۔ یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ اہل الحدیث سے مراد صرف محدثین ہیں جبکہ حقیقت میں اہل الحدیث سے مراد محدثین (صحیح العقیدہ) اور حدیث پر عمل کرنے والے ان کے عوام دونوں مراد ہیں اس کی فی الحال دس دلیلیں پیش خدمت ہیں: علمائے حق کا اجماع ہے کہ طائفہ منصورہ (فرقہ ناجیہ) سے مراد اہلحدیث ہیں جس کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے تو کیا فرقہ ناجیہ صرف محدثین

ہیں؟ ہرگز نہیں یہ بالکل خلاف عقل اور خلاف حقیقت ہے، طائفہ منصورہ اهل الحدیث سے مراد محدثین اور ان کے عوام دونوں ہیں۔ امام اہلسنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا "صاحب الحديث عندنا من يستعمل الحديث" ہمارے نزدیک اہلحدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔ (مناقب الامام احمد بن حنبل لابن الجوزی) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اہلحدیث کا یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے حدیث سنی، لکھی یا روایت کی ہے بلکہ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ، معرفت اور فہم کا ظاہری اور باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری اور باطنی لحاظ سے اس کی اتباع کرتا ہے اور یہی معاملہ اہل قرآن کا ہے۔''

(مجموع فتاوی ابن تیمیہ)

جواب: وہابی مولوی کی یہ تحریر بظاہر وہابی فرقہ کے لوگوں کے لئے بڑی دلکش ہے اور اس تحریر کو پڑھ کر یقیناً انکی فرقہ وہابیت میں استقامت بھی ہوگی۔ اب اس تحریر کی اصلیت کو واضح کیا جاتا ہے۔ وہابی مولوی نے فرقہ اہل حدیث کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ناجی فرقہ قرار دیدیا جبکہ اہل حدیث اسلاف میں محدثین کا ایک گروہ تھا نہ کہ اہل سنت سے الگ کوئی فرقہ تھا۔ درحقیقت علمائے اسلاف میں دو گروہ تھے ایک اہل رائے تھا اور ایک اہل حدیث تھا۔ اہل رائے گروہ عراق کے مدرسہ سے تھے اور اہل حدیث حجاز کے۔ اہل رائے کا یہ عمل تھا کہ جس درپیش مسئلہ کے متعلق قرآن یا حدیث یا صحابہ کرام سے اس کا جواب نہ ملتا تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد وقیاس کرتے تھے۔ جبکہ اہل حدیث گروہ اگر اس مسئلہ کا حل قرآن وحدیث سے نہ ملتا تو خاموش رہتے یا بہت کم اجتہاد کرتے۔ تاریخ التشریع الاسلامی میں ہے "نشأة أهل الرأى وأهل الحديث: عرفنا من قبل أن تفرق

الصحابة فی الأمصار أحدث حركة علمية فی كل مصر تفاوتت فی منهجها بتفاوت هؤلاء الصحابة، وتأثر تلاميذهم بهم، وقد تمايز فی هذا التفاوت منهجان: أحدهما: منهج "أهل الرأی" أو مدرسة الكوفة بالعراق۔ والثانی: منهج "أهل الحديث" أو مدرسة المدينة بالحجاز" ترجمہ: اہل رائے اور اہل حدیث کا آغاز۔ جیسا کہ ہم نے پہلے جانا کہ صحابہ کرام مختلف شہروں میں گئے اور وہاں مختلف مسائل درپیش ہوئے۔ ہر صحابہ کا انداز استدلال مختلف تھا۔ یہی انداز ان کے شاگردوں میں بھی منتقل ہوا۔ اسی تفاوت کے سبب دو گروہ وجود میں آئے ایک اہل رائے جو مدرسہ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے اور ایک اہل حدیث جو مدرسہ مدینہ حجاز سے تعلق رکھتے تھے۔

(تاریخ التشریع الاسلامی، صفحہ 289، مکتبۃ وہبۃ)

ان دونوں مدرسوں سے بڑے بڑے ائمہ کرام تعلق رکھنے والے تھے۔ المدخل إلى دراسة المذاهب الفقهية میں علی جمعۃ محمد عبدالوہاب لکھتا ہے "ظهور مدرسة أهل الحديث ومدرسة أهل الرأی والاجتهاد بالرأی فی هذا العصر كان يقوم على أساس النظر إلى علل الأحكام، ومراعاة المصلحة. والفقهاء كانوا فريقين: فريق يتهيب من الرأی، ولا يلجأ إليه إلا قليلا، وكان أكثر هؤلاء الفقهاء فی المدينة بالحجاز. وفريق لا يتهيب من الرأی، بل يلجأ إليه كلما وجد ضرورة لذلك، وكان أكثر هذا النوع من الفقهاء فی الكوفة بالعراق. وكان رئيس مدرسة الحديث الإمام سعيد بن المسيب المتوفی سنة 94ه)، وهو أحد الفقهاء السبعة وكان رئيس مدرسة الرأی فی الكوفة: إبراهيم بن يزيد النخعی شيخ حماد ابن أبی سليمان المتوفی سنة96ه) وهذا شيخ أبی حنيفة" یعنی

مدرسہ اہل حدیث والے اجتہاد قائم کرنے سے ڈرتے تھے، بہت کم مسائل میں اجتہاد کرتے تھے اور ان میں اکثر فقہاء مدینہ حجاز کے تھے۔ کوفہ کے اکثر فقہاء جس مسئلہ میں دلیل نہ ملتی اس میں اکثر اجتہاد کرتے تھے۔ مدرسہ اہل حدیث کے رئیس امام سعید بن میب (متوفی 94ھ) رحمۃ اللہ علیہ تھے جو فقہائے سبعہ میں سے ایک تھے۔ مدرسہ اہل رائے کوفہ کے رئیس ابراہیم بن یزید نخعی شیخ حماد ابن سلیمان (متوفی 96ھ) رحمۃ اللہ علیہ تھے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔

(المدخل إلى دراسة المذاهب الفقهية، صفحہ 353، دار السلام، القاهرة)

(1) اہل رائے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں کثیر صحابہ کرام تھے جو فقہاء تھے، جب کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا وہ اسے باہم مشاورت واجتہاد سے حل فرماتے تھے۔ ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ "وقد عرفت من قبل أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه أرسل عبد الله بن مسعود إلى أهل الكوفة ليعلمهم، وكانت حركته واسعة، ونهج تلاميذه من بعده نهجه، فاعتبرت مدرسة ابن مسعود بالعراق نواة لمدرسة الرأی" آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ تعلیم دینے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت بہت وسیع تھی اور ان کے شاگردوں میں بھی یہی چیز منتقل ہوئی۔ تو اس مدرسہ کو عراق میں ابن مسعود کے نام سے جانا گیا اور یہ مدرسہ اہل رائے کی بنیاد تھی۔

(2) اہل حدیث: ان کا تعلق حجاز کے ساتھ تھا جو حضرت ابن عمر و دیگر صحابہ کرام

واسلاف کے پیروکار تھے۔ "ومذهب مدرسة أهل الحديث:أنهم إذا سئلوا عن شیء، فإن عرفوا فيه آية أو حديثا أفتوا، وإلا توقفوا" ان سے جب کسی مسئلہ میں پوچھا جاتا تو اگر یہ اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کچھ جانتے تو فتوی دیتے ورنہ توقف فرماتے۔ (تاريخ التشريع الإسلامی، صفحه 290، 292، مكتبة وہبة)

یعنی اہل حدیث کا تعلق محدثین، فقہاء کرام کے ساتھ ہے۔ معجم لغة الفقہاء میں ہے "أصحاب الحديث:فقهاء المحدثين كأحمد بن حنبل وابن شهاب الزهری وعبد الرحمن بن أبی ليلى والشعبی، وغالب أهل الحديث حجازيون" ترجمہ: اصحاب الحدیث سے مراد فقہاء محدثین ہیں جیسے امام احمد بن حنبل، ابن شہاب زہری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، شعبی اور اہل حدیث زیادہ تر حجازی تھے۔

(معجم لغة الفقهاء، صفحه 70، دار النفائس)

اہل رائے اور اہل حدیث دونوں گروہ حق پر تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ پر تھے۔ اہل رائے اجتہاد و قیاس اس وقت کرتے تھے جب ان کے پاس قرآن وحدیث اور صحابہ کرام سے دلیل نہ ملتی تھی۔ اس وقت ان کا اجتہاد کرنا صحابہ کرام کی سنت پر عمل تھا۔ الفقیہ والمتفقہ میں حضرت أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد بن مہدی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی بن خشرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں "كنا فی مجلس سفيان بن عيينة فقال يا أصحاب الحديث تعلموا فقه الحديث لا يقهر كم أهل الرأی ماقال أبو حنيفة شيئا إلا و نحن نروی فيه حديثا أو حديثين" ترجمہ: ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے کہ انہوں نے فرمایا اے اصحاب الحدیث تفقہ حدیث سیکھو۔ اس مسئلہ میں اہل رائے تم پر غالب نہ آجائیں۔

امام ابوحنیفہ نے جو بھی مسئلہ بیان کیا ہے ہم دیکھتے ہیں اس مسئلہ کے پیچھے ایک یا دو حدیثیں ضرور ہیں۔ (الفقيه و المتفقه، جلد 1، صفحه 549، دار ابن الجوزی، السعودية)

کتب میں بعض مقامات پر اہل رائے کی مذمت وارد ہے اس سے ہرگز فقہائے کرام کا یہ گروہ مراد نہیں جیسا کہ وہابیوں نے سمجھ لیا ہے بلکہ اس سے مراد وہ جاہل و بے دین ہیں جو بغیر علم کے اپنی رائے سے عقائد و فقہ میں فتوے دیتے ہیں جیسا کہ موجودہ دور کے جہلاء ہیں۔ العدة فی أصول الفقہ میں قاضی أبو یعلی محمد بن الحسین (المتوفی 458ھ) لکھتے ہیں "عن الإمام أحمد أنه لا يروی الحديث عن أصحاب الرأی، ثم بين المؤلف مراد الإمام أحمد بقوله :وهذا محمول على أهل الرأی من المتكلمين، كالقدرية ونحوهم" ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول مروی ہے کہ اصحاب الرائے سے حدیث روایت نہ کرو۔ مؤلف نے امام احمد بن حنبل کا مطلب بیان کیا کہ ان کی یہ بات ان اہل رائے پر محمول ہے جو بدعقیدہ ہیں جیسے قدریہ فرقہ وغیرہ۔ (العدة فی أصول الفقه، جلد 1، صفحه 56)

یہ دونوں گروہ شروع شروع میں اپنے اصولوں پر بہت زیادہ کاربند تھے، بعد میں یہی اصول ائمہ اربعہ میں منتقل ہوگئے۔ امام شافعی نے اپنی فقہ میں ان دونوں گروہ کے اصول جمع کردیئے چنانچہ شرح متن أبی شجاع میں محمد حسن عبدالغفار لکھتے ہیں "وقد جمع الشافعی بين مدرسة أهل الحديث ومدرسة أهل الرأی، وهو أول من أشاع علم أصول الفقه" یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ اہل حدیث اور اہل رائے کو جمع کیا اور یہ علم اصولِ فقہ میں پہلی اشاعت تھے۔ (شرح متن أبی شجاع)

اسی طرح دیگر ائمہ کرام میں یہ اصول مخلوط ہوگئے اور یہ اصطلاح ختم ہوگئی، یہی

وجہ ہے کہ چاروں ائمہ کرام کے بعد اہل حدیث و اہل فقہ کی وہ بنیادی اصطلاح ختم ہوگئی، علماء خود کو اہل حدیث یا اہل رائے کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے۔ البتہ عرفی طور پر ان محدثین کو جوفقیہ بھی ہوتے تھے انہیں اہل حدیث کہا جاتا تھا اور فقہائے کرام کو اہل فقہ۔

کیا اہل حدیث سے مراد غیر مقلد ہونا ہے؟

غیر مقلدین کا اپنے آپ کو اہل حدیث ثابت کرنا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ اسلاف میں جن کو اہل حدیث کہا جاتا تھا ان میں بہت سارے مجتہد اور ایک بڑی تعداد مقلدین کی تھی، چند حوالے پیشِ خدمت ہیں:۔

البدایہ والنہایہ میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "حسان بن محمد بن أحمد بن مروان أبو الوليد القرشي الشافعي إمام أهل الحديث " یعنی حسان بن محمد بن احمد بن مروان ابو ولید قرشی شافعی اور امام اہل حدیث تھے۔

(البداية والنهاية، جلد 11، صفحه 269، دار إحياء التراث العربي)

الدارس فی تاریخ المدارس میں عبدالقادر بن محمد النعیمی الدمشقی (المتوفی 927ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں " أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن عساكر الدمشقي الشافعي إمام أهل الحديث في زمانه" یعنی ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ ابن عساکر دمشقی شافعی اپنے زمانہ کے امام اہل حدیث تھے۔

(الدارس في تاريخ المدارس، صفحه 75، دار الكتب العلمية، بيروت)

شذرات الذہب فی أخبار من ذہب میں عبد الحی بن أحمد الحنبلی (المتوفی 1089ھ) لکھتے ہیں "شمس الدّين محمد الداودي المصري الشافعي وقيل المالكي، الشيخ الإمام العلّامة المحدّث الحافظ. كان شيخ أهل الحديث في

عصره" یعنی شمس الدین محمد داودی مصری شافعی کہا گیا کہ مالکی، شیخ علامہ محدث حافظ اپنے زمانے کے شیخ اہل حدیث تھے۔

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب، جلد 10، صفحه 375، دار ابن كثير، بيروت)

مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان میں أبو محمد عفیف الدین عبد اللہ الیافعی (المتوفی 768ھ) لکھتے ہیں "الحافظ الرحال محمد بن عبد الغني، المعروف بابن نقطة الحنبلي كان من أهل الحديث " یعنی محمد بن عبد الغنی معروف ابن نقطہ حنبلی اہل حدیث میں سے تھے۔

(مرآة الجنان وعبرة اليقظان، جلد 4، صفحه 55، دار الكتب العلمية، بيروت)

تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں شمس الدین أبو عبد اللہ محمد الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں "محمد بن إبراهيم بن سعيد الإمام أبو عبد الله العبدي، الفقيه المالكي البوشنجي. شيخ أهل الحديث في زمانه بنيسابور" یعنی محمد بن ابراہیم بن سعید فقیہ مالکی، نیسابور میں اپنے دور کے شیخ اہل حدیث تھے۔

(تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، جلد 22، صفحه 150، المكتبة التوفيقية)

واضح ہوا کہ اہل حدیث سے مراد وہ شخصیات ہیں جو احادیث کا علم رکھتی تھیں جیسے امام احمد بن حنبل، ابن شہاب زہری، عبد الرحمٰن بن ابی لیلی، شعبی، امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔ وہابی غیر مقلد کا اپنے آپ کو ان میں شامل کرنا اور وہ تعریفات جو اہل حدیثوں کے متعلق ہیں انہیں اپنے پر صادق کرنا، تحریف ہے۔ کہاں وہ علمی شخصیات جن کو لاکھوں کے حساب سے زبانی بسند احادیث یاد تھیں اور کہاں موجودہ غیر مقلد جنہیں داڑھی رکھنے کا تمیز نہیں، بات بات پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے، وہ اہل حدیث بنتے پھریں۔

دوسرا یہ کہ وہابی اور اہل سنت دو الگ فرقے ہیں جبکہ اسلاف میں جو اہل حدیث

تھے ان کا تعلق اہل سنت و جماعت سے تھا۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ اہل حدیث اور اہل رائے اصطلاحی طور پر دو گروہ تھے ورنہ عقائد کے اعتبار سے یہ دونوں اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ طبقات الشافعیۃ الکبری میں تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی (المتوفی 771ھ) لکھتے ہیں "و کذالك أهل الرأى مع أهل الحديث ... فى الاعتقاد الحق متفقان" ترجمہ: اسی طرح اہل رائے اور اہل حدیث عقائد حق میں متفق ہیں۔

(طبقات الشافعیة الکبری، جلد3، صفحہ 338)

وہابی مولوی کا وہابی فرقہ کا فرقہ ناجیہ ہونے کا جو استدلال امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے کیا ہے "اگر طائفہ منصورہ سے مراد اہلحدیث نہیں تو پھر مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں؟" وہابیوں کا یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ اہل سنت و جماعت جنتی گروہ نہیں بلکہ اس سے وہی اہل حدیث مراد ہیں جو اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں اور اسلاف اہل حدیث سے یہی گروہ مراد لیتے تھے چنانچہ شرح مسلم میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " وقال أحمد بن حنبل إن لم يكونوا أهل الحديث فلا أدرى من هم ؟ قال القاضى عياض إنما أراد أحمد أهل السنة والجماعة ، ومن يعتقد مذهب أهل الحديث " ترجمہ: امام احمد بن حنبل نے فرمایا اگر اس گروہ سے مراد اہلحدیث نہیں تو پھر مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں؟ قاضی عیاض نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں ارادہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ وہ سنی جو اہل حدیث گروہ کی پیروی کرتا ہے۔

پھر وہابی مولوی کی فریب کاری دیکھیں انہوں نے امام احمد بن حنبل کو وہابی بنانے کی کیسی کوشش کی چنانچہ لکھا ہے: "امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بالاتفاق اہلحدیث اماموں کے

امام ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ امام احمد اہلحدیث کے مذہب پر تھے۔"

امام احمد بن حنبل کے اہل حدیث ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ سنی نہیں تھے اور موجودہ وہابی عقائد رکھتے تھے بلکہ وہ دو گروہ (اہل رائے و اہل حدیث) میں سے اہل حدیث کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور انہیں اس گروہ کا امام کہا جاتا تھا کہ انہوں نے احادیث پر بہت کام کیا۔ تفسیر قرطبی میں امام قرطبی، تفسیر حاتم میں امام حاتم فرماتے ہیں " الإمام أحمد بن حنبل، وهو إمام أهل الحديث والمقدم فى معرفة علل النقل فيه " ترجمہ: امام احمد بن حنبل امام اہل حدیث تھے اور وہ احادیث کی نقل میں پائی جانے والی (پوشیدہ) علتوں کی معرفت میں بھی سب سے پیش پیش تھے۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن أبی حاتم، جلد11، صفحہ 319، مکتبة نزار مصطفی الباز ، السعودية)

چونکہ اہل رائے اور اہل حدیث دونوں گروہوں میں مشہور باعلم شخصیات تھیں، جن کے نام کے ساتھ ان کا مسلک بھی لکھا جاتا تھا کہ یہ کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پر وہابی مولوی نے اپنے وہابی فرقہ کو پکا کرنے کے لئے ان کثیر بزرگوں کا نام لکھ دیا جو سنی ہونے کے ساتھ اہل حدیث گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ اہل حدیث گروہ میں بے شمار تابعین و تبع تابعین محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، اس لئے اس گروہ سے بغض رکھنے والوں کی بھی بزرگوں نے مذمت کی، وہابی نے اس مذمت کو لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ موجودہ وہابیوں کو بُرا کہنے والوں کی اسلاف نے مذمت فرمائی ہے۔

پھر اسی وہابی مولوی نے عام جاہل وہابیوں کو تسلی دیتے ہوئے لکھا: "اہل الحدیث سے مراد محدثین کرام اور عوام دونوں ہیں۔ یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ اہل الحدیث سے مراد

صرف محدثین ہیں جبکہ حقیقت میں اہل الحدیث سے مراد محدثین (صحیح العقیدہ) اور حدیث پر عمل کرنے والے ان کے عوام دونوں مراد ہیں اس کی فی الحال دس دلیلیں پیش خدمت ہیں: (1) علمائے حق کا اجماع ہے کہ طائفہ منصورہ (فرقہ ناجیہ) سے مراد اہلحدیث ہیں جس کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے تو کیا فرقہ ناجیہ صرف محدثین ہیں؟ ہرگز نہیں یہ بالکل خلاف عقل اور خلاف حقیقت ہے، طائفہ منصورہ اہل الحدیث سے مراد محدثین اور ان کے عوام دونوں ہیں۔ امام اہلسنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا "صاحب الحديث عندنا من يستعمل الحديث" ہمارے نزدیک اہلحدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔"

وہابی مولوی نے بڑا گھما پھرا کر تمام وہابیوں کو اہل حدیث بنایا اور اس پر امام احمد بن حنبل کا حوالہ بھی پیش کر دیا جس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ جاہل بھی اہل حدیث ہوسکتا ہے۔ وہابی مولوی نے ان تمام حوالوں کو چھوڑ دیا جس میں فرقہ اہل سنت کا جنتی ہونا ثابت ہے اور ایک امام احمد بن حنبل کے ایک مجمل کلام سے وہابیوں کا جنتی فرقہ ہونا ثابت کر دیا۔ مستند کتب میں اہل حدیث کی طرح اہل رائے کی بھی شان بیان کی گئی ہے۔ جس طرح وہابی مولوی نے انتہائی فریب کاری سے وہابی فرقے کو جنتی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آئندہ کوئی نیا گمراہ فرقہ نکلے جو اپنا نام "اہل رائے" رکھے عقیدہ اسکا اگرچہ کوئی بھی ہو وہ قبر حشر، جنت دوزخ کا منکر ہو لیکن اپنے آپ کو حق ثابت کرنے کے لئے وہ تمام روایات نقل کر دے جو اسلاف نے اہل رائے کے متعلق بتائی ہیں۔ والی اللہ المشتکی

سلفی حقیقت میں سنی ہیں یا وہابی؟

مکروہ فریب: اہل حدیث کی طرح وہابی ایک اور فریب یہ کرتے ہیں کہ خود کو

سلفی بھی کہلواتے ہیں اور اس پر کہتے ہیں پچھلے زمانے میں سلفی اسے کہا جاتا تھا جو غیر مقلد ہوتا تھا۔

جواب: وہابیوں کا یہ فریب جتنا بڑا ہے اتنا ہی کھوکھلا ہے۔ سلفی کا معنیٰ ہے اسلاف یعنی پچھلے بزرگوں کی پیروی کرنے والا۔ اس اعتبار سے الحمدللہ عزوجل ہر سنی سلفی ہے کہ وہ عقائد واعمال کے لحاظ سے اسلاف کے نقش قدم پر ہے۔ اصطلاحی طور پر لفظ سلفی اس کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اللہ عزوجل کی صفات و اسماء (نام) کے متعلق وہ عقیدہ رکھے، جو اہل سنت و جماعت کا ہے۔ وہابی مولوی أحمد بن حجر آل بوطامی (المتوفی 1423ھ) نے اپنی کتاب "الشیخ محمد بن عبد الوہاب المجدد المفتری علیہ" میں سلفی کی تعریف میں یوں لکھا ہے "إن سلفی علی ما كان عليه الصحابة و التابعون الأئمة المهتدون فی صفات الله كالإمام مالك و أبی حنيفة و الشافعی و أحمد و ابن المبارك و إسحق بن راهويه و الأوزاعی و أهل الحديث" ترجمہ: سلفی وہ ہیں جو اللہ کی صفات کے متعلق وہ عقیدہ رکھتے ہیں جو عقیدہ صحابہ، تابعین، ہدایت یافتہ ائمہ کا تھا جیسا کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، ابن مبارک، اسحاق بن راہویہ، اوزاعی اور اہل حدیث۔

(الشیخ محمد بن عبد الوہاب المجدد المفتری علیہ، صفحہ 132، دار الفتح الشارقة، المتحدة)

حضرت خطیب بغدادی کی کتاب "السابق واللاحق فی تباعد ما بین وفاۃ راویین عن شیخ واحد" کے مقدمہ میں ہے "كان الخطيب سلفی العقيدة أی أنه ينتحل مذهب أهل السنة والجماعة فی العقيدة بما فی ذلك الأسماء والصفات" ترجمہ: حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سلفی عقیدہ کے تھے یعنی اللہ عزوجل

کے اسماء وصفات کے متعلق جو اہل سنت وجماعت کا عقیدہ تھا یہ وہی عقیدہ رکھتے تھے۔

(السابق واللاحق فی تباعد ما بین وفاة راویین عن شیخ واحد،صفحہ13،دار الصمیعی، الریاض)

پتہ چلا کہ سلفی وہ نہیں جو غیر مقلد ہو بلکہ سلفی وہ ہے جو عقائد میں اسلاف کے نقشِ قدم پر ہو، جبکہ وہابی عقائد کے لحاظ سے ہرگز اسلاف کے نقش قدم پر نہیں، اس لئے یہ سلفی کی بجائے سفلی کہلانے کے حقدار ہیں۔

کیا سلفی غیر مقلد کو کہا جاتا تھا؟

وہابیوں کا یہ فریب کہ سلفی غیر مقلد ہوتے تھے، بالکل جھوٹا ہے۔ تراجم کتب میں کئی ایسے علماء ملتے ہیں جن کو سلفی کہا گیا اور وہ مقلد ہوتے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پچھلے زمانے میں سلفی اس سنی عالم کو کہتے ہوں جو علم کلام میں خاص مہارت رکھتا ہو۔ بہر حال مقلدین میں بھی سلفی ہونا ثابت ہے۔ سیر أعلام النبلاء میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایک سلفی عالم کے متعلق لکھتے ہیں"الزبیدی أبو عبد الله محمد بن یحیی بن علی ،الإمام، القدوة، العابد، الواعظ، أبو عبد الله محمد بن یحیی بن علی بن مسلم بن موسی بن عمران القرشی، الیمنی، الزبیدی، نزیل بغداد، وجد المشایخ الرواة مولده سنة ستین وأربع مائة .وقدم دمشق بعد الخمس مائة، فوعظ بها، وأخذ یأمر بالمعروف، فلم یحتمل له الملك طغتکین، وکان نحویا فقیرا، قانعا، متألها، ثم قدم دمشق رسولا من المسترشد فی شأن الباطنیة، وکان حنفیا سلفیا"یعنی ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ ایک عابد واعظ عالم تھے اور حنفی سلفی تھے۔

(سیر أعلام النبلاء، جلد20،صفحہ317،مؤسسة الرسالة،بیروت)

تاریخ الاسلام میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"نبا بن محمد بن

محفوظ، الشیخ أبو البیان رضی الله عنه شیخ الطائفة البیانیة بدمشق. کان کبیر القدر، عالما، عاملا، زاهدا، قانتا، عابدا، إماما فی اللغة، فقیها، شافعی المذهب، سلفی المعتقد "یعنی نبا بن محمد بن محفوظ بہت بڑے عالم وزاہد، لغت کے امام، فقیہ تھے اور شافعی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ اعتقاد میں سلفی تھے۔

(تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام، جلد12،صفحہ37،دار الغرب الإسلامی)

الأعلام میں خیر الدین بن محمود الزرکلی الدمشقی (المتوفی 1396ھ) لکھتے ہیں "أحمد بن علی بن حسین بن مشرف الوهیبی التمیمی فقیه مالکی، کثیر النظم، سلفیّ العقیدة" یعنی احمد بن علی بن حسین مالکی فقیہ کثیر النظم اور سلفی عقیدہ رکھنے والے تھے۔

(الأعلام،صفحہ182،دار العلم للملایین)

اس پر اور بھی کثیر دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں، فقط اتنے ہی مستند حوالہ جات سے وہابیت کا بطلان واضح ہے کہ لفظ اہل حدیث اور سلفی مقلدین کے لئے بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا وہابیوں کو شرم تو آنی نہیں، البتہ تھوڑی ہچکچاہٹ یہ کہتے ہوئے ضرور ہونی چاہئے کہ پہلے زمانہ میں سلفی اور اہل حدیث فقط ان کو کہا جاتا تھا جو کسی امام کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

وہابیوں کا فقہ حنفی کو احادیث کے خلاف ثابت کرنا

مکر وفریب: وہابی لوگوں میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں اور ہر کام حدیث کے مطابق کرتے ہیں جبکہ مقلد جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ حدیث کے مقابل میں اپنے امام کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ وہابی اپنے اس فریب کو ثابت کرنے کے لئے یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ ایک حدیث کے برخلاف امام کا قول پیش

کرتے ہیں اور امام نے جس حدیث کے تحت یہ فرمایا ہے اس حدیث کا تذکرہ نہیں کرتے۔

جواب: وہابیوں کے اس خطرناک مکروفریب کا تفصیلی جواب دیا جاتا ہے:۔

وہابیوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنے مطلب کی حدیث پیش کر کے حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امام کا قول نہیں چھوڑ رہے حدیث چھوڑ رہے ہیں جبکہ ایک مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ حدیث کے مقابل میں اپنے امام کے قول کو ترجیح دے۔ دراصل ایک مسئلہ پر بعض اوقات متفرق احادیث ہوتی ہیں، مقلد ضعیف کے مقابل قوی حدیث پر عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ وہابی اپنے مطلب کی حدیث لے لیتے ہیں اور دوسری احادیث کو نہ صرف نظرانداز کرتے ہیں بلکہ اسے غلط ثابت کر دیتے ہیں۔ چاروں ائمہ کرام کی یہ شان ہے کہ جب وہ ایک حدیث لیتے ہیں تو اس کے مقابل احادیث کا جواب دیتے ہیں کہ ہم نے یہ احادیث کیوں نہیں لیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سمیت دیگر ائمہ رحمہم اللہ بھی ایک حدیث کو چھوڑ کر دوسری اس سے قوی حدیث کو دلیل بناتے ہیں۔ لہٰذا وہابیوں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حنفی حدیث کے مقابل امام کے قول کو ترجیح دیتے ہیں، ہم حنفی حضور علیہ السلام کے زیادہ صحیح فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہابیوں کے اس مکر کی چند مثالیں اور اس کا جواب پیش خدمت ہے:۔

احناف کے جلسہ استراحت نہ کرنے کی دلیل

وہابی مولوی خواجہ محمد قاسم نے ایک کتاب لکھی ''فتاوی عالمگیری پر ایک نظر'' اس میں اس نے فتاوی عالمگیری کے کئی جزئیات پر اعتراض کیا کہ یہ احادیث کے خلاف ہیں۔ اس میں بھی اس مولوی نے وہی وہابی خیانتیں کیں کہ صرف اعتراض نقل کر کے بعض جگہ اپنے مطلب کی حدیث نقل کر دی، حنفیوں کا یہ قول جس حدیث کی بنا پر ہے اس حدیث کا

ذکر نہیں کیا چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے: ''سنت دشمنی'' ولا یقعد و لو یعتمد علی الارض بیدیہ عند قیامہ و انما یعتمد علی رکبتیہ'' سجدہ سے اٹھ کر جلسہ استراحت نہ کرے اور نہ کھڑا ہونے کے لئے زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگائے بلکہ گھٹنوں کے زور پر کھڑا ہو۔

(فتاوی عالمگیری، فصل تین، صفحہ 75)

(وہابی اس جزئیہ کے خلاف دو احادیث یوں پیش کرتا ہے) حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے ''انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یصلی فاذا کان فی وتر من صلاتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا'' کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا جب آپ طاق رکعت سے اٹھتے تو سیدھے بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے۔

(بخاری، صفحہ 113)

اس کے متصل اگلی روایت میں مالک بن حویرث اور عمرو بن سلمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح یوں نماز پڑھنا منقول ہے ''اذا رفع عن السجدۃ الثانیۃ جلس و اعتمد علی الارض ثم قام'' جب وہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔ (صفحہ 114)''

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ 26، آزاد بک ہاؤس)

ان احادیث سے وہابی مولوی یہ ثابت کر رہا ہے کہ حنفی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بغیر زمین پر ٹیک لگائے سیدھا کھڑا ہو جاتے ہیں جبکہ سنت یہ ہے کہ تھوڑی دیر بیٹھا جائے اور زمین پر ٹیک لگا کر اٹھا جائے۔ فتاوی عالمگیری کے جزئیہ کو وہابی مولوی صاحب نے سنت دشمنی قرار دیا ہے۔ جبکہ احناف نے یہ جو کہا ہے کہ بغیر زمین پر ٹیک لگائے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر پنجوں کے زور پر کھڑا ہو اور جلسہ استراحت نہ کرے بلکہ سیدھا کھڑا ہو یہ بھی احادیث وصحابہ سے ثابت ہے چنانچہ سنن الترمذی کی حدیث ہے ''عن أبی

هريرة قال كان النبي صلى الله عليه وسلم ينهض في الصلاة على صدور قدميه. حديث أبي هريرة عليه العمل عند أهل العلم: يختارون أن ينهض الرجل في الصلاة على صدور قدميه" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑے ہوتے تھے۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اہل علم کا عمل ہے کہ نمازی پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہو۔

(سنن الترمذی، باب کیف النہوض من السجود، جلد1، صفحہ373، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی بغیر استراحت کئے اور بغیر زمین پر ٹیک لگائے کھڑا ہونا ثابت ہے چنانچہ السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے "أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنبأ أبو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار، ثنا أبو إسحاق إبراهيم بن إسماعيل بن محمد السيوطي، ثنا عفان بن مسلم، ثنا عبد الواحد بن زياد، ثنا سليمان الأعمش قال: رأيت عمارة بن عمير يصلي من قبل أبواب كندة قال: فرأيته ركع، ثم سجد، فلما قام من السجدة الأخيرة قام كما هو، فلما انصرف ذكرت ذلك له، فقال: حدثني عبد الرحمن بن يزيد أنه "رأى عبد الله بن مسعود يقوم على صدور قدميه في الصلاة "قال الأعمش: فحدثت بهذا الحديث إبراهيم النخعي فقال إبراهيم: حدثني عبد الرحمن بن يزيد أنه رأى عبد الله بن مسعود يفعل ذلك، فحدثت به خيثمة بن عبد الرحمن فقال: رأيت عبد الله بن عمر يقوم على صدور قدميه، فحدثت به محمد بن عبد الله الثقفي فقال: رأيت عبد الرحمن بن أبي ليلى يقوم على صدور قدميه، فحدثت به عطية

العوفي فقال: رأيت ابن عمر، وابن عباس، وابن الزبير، وأبا سعيد الخدري رضي الله عنهم يقومون على صدور أقدامهم في الصلاة" یعنی حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن عمیر کو دیکھا کہ وہ رکوع کرتے تھے، پھر سجدہ کرتے تھے، جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو بغیر استراحت کئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو میں نے ان سے ذکر کیا (کہ آپ بغیر استراحت کے کھڑے ہو جاتے ہیں) انہوں نے فرمایا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن یزید نے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں میں نے حضرت عمارہ بن عمیر کا یہ بیان حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود کو دیکھا کہ وہ واقعی ایسا ہی کرتے تھے۔ میں نے یہ خیثمہ بن عبدالرحمٰن سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ وہ پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔ میں نے محمد بن عبداللہ ثقفی سے یہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا کہ وہ بھی پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے، میں نے حضرت عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا میں نے ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا کہ وہ پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔

(السنن الکبری، باب کیف القیام من الجلوس، جلد2، صفحہ180، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ثابت ہوا کہ حنفیوں کا یہ فعل حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کثیر جید صحابہ کرام کے موافق ہے۔ جو وہابی مولوی نے دو حدیثیں پیش کی ہیں حنفی ان حدیثوں میں یوں

تطبیق دیتے ہیں کہ عمر میں زیادتی یعنی کمزوری کے سبب دوسرے سجدے میں اٹھنے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا اور زمین کی ٹیک سے اٹھنا جائز ہے ورنہ سنت یہی ہے کہ بغیر ٹیک لگائے، بغیر استراحت کئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ البنایہ شرح ہدایہ میں ہے'' (ولنا حديث أبى هريرة رضى الله عنه أن النبى عليه الصلاة والسلام كان ينهض فى الصلاة معتمدا على صدور قدميه هذا الحديث رواه الترمذى عن خالد بن إياس عن صالح مولى التوأمة عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: ((كان النبى صلى الله عليه وسلم ينهض فى الصلاة على صدور قدميه)) وقال الترمذى: هذا حديث عليه العمل عند أهل العلم. فإن قلت: خالد ويقال ابن إياس وقيل إلياس، ضعيف ضعفه البخارى والنسائى وأحمد وابن معين. قلت: قاله الترمذى، ومع ضعفه يكتب حديثه، ويقويه ما روى عن الصحابة فى ذلك، فأخرج ابن أبى شيبة فى "مصنفه" عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه أنه كان ينهض فى الصلاة على صدور قدميه ولم يجلس، وأخرج نحوه عن على وابن الزبير وعمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنهم وأخرج عن الشعبى قال: كان عمر وعلى وأصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ينهضون فى الصلاة على صدور أقدامهم. وأخرج عن النعمان عن ابن عباس قال: أدركت غير واحد من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا رفع أحدهم رأسه من السجود الثانى فى الركعة الأولى ينهض كما هو ولم يجلس. وأخرج عبد الرزاق فى "مصنفه" عن ابن مسعود وابن عباس وابن عمر نحوه. وأخرج البيهقى عن عبد الرحمن بن يزيد أنه رأى عبد الله بن مسعود رضى الله عنه

يقوم على صدور قدميه فى الصلاة ولم يجلس إذا صلى فى أول ركعة حتى يقضى السجود. (وما رواه محمول على حالة الكبر)'' ترجمہ: احناف کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے خالد بن ایاس سے مروی کہ انہوں نے صالح مولی توامہ سے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔ امام ترمذی نے فرمایا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے۔ اگر آپ کہیں کہ خالد جسے ابن ایاس اور الیاس کہا جاتا ہے یہ ضعیف ہے امام بخاری، نسائی، احمد اور ابن معین رحمہم اللہ نے اسے ضعیف ٹھہرایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کے باوجود لکھا اور یہ ساتھ فرمایا دیا کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے اور اس ضعیف حدیث کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے تقویت ملتی ہے کہ ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھتے نہیں تھے اور پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔ اس طرح حضرت علی، ابن زبیر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ امام شعبی سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق و علی المرتضیٰ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نماز میں پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہوتے تھے۔ حضرت نعمان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے کئی اصحاب رسول کو دیکھا کہ جب وہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے بغیر بیٹھے سیدھا کھڑا ہو جاتے تھے۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ حضرت

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایسا ہی ثابت ہے۔ امام بیہقی نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھتے نہیں تھے بلکہ پاؤں کے پنجوں کے زور پر کھڑا ہو جاتے تھے۔ جو روایتیں جلسہ استراحت اور زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنے پر مروی ہیں وہ بڑی عمر میں محمول ہیں۔ (یعنی بڑی عمر میں بسبب ضعف کے ایسا ہوا تھا۔)

(البناية شرح الهداية، كتاب الصلوة، سنن الصلوة، جلد2، صفحه 251، دار الكتب العلمية، بيروت)

چاروں امام کسی نہ کسی حدیث کے پیش نظر کوئی فتویٰ صادر فرماتے تھے اور ہمیں یہی تعلیمات دی گئی ہیں کہ دوسرے اماموں اور ان کے مقلدین پر طعن و تشنیع نہ کی جائے، جیسا کہ مذکورہ مسئلہ میں حنفی بزرگوں نے امام شافعی کی پیش کردہ حدیث کا جواب بھی دیا اور اپنے مؤقف پر بھی دلیل دی، لیکن انتہائی شائستہ انداز میں اور ایک طرف یہ وہابی ٹیڈی مجتہد ہیں کہ اپنے مؤقف پر ایک حدیث نقل کر کے دوسروں کو حدیث دشمن قرار دے رہے ہیں، اسے کہتے ہیں شدت پسندی اور بغض جو وہابیوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

احناف کے نمازِ جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل

یہی وہابی مولوی خواجہ محمد قاسم فتاویٰ عالمگیری پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے ”ولا يقرأ فيها القرآن و لو قرا الفاتحة بنية الدعاء فلا باس به“ ترجمہ: نماز جنازہ میں قرآن مجید نہ پڑھے۔ اگر سورۃ فاتحہ (قرآن سمجھ کر نہیں) دعا کی نیت سے پڑھ لے تو حرج نہیں۔

طلحہ بن عبداللہ بن عوف روایت کرتے ہیں ” صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرا فاتحة الكتاب فقال لتعلموا انها سنة“ ترجمہ: میں نے حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے ایک جنازے کی نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ سنت ہے۔ (فتاوی عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ 31، آزاد بک ہاؤس)

یہاں بھی وہابی صاحب فتاویٰ عالمگیری کے ایک مسئلہ پر اعتراض کر رہے ہیں اور اس پر ایک روایت پیش کر رہے ہیں کہ حنفیوں نے کہا ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھی جائے جبکہ ابن عباس سے فاتحہ ثابت ہے۔ وہابی مولوی صاحب پھر اپنے مطلب کی ایک حدیث لے رہے ہیں اور دوسری احادیث کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ دیگر روایات میں تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے چنانچہ سنن ابوداؤد، جلد2، صفحہ229، المستدرک للحاکم، جلد3، صفحہ325، معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصبهاني، جلد21، صفحہ243، مسند أبي يعلى الموصلي، جلد5، صفحہ333، سنن البيهقي الكبرى، جلد4، صفحہ41، صحیح ابن حبان، جلد7، صفحہ339، مسند احمد بن حنبل، جلد2، صفحہ368، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ”عن أبي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا صلى على جنازة يقول (اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا و كبيرنا وذكرنا وأنثانا اللهم من أحييته منا فأحيه على الأسلام ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان اللهم لا تحرمنا أجره ولا تضلنا بعده)قال الشيخ الألباني صحيح“ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کی نماز جنازہ پڑھتے تو یہ دعا مانگتے تھے ”اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا ۔۔۔۔“ البانی (جو موجودہ وہابیوں کا امام ہے) اس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الدعاء فی الصلاة علی الجنازة، جلد1، صفحہ 480، دار الفکر، بیروت)

یہی دعا معمولی الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ مختلف راویوں سے کئی کتب احادیث میں موجود ہے چنانچہ مسند البزار، جلد2، صفحہ 31 میں ایک روایت حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں، انہی صاحب کے حوالے سے مصنف عبدالرزاق، جلد 3، صفحہ 486 میں روایت ہے، نسائی شریف، جلد 4، صفحہ 377 میں حضرت ابوابراہیم انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، جامع ترمذی، جلد 3، صفحہ 343 میں حضرت ابوابراہیم الاشہلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور امام طبرانی المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں "عن ابن عباس أن النبی صلى الله عليه و سلم كان إذا صلى على الميت قال (اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا ولإناثنا ولذكورنا ومن أحييته منا فأحيه على الأسلام ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان اللهم عفوك عفوك"

(المعجم الکبیر، جلد12، صفحہ 133، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل)

انہیں کثیر و مستند روایات کے پیشِ نظر احناف و دیگر جید صحابہ کرام و علماء کرام نے جنازہ میں فاتحہ نہیں بلکہ اس دعا کو پڑھنا مشروع قرار دیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عن سعيد بن أبى بردة ، عن أبيه ، قال قال له رجل أقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب ؟ قال لا تقرأ" ترجمہ: حضرت ابوسعید بن ابی بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کیا میں نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھوں؟ فرمایا نہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، جلد2، صفحہ 493، مکتبۃ الرشد، الریاض)

فقہائے احناف نے نمازِ جنازہ میں میت کے لئے دعا کرنے کی حکمت یہ ارشاد

فرمائی ہے کہ اللہ عزوجل کی ثناء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد میت کی بخشش کی دعا مانگی جائے کہ حمد و درود کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے جیسا کہ ایک صحابی نے جب حمد و درود پڑھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دعا کر قبول کی جائے گی۔ احناف کے نزدیک میت پر دعا پڑھنے کے متعلق بے شمار مستند احادیث ہیں جس میں واضح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا مانگتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے بھی فاتحہ پڑھنا واجب ثابت نہیں ہوتا انہوں نے اسے سنت کہا واجب نہیں فرمایا۔ احناف کے نزدیک بھی اگر کسی کو دعا نہیں آتی وہ دعا کی جگہ دعا کی نیت سے فاتحہ پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ المحیط البرہانی میں ہے 'وما روى من الأحاديث يدل على الجواز لا على الوجوب، ونحن نقول بالجواز، فقد روى الحسن بن زياد عن أبى حنيفة فى صلاته أنه لو قرأ الفاتحة بدلاً عن الثناء لا بأس به، ولهذا قال ابن عباس رضى الله عنهما :إنما جهرت لتعلموا أنها سنّة لم يقل أنها واجبة، كيف وقد روى عن أبى هريرة رضى الله عنه وفضالة بن عبيد، وابن عمر رضى الله عنهم ترك القراءة فى صلاة الجنازة فيصير معارضاً لقول ابن عباس رضى الله عنهما" (المحیط البرہانی، فی الجنائز، جلد2، صفحہ 330، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

چور کا ہاتھ دس درہم پر کاٹا جائے گا یا تین پر؟

یہی وہابی مولوی صاحب ایک اور جگہ فتاوی عالمگیری کے ایک جزئیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اقل النصاب فی السرقة عشرة دراهم" ترجمہ: چوری کا کم ازکم نصاب دس درہم ہے۔ (عالمگیری) یعنی اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" لا تقطع يد السارق الابربع دينار فصاعدا ربع دينار " یعنی چوتھائی دینار (تین درہم) سے کم میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ (فتاوی عالمگیری بر ایک نظر، صفحہ 54، آزاد بک ہاؤس) یعنی وہابی مولوی نے عالمگیری کے جزئیہ پر اعتراض کیا ہے کہ یہاں لکھا ہے کہ دس درہم سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جبکہ حدیث پاک میں تین درہم بیان کیا گیا ہے گویا حنفیوں کی یہ بات حدیث پاک کے خلاف ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے فتاوی عالمگیری کا یہ جزئیہ بھی حدیث پاک کی روشنی میں لکھا گیا ہے کہ حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ دس درہم کی وضاحت ہے چنانچہ مسند احمد میں ہے" حدثنا نصر بن باب، عن الحجاج، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((لا قطع فيما دون عشرة دراهم))" ترجمہ: نصر بن باب نے حجاج سے انہوں نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے جد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس درہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مسند احمد، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص، جلد11، صفحہ502، مؤسسة الرسالة، بيروت)

المعجم الاوسط میں ہے" عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ((لا قطع إلا في عشرة دراهم)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس درہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ (معجم أوسط، باب الميم، من اسمه محمد، جلد7، صفحہ155، دار الحرمين، قاہرة)

شرح معانی الآثار میں أبو جعفر احمد بن محمد المعروف بالطحاوی (المتوفی 321ھ)

روایت کرتے ہیں" حدثنا إبراهيم بن مرزوق قال ثنا عثمان بن عمر عن المسعودي عن القاسم بن عبد الرحمن أن عبد الله بن مسعود قال لا تقطع اليد إلا في الدينار أو عشرة دراهم" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے مگر ایک دینار یا دس درہم پر۔

(شرح معانی الآثار، باب المقدار الذي يقطع فيه السارق، جلد3، صفحہ163، عالم الكتب)

موطأ مالک بروایۃ محمد بن الحسن الشیبانی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 179ھ) روایت کرتے ہیں" اخبرنا مالك، أخبرنا عبد الله بن أبي بكر، عن أبيه، عن عمرة ابنة عبد الرحمن، أن سارقا سرق في عهد عثمان أترجة، فأمر بها عثمان أن تقوم، فقومت بثلاثة دراهم من صرف اثني عشر درهما بدينار، فقطع عثمان يده۔ قال محمد: قد اختلف الناس فيما يقطع فيه اليد: فقال أهل المدينة: ربع دينار، ورووا هذه الأحاديث، وقال العراق لا تقطع اليد في أقل من عشرة دراهم، ورووا ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم، وعن عمر، وعن عثمان، وعن علي، وعن عبد الله بن مسعود، وعن غير واحد، فإذا جاء الاختلاف في الحدود أخذ فيها بالثقة وهو قول أبي حنيفة، والعامة من فقهائنا" ترجمہ: حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک چور نے چوری کی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چوری والی چیز کے متعلق حکم دیا کہ اس کی قیمت لگوائی جائے، اس کی قیمت تین درہم سے بارہ درہم، ایک دینار کے بدلے لگی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چور کا ہاتھ کاٹا۔ امام محمد نے فرمایا کہ لوگوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا کہ ہاتھ کتنی

قیمت پر کاٹا جائے؟ اہل مدینہ نے کہا کہ چوتھائی دینار کا اعتبار ہے اور انہوں نے ان احادیث کو روایت کیا ہے۔ اہل عراق نے کہا ہے کہ دس درہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹا جائے اور انہوں نے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، اور دیگر کئی صحابہ سے کی روایات بیان کیں۔ جب حدود میں اختلاف ہو تو اس روایت کو لیا جاتا ہے جو زیادہ قوی ہو۔ یہ امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہائے کرام کا قول ہے۔

(موطأ مالك برواية الشيباني، باب ما يجب فيه القطع، صفحه 238، المكتبة العلمية، بيروت)

پتہ چلا کہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی احناف کا مؤقف احادیث کے عین موافق ہے، وہابی مولوی کا اس پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔ وہابی مولوی نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث تین درہم والی پیش کی وہ حدیث ان احادیث کے مقابل میں اتنی قوی نہیں ہے، پھر وہ قابل تاویل بھی ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ڈھال (جنگ کے دوران بچاؤ کے لئے جو چیز ہوتی ہے) اس کی چوری ہوئی تو چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اس ڈھال کی قیمت بعض صحابہ کی نزدیک تین درہم تھی اور بعض صحابہ کرام کے نزدیک دس درہم تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی قیمت تین درہم تھی اس لئے انہوں نے فرمایا کہ تین درہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب میں ہے "يحتمل أنهما قوما ما قطع فيه رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فكانت قيمته عندهما ربع دينار" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چور کا ہاتھ کاٹا اس میں یہ احتمال ہے کہ اس چیز کی قیمت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی قیمت ربع دینار یعنی تین درہم ہو۔

(اللباب، باب لا يقطع السارق فی أقل من عشرة دراہم، جلد2، صفحه 745، دار القلم، بيروت)

اس تطبیق کے صحیح ہونے پر ایک حدیث سنن الکبری للنسائی کی پیش خدمت ہے "أن عمرة بنت عبد الرحمن حدثته أنها سمعت عائشة، تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقطع يد السارق فيما دون المجن قيل لعائشة ما ثمن المجن؟ قالت: ربع دينار" ترجمہ: حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مری ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چور کے ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم پر نہ کاٹے جائیں۔ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا ڈھال کی قیمت کتنی ہے؟ آپ نے فرمایا چوتھائی دینار یعنی تین درہم۔

(السنن الكبرى، باب القطع فی السرقة، جلد7، صفحه 27، مؤسسة الرسالة، بيروت)

پتہ چلا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک ڈھال کی قیمت تین درہم تھی جبکہ دیگر جید صحابہ کی نظر میں اس کی قیمت دس درہم تھی چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے "عن ابن عباس قال قطع رسول الله صلى الله عليه وسلم يد رجل فى مجن قيمته دينار أو عشرة دراهم" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ ایسی ڈھال کی (چوری کے سبب اس کی) قیمت پر کاٹا اور جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم ہے۔

(أبى داود، كتاب الحدود، باب ما يقطع فيه السارق، جلد4، صفحه 136، المكتبة العصرية، بيروت)

نسائی شریف میں ہے "عن ايمن قال يقطع السارق فى ثمن المجن

وکان ثمن المجن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم دینارا او عشرة دراهم" ترجمہ: حضرت ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت کے برابر (چوری پر) کاٹا جائے گا اور ڈھال کی قیمت عہدِ رسالت میں ایک دینار یا دس درہم تھی۔

(سنن النسائی، کتاب قطع السارق، جلد 8، صفحہ 83، مکتب المطبوعات الإسلامیة، حلب)

پتہ چلا کہ اس مسئلہ میں دونوں روایات ہیں احناف نے زیادہ قوی روایت کو لیا ہے۔

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ

اسی طرح یہی وہابی مولوی لکھتا ہے "مس ذکره او ذکر غیره لیس بحدث عندنا" ترجمہ: جس مرد نے اپنے ذکر کو یا دوسرے کے ذکر کو ہاتھ لگایا ہمارے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فتاوی عالمگیری پر ایک نظر صفحہ 16، آزاد بک ہاؤس)

یہاں وہابی مولوی فتاوی عالمگیری پر اعتراض کر رہا ہے کہ یہاں لکھا ہے مرد اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((من مس ذکره فلیتوضأ)) جو اپنے ذکر (یعنی شرمگاہ) کو چھوئے وہ وضو کرے۔ یہاں پھر وہابی مولوی ایک حدیث لے کر دوسری حدیث کو نظر انداز کر رہا ہے۔ فقہ حنفی میں جو لکھا ہے کہ اپنی شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا یہ بالکل حدیث پاک کی روشنی میں کہا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے "عن قیس بن طلق عن أبیه قال قدمنا علی نبی الله صلی الله علیه وسلم فجاء رجل کأنه بدوی فقال یا نبی الله، ما تری فی مس الرجل ذکره بعد ما یتوضأ؟ فقال هل هو إلا مضغة منه، أو قال بضعة

منه" ترجمہ: حضرت قیس بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کی: اے اللہ عزوجل کے نبی علیہ السلام! اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ آدمی وضو کے بعد اپنی شرمگاہ کو چھوئے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (وہ شرمگاہ) اس کے جسم کا ٹکڑا ہے۔ (یعنی جس طرح جسم کے دیگر حصوں کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔)

(سنن أبی داود، کتاب الطهارة، باب الرخصة فی ذلک، جلد 1، صفحہ 46، المکتبة العصریة، بیروت)

اسی طرح حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت، حضرت عمران بن حصین، حذیفہ بن یمان، ابودردا،، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جید صحابہ کرام سے بھی مروی ہے کہ شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جس حدیث میں شرمگاہ کو چھونے پر وضو ٹوٹنے کا بیان ہے اس کے متعلق بعض نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے "وحدیث بسرة ضعفه جماعة حتی قال یحیی بن معین ثلاثة أحادیث لم تصح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم حدیث مس الذکر" ترجمہ: حدیث بسرہ کو ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے یہاں تک کہ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں، ان میں ایک حدیث شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جانے کے متعلق ہے۔ (کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔)

(تبیین الحقائق، کتاب الطهارة، نواقض الوضوء، جلد 1، صفحہ 12، القاہرة)

پتہ چلا کہ فتاوی عالمگیری کا یہ مسئلہ بھی حدیث کی روشنی میں ہے۔ پھر بھی فقہائے احناف نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی وضو کے بعد اپنی شرمگاہ کو بغیر کپڑا حائل ہوئے چھوئے

تو مستحب ہے کہ وضو کرلے۔ وہابی مولوی کا اپنے مطلب کی روایت لے کر احناف کے موقف پر اعتراض کرنا در حقیقت احادیث وصحابہ کرام پر اعتراض کرنا ہے۔

وہابیوں کی ناکارہ فقہ

فتاوٰی عالمگیری وہ بہترین کتاب ہے جس میں کئی جید علمائے کرام نے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کئی سال لگا کر حنفی فقہ کو مرتب کیا اور آج بھی یہ چھ بڑے سائز کی جلدوں میں موجود ہے، ہر جلد تقریبا چھ سو صفحات کے قریب ہے۔ ان جلدوں میں ہزاروں فتاوٰی موجود ہیں۔ اس فتاوٰی عالمگیری کو احناف میں بہت مقام حاصل ہے کہ اس میں دیگر فقہی کتب سے مفتی بہ مسائل موجود ہیں۔ وہابی مولوی اس پر جاہلانہ اعتراض کررہا ہے اور اسے دھکے سے احادیث کے خلاف ثابت کررہا ہے، چند مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔

جتنے بھی وہابی مولوی اس دنیا میں گزرے ہیں ان سب کے فتاوٰی کو اکٹھے کیا جائے تو فتاوٰی عالمگیری کی ایک جلد تو کیا آدھی جلد بھی نہیں بن سکتی۔ وہابیوں کے فتاوٰی میں تقریبا سارے مسائل ایک جیسے ہوتے ہیں ہر مولوی کے فتوے میں وہی غیر اللہ سے مدد کو شرک، ختم کو بدعت، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کے بنیادی مسائل موجود ہوتے ہیں، میں ہر وہابی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کوئی ایک کتاب وہابی فتاوٰی پر مشتمل دکھائے جو اتنی ضخیم ہو کہ ہر وہابی کو جو مسئلہ درپیش ہو وہ اس کتاب میں سے اس کا جواب ڈھونڈ کر عمل کرلے، جیسا کہ احناف کی ایسی کئی کتابیں ہیں اور اردو میں بہار شریعت مایہ ناز کتاب ہے۔ وہابی مولویوں کے فتاوٰی پر مشتمل سب سے بڑی کتاب جو میری نظر سے گزری ہے وہ فتاوٰی علمائے حدیث ہے۔ جس میں کثیر وہابی مولویوں کے فتاوٰی ہیں اور ہر مولوی کے فتاوٰی تقریبا ایک جیسے وہی چند مسائل پر ہیں۔

تراویح گیارہ رکعت ثابت ہے یا بیس؟

وہابی اپنی کتابوں میں جب اپنا موقف ثابت کرتے ہیں تو ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے ان کے علاوہ جو دیگر ائمہ خصوصا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے وہ بالکل غلط ہے جیسا کہ ایک وہابی مولوی حافظ زبیر علی زئی تراویح کی رکعات پر کلام کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی بیس رکعات تراویح ثابت نہیں ہے نہ قولا نہ فعلا بلکہ آپ سے گیارہ رکعات کا حکم ثابت ہے۔ مؤطا امام مالک میں حدیث ہے کہ (سیدنا امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ اور (سیدنا) تمیم الداری رضی اللہ تعالی عنہ دونوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔''

(فتاوٰی علمیہ، جلد1، صفحہ 668، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

یہاں وہابی مولوی صاحب نے کتنی شدومد کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے گیارہ رکعات ثابت ہے بیس نہیں۔ لہذا وہابی ٹھیک ہیں جو بیس کی جگہ آٹھ پڑھتے ہیں۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام وائمہ کرام سے بیس رکعات تراویح ثابت ہیں چنانچہ المعجم الکبیر للطبرانی، المعجم الاوسط میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ''عن ابن عباس أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر'' ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصلی فی رمضان من رکعة، جلد2، صفحہ 164، مکتبة الرشد، الریاض)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ محترم ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”حدثنا وكيع، عن مالك بن أنس، عن يحيى بن سعيد، أن عمر بن الخطاب أمر رجلا يصلي بهم عشرين ركعة“ ترجمہ: حضرت یحیٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ بیس رکعتیں تراویح پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصلی فی رمضان من رکعة، جلد2، صفحہ163، مکتبة الرشد، الریاض)

معرفة السنن والآثار للبیہقی میں ہے ”عن السائب بن يزيد قال: كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر“ ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(معرفة السنن، كتاب الصلوة، باب قيام رمضان، جلد04، صفحه42، دار الوفاء، القاہرة)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ محترم ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عن ابن أبي الحسناء، أن عليا أمر رجلا يصلي بهم في رمضان عشرين ركعة“ ترجمہ: حضرت ابن ابی حسناء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصلی فی رمضان من رکعة، جلد2، صفحہ163، مکتبة الرشد، الریاض)

اوپر وہابی نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گیارہ رکعات تراویح کا حکم دیا تھا جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ محترم ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”حدثنا حميد بن عبد الرحمن، عن حسن، عن عبد العزيز بن رفيع قال: كان أبي بن كعب يصلي بالناس في

رمضان بالمدينة عشرين ركعة، ويوتر بثلاث“ ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیع سے مروی ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک کو مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کم یصلی فی رمضان من رکعة، جلد2، صفحہ163، مکتبة الرشد، الریاض)

پتہ چلا کہ وہابی مولوی کا دھڑلے سے کہنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قولاً فعلاً بیس رکعات تراویح ثابت نہیں، بالکل غلط ہے۔ جمہور صحابہ وتابعین وائمہ کرام کا مذہب یہی ہے کہ تراویح کی رکعات بیس ہیں خود مکہ اور مدینہ کے وہابی مولوی بھی بیس رکعات پڑھتے ہیں۔ الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے ”فذهب جمهور الفقهاء من الحنفية، والشافعية، والحنابلة، وبعض المالكية إلى أن التراويح عشرون ركعة، لما رواه مالك عن يزيد بن رومان والبيهقي عن السائب بن يزيد من قيام الناس في زمان عمر رضي الله تعالى عنه بعشرين ركعة، وجمع عمر الناس على هذا العدد من الركعات جمعا مستمرا، قال الكاساني: جمع عمر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان على أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه فصلى بهم عشرين ركعة، ولم ينكر عليه أحد فيكون إجماعا منهم على ذلك۔ وقال الدسوقي وغيره كان عليه عمل الصحابة والتابعين وقال اين عابدين عليه عمل الناس شرقا وغربا وقال على السنهوري هو الذي عليه عمل الناس واستمر إلى زماننا في سائر الأمصار“ ترجمہ: جمہور فقہاء جن میں حنفیہ، شافعیہ، حنبلیہ اور بعض مالکیہ ہیں وہ اس طرف گئے ہیں کہ تراویح کی رکعات بیس ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا یزید بن رومان سے اور امام بیہقی نے

روایت کیا سائب بن یزید سے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پر ہمیشہ قائم رکھا۔ امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو رمضان کے مہینہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے جمع کیا اور انہوں نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ لہٰذا صحابہ کرام کا اس تعداد پر اجماع ہوگیا۔ امام دسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات پر صحابہ وتابعین کا عمل ہے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کا مشرق و مغرب میں اسی پر عمل ہے اور علی سنہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں کا اسی پر عمل ہے اور شروع سے آج ہمارے زمانے تک تمام شہروں میں اسی پر عمل جاری ہے۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد 27، صفحه 141، دار الصفوة، مصر)

وہابی مولوی نے جو امام مالک کی روایت پر جزمی نظریہ قائم کرلیا اس کا جواب علماء کرام نے یوں دیا ہے "قال الباجی: یحتمل أن یکون عمر أمرهم بإحدى عشرة رکعة، وأمرهم مع ذلك بطول القراءة، یقرأ القارىء بالمئین فی الرکعة؛ لأن التطویل فی القراءة أفضل الصلاة، فلما ضعف الناس عن ذلك أمرهم بثلاث وعشرین رکعة علی وجه التخفیف عنهم من طول القیام، واستدرك بعض الفضیلة بزیادة الرکعات وقال العدوی: الإحدی عشرة کانت مبدأ الأمر، ثم انتقل إلی العشرین. وقال ابن حبیب: رجع عمر إلی ثلاث وعشرین رکعة"

ترجمہ: علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گیارہ رکعات کا حکم دینے میں یہ احتمال ہے کہ آپ نے گیارہ رکعات طویل قراءت سے پڑھانے کا حکم دیا کہ ہر رکعت میں مئین قراءت ہو، اس لئے کہ زیادہ قراءت ہونا نماز میں افضل ہے۔ جب لوگوں میں اس کا ضعف دیکھا تو آپ نے طول قیام کو کم کرکے 23 رکعات پڑھانے کا حکم دیا (بیس تراویح اور تین وتر)۔ اس لئے بعض نے رکعتوں کی زیادتی کو فضیلت بنایا ہے۔ علامہ عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع شروع میں گیارہ رکعات کا حکم دیا بعد میں بیس رکعات کردیں۔ علامہ ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ سے 23 رکعات کی طرف رجوع کرلیا تھا۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد 27، صفحه 142، دار الصفوة، مصر)

وہابیوں کا راوی اور سند کے متعلق جھوٹ بولنا

وہابیوں کی اس فریبی پر کہ ایک حدیث لے کر احناف پر اعتراض کرتے ہیں اور احناف کے دلائل کو نظر انداز کرتے ہیں اور بھی دلائل دیئے جاسکتے ہیں بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قارئین ان چند صفحات سے جان چکے ہوں گے کہ الحمد اللہ عزوجل! احناف بھی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہوتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں کہ امام کے قول کے خلاف حدیث کو نہیں مانتے، ایسا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ہرگز وہابیوں کے اس فریب میں نہ آیئے گا کہ حنفی حدیثوں پر عمل نہیں کرتے۔ یہ وہابی اسی طرح کی ہیرا پھیری سے مسلمانوں کو حنفی فقہ سے بدظن کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو راوی وسند کے متعلق جھوٹ بھی بول دیتے ہیں جیسے حافظ زبیر علی زئی وہابی مولوی نے اپنے فتاویٰ میں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلائل نقل کئے اور چونکہ حنفی ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اس لئے ان کا رد کیا چنانچہ لکھتا ہے: "ایک حنفی مولوی قاسم بن قطلوبغا (پیدائش 802ھ وفات 979ھ) نے یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ سے تحت السرۃ کے اضافے کے ساتھ نقل کی ہے اور اس

کے بارے میں برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (متوفی 885ھ) مصنف نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور جو آٹھ جلدوں میں چھپی ہے، نے فرمایا قاسم بن قطلو بغا ۔۔۔ کان کذابا قاسم بن قطلوبغا۔ کذاب (یعنی جھوٹا) تھا۔

(فتاوی علمیه، جلد1، صفحه 315، مکتبه اسلامیه، لاہور)

یہاں وہابی مولوی صاحب نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت نقل کرنے والے بزرگ قاسم بن قطلو بغا کو معاذ اللہ جھوٹا کہہ دیا اور دلیل کے طور پر ابراہیم بن عمر بقاعی کی کتاب کا حوالہ دے دیا جبکہ اس کتاب میں یہ لکھا ہی نہیں کہ قاسم بن قطلو بغا جھوٹا ہے۔ یعنی وہابی مولوی نے جھوٹ کہا۔ قاسم بن قطلو بغا بہت بڑے محدث وفقیہ تھے تراجم کتب میں ان کی بڑی شان بیان کی گئی ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے ہیں ''ھو من حذاق الحنفیة'' یعنی قاسم بن قطلو بغا حنفی مذہب کے ماہر تھے۔

(معجم حفاظ القرآن عبر التاريخ، جلد2، صفحه 330، دار الجيل، بيروت)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت مصنف ابن شیبہ سے نکال دی گئی ہے لیکن پھر بھی دیگر کتب حدیث میں اس کا ثبوت ہے چنانچہ ابوداؤد میں ہے "حدثنا محمد بن محبوب، حدثنا حفص بن غياث، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن زياد بن زيد، عن أبي جحيفة، أن عليا رضى الله عنه، قال: من السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة" ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری کے اوپر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(ابو داؤد، باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلاة، جلد1، صفحه 201، المكتبة العصرية، بيروت)

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے والی ہے کہ وہابی بعض اوقات فقہ حنفی کی تائید میں موجود

حدیث کو ضعیف کہہ دیتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں فلاں راوی ضعیف ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس حدیث کو لے کر اس پر فتویٰ دیا تھا وہ حدیث صحیح تھی اب ان کے بعد اس حدیث کی سند میں کوئی ضعیف راوی آجائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اس ضعف کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے جو ہمیشہ یاد رکھنے والا ہے۔

وہابیوں کا احادیث پر اعتراض

بلکہ بعض دفعہ وہابی اس طرح کی ہیرا پھری کرتے ہیں کہ احناف کی دلیل میں جو حدیث ہوتی ہے اُس حدیث ہی پر اعتراض کر دیتے ہیں چنانچہ ایک وہابی مولوی نے کتاب لکھی ''احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف'' اس میں بھی دیگر وہابی مولویوں کی طرح اس مولوی نے حنفیوں کو احادیث کی مخالفت کرنے والا ثابت کیا اور اس پر خوب ہیرا پھیری و تحریفات کا مظاہرہ کیا۔ صرف ایک تحریف پیش کی جاتی ہے جس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ وہابی صاحب کی اصلیت کیا ہے؟ چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے: **''فقہ نے سود حلال کر دیا:** اسلام میں سود کو جس نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود کا کاروبار کرنے والے لوگ اگر باز نہیں آتے تو انہیں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربوا و موكله و كاتبه و قال هم سواء" (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر اس کی وکالت کرنے والے پر اس کا حساب لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ سب سود کے گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ سود کے ستر درجے ہیں اور ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرے۔ سود کا کاروبار اتنا بڑا جرم ہے مگر فقہ حنفی کہتی ہے "ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" (ہدایہ ص ۳/۶۱ باب الربوا) یعنی مسلم اور حربی (کافر) اگر دار الحرب میں سودی کاروبار کریں تو سود نہیں۔ (یعنی ان پر کوئی جرم نہیں) حنفی دوستو بتاؤ کیا ہندوستان یا دوسرے غیر مسلم ممالک میں رہنے والا مسلمان نہیں اگر وہ مسلمان ہے اور یقیناً مسلمان ہے تو اس بے چارے کو کیوں لعنتی بنایا جا رہا ہے۔ اس بے چارے کو ماں سے نکاح کے جرم کا سزاوار کیوں بنایا جا رہا ہے۔ فقہ حنفی سراسر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا نام تو نہیں؟ اے کاش! فقہ حنفی پر عمل کرنے والے اس فقہ کی مسلم دشمنی کو پہچان جائیں تا کہ ایمان، عزت، آخرت بچ جائے۔"

(احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف، صفحہ 387، ادارہ تحفظ افکار اسلام، شیخوپورہ)

وہابی مولوی نے حنفیوں پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے حدیث کے مقابل اپنے پاس سے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ کافر اور مسلمان کے درمیان سود نہیں۔ جبکہ یہ مسئلہ احناف کا خود ساختہ نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے۔ معرفة السنن والآثار میں حضرت أحمد بن الحسین الخراسانی أبو بکر البیہقی (المتوفی 458ھ) حدیث روایت کرتے ہیں "عن مکحول عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال ((لا ربا بين أهل الحرب)) أظنه قال ((وأهل الإسلام))" ترجمہ: حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل حرب اور مسلمانوں کے درمیان سود نہیں۔

(معرفة السنن، کتاب السیر، جلد 13، صفحہ 276، دار الوفاء، القاہرة)

ایک تو وہابی مولوی کا یہ الزام غلط ثابت ہوا کہ فقہ حنفی میں بغیر دلیل خود سے کافروں کے ساتھ سود حلال ہے۔ دوسرا وہابی مولوی کی تحریف بھی ملاحظہ ہو کہ اس نے فقہ

حنفی کی کتاب ہدایہ کا حوالہ دیا ہے۔ وہابی نے ہدایہ کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ پوری عبارت یوں ہے "ولنا قوله عليه الصلاة والسلام ((لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب))" ترجمہ: احناف کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان دلیل ہے کہ مسلم اور کافر حربی کے درمیان دار الحرب میں سود نہیں۔

(الهداية، كتاب البيوع، باب الربا، جلد 3، صفحہ 65، دار احياء التراث العربي، بيروت)

پتہ چلا کہ وہ پوری حدیث تھی جسے وہابی نے انتہائی چالاکی سے ذکر نہیں کیا صرف آدھی عبارت نقل کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اپنے وہابی دوستو کو خوش کیا۔ احناف نے اپنے مؤقف پر حدیث پیش کی۔ اب چند حوالہ جات آپ کو سود حلال سمجھنے پر وہابیوں کے بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ خود سمجھ لیں کہ نام کے اہل حدیثوں کا کیا حال ہے:

اخبار اہل حدیث امرتسر میں ہے: "مولوی عبد الواحد غزنوی کے نزدیک بنک کا سود جائز ہے۔"

(اخبار اہل حدیث، صفحہ 12، 23 اپریل 1937ء، امرتسر)

وہابیوں کے مولوی عبد اللہ صاحب کا مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: "منافع بنک وغیرہ منع نہیں۔"

(اخبار اہل حدیث، صفحہ 9، 31 دسمبر 1937ء، امرتسر)

ایک جگہ وہابیوں سے سوال ہوا: "نوٹ لے کر روپیہ دینا اور نوٹ والے شخص سے بٹہ لینا جائز ہو سکتا ہے جبکہ کاغذ لے کر چاندی کے سکے کے عوض بٹہ لینا کیسا ہے؟" جواباً لکھا ہے: "جائز ہے۔"

(اخبار اہل حدیث، صفحہ 13، 24 دسمبر 1937ء، امرتسر)

وہابیوں کا کہنا کہ حنفی فقہ میں بے حیائی عام ہے

مکروفریب: جس طرح اوپر بیان کیا گیا کہ وہابی ایک حدیث کو لے کر فقہ حنفی پر

طعن وتشنیع کرتے ہیں اور فقہ حنفی نے کس حدیث کی بنا پر کہا ہے اسے ذکر نہیں کرتے، اسی طرح وہابی ایک اور فریب یوں کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کے بعض مسائل کو آگے پیچھے سے کاٹ کر اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ لوگوں کی نظر میں اس کی اہمیت کم ہو۔ایک وہابی مولوی محمد یحیٰ عارفی نے اپنی کتاب تحفہ احناف میں حنفی فقہ پر اعتراض کرتے ہوئے چند مسائل لکھے اور بعد میں کہا:''اندازہ لگائیے کیسی بے ہودہ وحیاء سوز باتیں ہیں لیکن فقہ کے نام سے فقہاء احناف کی کتب میں موجود ہیں۔۔ہمیں تو ایسی باتیں نقل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔''

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 60،مکتبہ دفاع کتاب و سنت،لاہور)

یہی وہابی مولوی مزید لکھتا ہے:''اگر حنفی مذہب کا نقشہ کھول کر لوگوں کے سامنے رکھا جائے تو ہر عقل سلیم رکھنے والا اس سے توبہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 160،مکتبہ دفاع کتاب و سنت،لاہور)

ایک اور جگہ لکھتا ہے:''ہمیں تو ان مقلدین سے لوجہ اللہ دشمنی ہے جو آیات قرآن وفرامین رسول کی دور از کار تاویلات کرکے ان کو توڑ مروڑ کر اپنے باطل مسلک کے تابع کرنے کی کوشش میں محو ہیں اور اپنے مجتہد کے قول کو قول رسول کا درجہ دیتے ہیں۔''

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 368،مکتبہ دفاع کتاب و سنت،لاہور)

جواب: یہ اس وہابی کا اہل سنت حنفیوں پر بہتان عظیم ہے کہ ہم اپنے امام کے قول کو قول رسول کا درجہ دیتے ہیں۔اس وہابی کے فقہ حنفی پر چند اعتراضات نقل کئے جاتے ہیں اور قارئین پر واضح کیا جاتا ہے کہ کن باتوں کو وہابی بے حیائی سمجھ رہے ہیں اور یہ اس دعویٰ میں کتنے سچے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کا کہنا کہ لواطت زن پر حد نہیں

یہی وہابی مولوی محمد یحیٰ عارفی اپنی اسی کتاب میں وہ بے حیائی والی باتیں جو فقہ حنفی میں ہیں، اسے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **لواطت زن اور فقہ حنفی** ''ومن أتى امرأة في الموضع المكروه أو عمل عمل قوم لوط فلا حد عليه عند أبي حنيفة رحمه الله'' ترجمہ: جس نے عورت کے مکروہ محل (پیٹھ) میں دخول کیا یا قوم لوط کا عمل کیا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں۔''

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 76،مکتبہ دفاع کتاب و سنت،لاہور)

یعنی وہابی مولوی صاحب کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا بے حیائی ہے کہ عورت کی پیٹھ میں صحبت کرنے پر یا لواطت پر حد نہیں۔جبکہ آپ کا یہ فرمان صحابہ کرام علیہم الرضون کے مطابق ہے۔شرعی طور پر پیٹھ میں صحبت کرنے اور لواطت پر کوئی حد نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مختلف سزائیں ثابت ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقط حد لگانے کی نفی کی ہے یہ نہیں کہا کہ اس کو کوئی سزا نہ دی جائے۔وہابی مولوی نے جو آدھا حوالہ پیش کیا ہے اس کے آگے ہی امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے چنانچہ ہدایہ اگلی عبارت ہے''فلا حد عليه عند أبي حنيفة رحمه الله ويعزر وزاد في الجامع الصغير ويودع في السجن'' ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شخص پر حد نہیں اور اسے تعزیرا سزا دی جائے گی اور جامع صغیر میں ہے کہ اسے قید کردیا جائے گا۔

(الهداية، كتاب الحدود، جلد2، صفحه 346، دار احياء التراث العربي، بيروت)

پھر امام ابوحنیفہ نے حد کا اس لئے نہیں فرمایا کہ لواطت کرنے پر قرآن وحدیث میں سزا کا ذکر ہی نہیں۔صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لواطت کے متعلق مختلف اقوال مروی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس پر دیوار گرادی جائے، حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لواطت کرنے والے کو اونچائی سے نیچے گرادیا جائے یہاں تک کہ مرجائے، بعض صحابہ نے فرمایا کہ آگ سے جلادیا جائے، بعضوں نے کہا کہ قتل کردیا جائے جیسا کہ اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب میں ہے "لأن الصحابة رضي الله عنهم اختلفوا في موجب هذا الفعل فقال أبو بكر الصديق يهدم عليه جدار وقال علي بن أبي طالب يرمى من شاهق عال حتى يموت ومنهم من قال يحرق بالنار ومنهم من قال يقتل صبرا ومنهم من قال يحبسان في أنتن موضع حتى يموتا فلو كان حكمه حكم الزنا لم يختلفوا في موجبه"

(اللباب،باب من عمل عمل قوم لوط ۔۔،جلد2،صفحہ 742،الدار الشامیة،بیروت)

امامت کی شرائط کے متعلق امام ابوحنیفہ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا

جماعت المسلمین کے امیر مسعود احمد جو وہابی عقائد کا حامل ہے وہ فقہ حنفی پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا: "صاحب درمختار نے امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت کرکے شرائط امامت میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اسے امام بنایا جائے جس کا سر سب سے بڑا ہو اور شرمگاہ سب سے چھوٹی۔"

(خلاصہ تلاش حق،صفحہ 24)

اسی طرح اور بھی کئی وہابی اپنی کتب میں یہ مسئلہ نقل کرکے اعتراض کرتے ہیں جبکہ یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔ ہرگز امام ابوحنیفہ سے ایسا مروی نہیں۔ اصل عبارت درمختار کی یہ ہے "ثم الأكبر رأسا والأصغر عضوا" ترجمہ: پھر اسے امام بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور اعضاء چھوٹے ہوں۔ درحقیقت مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک سے زائد اشخاص امامت کے اہل موجود ہوں تو ان میں سے کس کو امام بنایا جائے۔ اس پر کلام کیا گیا کہ جو زیادہ مسائل جاننے والا ہو اسے امام بنایا جائے۔ اگر سب برابر ہوں تو جو اچھا قاری ہو

وہ، ورنہ جو زیادہ متقی ہو وہ، ورنہ جو زیادہ عمر والا ہو اسے امام بنایا جائے۔ اگر اس میں بھی سب برابر ہیں تو جس کی شکل وسیرت اچھی ہے اسے امام بنایا جائے، اسی طرح اور خصائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سب میں سے ایک کا سر بڑا اور دیگر اعضا چھوٹے ہوں تو اسے امام بنایا جائے کہ سر کا بڑا ہونا عقلمندی کی نشانی ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے چنانچہ ردالمحتار میں درمختار کی اس عبارت کی شرح میں ہے "(قوله ثم الأكبر رأسا إلخ) لأنه يدل على كبر العقل يعني مع مناسبة الأعضاء له وإلا فلو فحش الرأس كبرا والأعضاء صغرا كان دلالة على اختلال تركيب مزاجه المستلزم لعدم اعتدال عقله وفي حاشية أبي السعود؛ وقد نقل عن بعضهم في هذا المقام ما لا يليق أن يذكر فضلا عن أن يكتب و كأنه يشير إلى ما قيل أن المراد بالعضو الذكر" یعنی سر اگر جسم کے بقیہ مناسب اعضاء کے ساتھ بڑا ہو تو یہ اس کے زیادہ عقل مند ہونے کی دلیل ہے۔ اگر جسم کے اعضاء چھوٹے ہوں اور سر بڑا ہو تو یہ اس کے مزاج میں خرابی ہونے کی علامت ہے، جو کم عقل ہونے کی دلیل ہے۔ حاشیہ ابی سعود میں ہے کہ اس مقام پر بعض نے ایسا کلام نقل کیا ہے جو یہاں ذکر کرنے کے لائق نہیں چہ جائیکہ اسے لکھا جائے۔ یعنی یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بعض نے یہاں عضو سے مراد شرم گاہ لی ہے۔

(ردالمحتار مع درّمختار ،کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، جلد1 ،صفحہ558،دارالفکر،بیروت)

دیکھیں یہاں واضح انداز میں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ عضو سے مراد شرمگاہ نہیں بلکہ جسم کے اعضاء ہیں۔ جنہوں نے عضو سے مراد شرم گاہ لی ہے فقہائے کرام اس کی نفی فرمارہے ہیں۔

حرمتِ مصاہرت کے متعلق وہابی جہالت

آگے یہی خود ساختہ شرم وحیا کے پیکر وہابی مولوی صاحب حرمت مصاہرت کے مسئلہ پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے: ”حنفی تقویٰ یا شہوت پرستی (یہ ہیڈنگ دے کر کہا گیا)“ ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وابنتها وقال الشافعي رحمه الله لا تحرم، وعلى هذا الخلاف مسه امرأة بشهوة ونظرها إلى ذكره عن شهوة له أن المس والنظر ليسا في معنى الدخول، ولهذا لا يتعلق بهما فساد الصوم والإحرام ووجوب الاغتسال فلا يلحقان به ولنا أن المس والنظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط“ ترجمہ: اگر کسی مرد کو کسی عورت نے شہوت سے چھولیا جب کہ اس کی نظر مرد کے آلہ تناسل پر ہو تو وہ عورت اور اس کی ماں اس مرد پر حرام۔ اسی طرح اگر کسی مرد نے شہوت کے ساتھ کسی عورت کو چھولیا جب کہ اس کی نظر اس کی شرمگاہ پر ہو تو یہ عورت اور اس کی ماں اس پر حرام لیکن اگر انزال ہو گیا تو پھر حرام نہیں۔ اسی طرح اگر کسی عورت کی دبر میں دخول کیا اگر انزال ہو گیا تو یہ عورت اور اس کی ماں حرام نہیں لیکن اگر انزال نہ ہو تو یہ عورت بھی حرام اور اس کی ماں بھی حرام۔“

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 76، مکتبہ دفاع کتاب و سنت، لاہور)

یہاں وہابی مولوی صاحب نے پہلے تو عربی عبارت کا ترجمہ ہی صریح غلط و باطل کیا۔ دراصل یہاں وہابی مولوی فقہ حنفی پر اعتراض کر رہا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک جس عورت کو شہوت سے چھوا جائے یا جس سے زنا کیا جائے اس عورت کی ماں اس زانی پر حرام ہو جاتی ہے۔ جبکہ فقہ حنفی کا یہ مسئلہ احادیث و اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔ وہابی اس مسئلہ سے اپنی لاعلمی و جہالت کا یوں ثبوت دیتے ہوئے کہتا ہے: ”اگر زنا سے ساس کی حرمت

کتاب و سنت سے ثابت ہو جائے تو اہل حدیث کو اس سے انکار نہیں وگرنہ اہل حدیث خود شریعت سازی کو حرام جانتے ہیں۔“

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 368، مکتبہ دفاع کتاب و سنت، لاہور)

دیکھیں! وہابی مولوی صاحب نے واضح الفاظ میں اقرار کر لیا ہے کہ ہمیں اس مسئلہ کے متعلق کسی حدیث کا پتہ نہیں ہے۔ جب وہابی کو اس مسئلہ کے متعلق حدیث کا پتہ نہیں تھا تو اسے چاہئے تھا کہ تحقیق کرتا، منہ اٹھا کر فقہ حنفی پر اعتراض کر دینا تو اس کی انتہائی بے باکی ہے۔ بہر حال وہابیوں کی تو یہ عادت قدیمہ ہے۔ اس مسئلہ پر احادیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ البنایہ شرح ہدایہ میں ہے ”ولنا حديث أم هانيء رضي الله عنها عن رسول الله صلى الله عليه وسام من نظر إلى فرج امرأة حرمت عليه أمها وابنتها. وفي حديث: ملعون من نظر إلى فرج امرأة وابنتها، وعن عمر رضي الله تعالى عنه أنه جرد جارية له ونظر إليها ثم استوهبها منه بعض بنيه، فقال: أما إنها لا تحل لك. وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه أنه قال إذا جامع الرجل المرأة أو قبلها أومسها شهوة أو نظر إلى فرجها بشهوة حرمت على أبيه وابنه وحرمت عليه أمها وابنتها“ ترجمہ: احناف کے نزدیک دلیل حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ جو شخص کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر کرے اُس پر اِس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں ہے لعنتی ہے وہ شخص جو عورت اور اس کی بیٹی کی شرمگاہ کی طرف نظر کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لونڈی کو ننگا دیکھا پھر اس لونڈی کو اپنے بیٹوں میں سے کسی کو دے دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے حلال نہیں

ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا اس کا بوسہ لے یا اسے شہوت سے چھوئے یا اس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھے یہ عورت اس کے باپ بیٹے پر حرام ہو جائے گی اور اس عورت کی ماں اور بیٹی اس چھونے والے پر حرام ہو جائے گی۔

(البناية ، كتاب النكاح، مسته امرأة بشهوة ، جلد5، صفحه 37، دار الكتب العلمية ، بيروت)

امام بخاری کے استاد محترم حضرت ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ المصنف میں روایت کرتے ہیں "عن ابن أبی نجیح، قال مجاهد إذا مس الرجل فرج الأمة أو مس فرجه فرجها أو باشرها فإن ذلك يحرمها على أبيه، وعلى ابنه" ترجمہ: حضرت ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ مجاہد نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی لونڈی کی شرم گاہ کو چھوئے، یا اس کی شرمگاہ اُس کی شرمگاہ کو چھوئے یا یہ مباشرت کریں تو یہ لونڈی اُس مرد کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب النکاح ، جلد3، صفحه 480 ، الرياض)

اس کے علاوہ اور بھی کئی روایات اس مسئلہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہیں۔ وہابی جو کہ خود کو اہل حدیث کہتے ہیں ان کا عمل ان روایات کے خلاف ہے۔ وحید الزمان لکھتا ہے: اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس زانی کے لئے حلال ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی کے بیٹے نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تو وہی عورت باپ کے لئے بھی حلال ہے۔ اور اسی طرح اگر اس کے باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو وہی عورت بیٹے کے لئے بھی حلال ہے۔"

(نزل الابرار، جلد2، صفحه 21)

دوسری جگہ مولوی وحید الزمان لکھتا ہے: "اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی (یعنی اپنی بہو) سے جماع کیا تو اس کے بیٹے پر عورت حرام نہیں ہو گی۔"

(نزل الابرار، جلد2، صفحه 28)

ثناء اللہ امرتسری کہتا ہے "باپ کی مزنیہ سے نکاح منع کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔"

(اخبار اہل حدیث، صفحہ 12، 25 اگست 1916، امرتسر)

وہابی مولوی لکھتا ہے: "جو بیٹی اس کی ماں سے زنا کرنے سے پیدا ہوئی، اس بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ محرمات کا ذی محرم کے لئے حرام ہونا شرعی ہے۔ شرعی بیٹی کی حرمت آئی ہے اور یہ شرعی بیٹی نہیں ہے تا کہ حکم الٰہی ﴿و بناتکم﴾ کے ماتحت آئے۔"

(عرف الجادی، صفحہ 113)

وہابیوں کے نزدیک سوتیلی دادی سے نکاح جائز ہے چنانچہ لکھا ہے: "حقیقی والد کی منکوحہ (سوتیلی والدہ) سے نکاح کرنا تو منع ہے۔ مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں۔ اس لئے غالبا نکاح مذکور صحیح ہوگا۔"

(اخبار اہل حدیث، صفحہ 4، 11 رمضان 1328ھ)

یہ حال ہے ان وہابیوں کی حدیث دانی کا کہ احادیث کے خلاف عقلیں لڑا رہے ہیں اور امام ابوحنیفہ جیسی شخصیت کے بارے میں منہ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ وہ شریعت میں احادیث کے خلاف اپنی رائے دیتے تھے۔

حلالہ کے مسئلہ میں وہابی چالاکیاں

موجودہ دور میں وہابیوں نے فقہ حنفی کو لوگوں کی نظر میں کمتر کرنے کے لئے تین طلاقوں کے بعد حلالہ کو لیا ہوا ہے کہ حلالہ پر لعن طعن کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حنفیوں کی ایجاد ہے۔ وہابی اپنی کتابوں میں اہل سنت حنفی علماء کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان مولویوں نے حلالہ سنٹر کھولے ہوئے ہیں یہ لوگوں کی طلاق یافتہ بیویوں سے حلالے کرتے ہیں۔ اس طرح کے اور کئی جھوٹے الزامات اہل سنت کے متعلق لگاتے ہیں۔ اب حلالہ کے متعلق لوگوں کا یہ ذہن ہو گیا ہے کہ یہ ایک لعنتی فعل ہے۔ جبکہ حلالہ کا مطلقا انکار کرنا کفر ہے

حلالہ کی صراحت قرآن پاک وحدیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔

(سورۃ البقرۃ، سورت 2، آیت 230)

سنن الدارقطنی کی حدیث ہے "عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ويذوق كل واحد منهما عسيلة صاحبه))" ترجمہ: حضرت عائشہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شوہر بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو بیوی اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے اور دونوں ایک دوسرے کا ذائقہ نہ چکھ لیں (یعنی جب تک صحبت نہ کریں)۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والإيلاء، جلد5، صفحہ55، مؤسسة الرسالة، بیروت)

وہابی اپنی کتابوں میں عموماً حلالہ کی مذمت ہی بیان کرتے ہیں، حلالہ کا طریقہ بہت کم لکھتے ہیں کہ کہیں ان کا مکر کھل نہ جائے، پھر بھی ان کی کتب میں حلالہ کا ثبوت موجود ہے چنانچہ مبشر احمد ربانی وہابی لکھتا ہے: "شوہر جب اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے اس سے ہم بستری نہ کرے۔ وہ خاوند اسے خود بخود طلاق دے تو پھر یہ عورت اگر پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔"

(احکام ومسائل، صفحہ 482، دارالاندلس، لاہور)

فقہ حنفی میں بھی حلالہ کا یہی طریقہ بیان کیا جاتا ہے کہ بغیر حلالہ کی شرط کے عورت

دوسرا نکاح کرے، البتہ اگر کسی نے حلالہ کی شرط پر نکاح کر لیا تو شرعاً یہ نکاح ہو جائے گا، اگرچہ اس نے ایک لعنتی فعل کیا ہے۔ لیکن وہابی لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلالہ کی شرط پر نکاح جائز ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے چنانچہ وہابیوں کی ایک کتاب میں ہے: "پہلے خاوند سے نکاح جائز کرنے کی نیت سے کسی سے مشروط نکاح کرنا جسے حلالہ کہا جاتا ہے نکاح نہیں زنا کاری ہے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے "لعن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المحلل والمحلل له" حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ جس کام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت اور بد دعائیں فرمائیں وہ کام کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اس لئے مروجہ حلالہ لعنتی فعل ہے۔ اس کا کوئی جواز نہیں۔" پھر اگلے صفحوں پر ہے "پوری امت میں صرف ایک امام ابوحنیفہ ہیں جنہوں نے بشرط تحلیل کئے ہوئے نکاح کو صحیح قرار دیا ہے اور یوں انہوں نے حلالہ ملعونہ کے جواز کا دروازہ کھولا ہے۔ جس کی بنیاد پر ان کے پیروکار حنفی مقلدین بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔"

(ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل، صفحہ 27،235، دارلسلام، لاہور)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنفی علمائے کرام ہرگز مشروط حلالہ کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ احناف کا یہ موقف ہے کہ مشروط حلالہ نہیں کرنا چاہئے البتہ اگر کسی نے کر لیا تو نکاح ہو جائے گا اور کرنے والے گناہگار ہونگے کہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا جیسے اگر کوئی اس شرط پر نکاح کرے کہ ایک سال تک شوہر بیوی سے قربت نہیں کرے گا تو یہ شرط باطل ہے نکاح صحیح ہو جائے گا۔ یہی صورت مشروط حلالہ میں کہ اگر کسی مطلقہ عورت نے ان

الفاظ سے ایجاب کیا کہ میں نے تم سے اس شرط پر نکاح کیا کہ پہلے کے لئے حلال ہو جاؤ تو یہ مشروط حلالہ ہے جس پر لعنت کی گئی ہے، لیکن نکاح ہو جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پاس کیا دلیل ہے کہ حلالہ کی شرط پر کیا ہوا نکاح ہو جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے۔ نیل الاوطار میں وہابیوں کا امام شوکانی لکھتا ہے "وقد روى عبد الرزاق أن امرأة أرسلت إلى رجل فزوجته نفسها ليحلها لزوجها، فأمره عمر بن الخطاب أن يقيم معها ولا يطلقها، وأوعده أن يعاقبه إن طلقها فصحح نكاحه ولم يأمره باستئنافه"

ترجمہ: امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ ایک عورت ایک شخص کے پاس بھیجی گئی کہ اس سے حلالہ کروائے تا کہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے شوہر کو حکم دیا کہ اس عورت کو اپنے پاس رکھ لے، اسے طلاق نہ دے اور فرمایا کہ اگر تو نے اسے طلاق دی تو سزا دوں گا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حلالہ کی شرط پر کئے ہوئے) نکاح کو قائم رکھا، انہیں دوبارہ نکاح کرنے کا حکم نہ دیا۔

(نيل الأوطار، جلد6، صفحہ 166، دار الحديث، مصر)

پتہ چلا کہ امام ابوحنیفہ کا یہ مؤقف حضرت عمر فاروق کے مؤقف کے مطابق ہے۔

پھر یہ یاد رہے کہ فی زمانہ حلالہ کی شرط پر کوئی بھی نکاح نہیں کرتا بلکہ یہاں جب حلالہ کیا جاتا ہے تو نکاح عام طریقہ سے ہوتا ہے کہ اس میں حلالہ کا ذکر نہیں ہوتا، ہاں دل میں یہ نیت بعض اوقات ہوتی ہے کہ میں بعد میں اسے چھوڑ دوں گا، یہ طریقہ بالکل جائز ہے کہ اصل ناجائز و گناہ نکاح میں حلالہ کی شرط ہونا تھا وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس کے جائز ہونے کا ثبوت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ السنن الصغیر للبیہقی میں ہے "عن عمر بن

الخطاب، ما دل على صحة النكاح إذا خلا عقده عن الشرط" یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو نکاح شرط کے بغیر ہو وہ نکاح جائز ہے۔

(السنن الصغير، باب في نكاح المحلل، جلد6، صفحہ 61، جامعة الدراسات الإسلامية، كراچی)

علمائے اہل سنت صرف قرآن و سنت کی روشنی میں تین طلاقوں کے بعد حلالہ کا صحیح طریقہ بتاتے ہیں، ہرگز وہ لوگوں کو مشروط حلالہ کا نہیں کہتے اور نہ یہ کہتے کہ ہم سے حلالہ کروا لو، یہ وہابیوں کا علمائے اہل سنت پر بہتان ہے۔ دراصل وہابی یہ فریبی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہابیوں کے نزدیک ایک مجلس میں تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو وہ ایک ہوتی ہے جبکہ یہ بالکل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تین ہی ہوتی ہیں اور عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ وہابی لوگوں کو وہابیت سے متاثر کرنے کے لئے حدیثوں کے خلاف ایک ناجائز و باطل فتویٰ دیتے ہیں اور اپنے مؤقف کو ادھر اُدھر کی بے تکی باتوں سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک وہابی مولوی نے حلالہ پر ایک کتاب ''حلالہ کی چھری'' لکھی اس میں اس طرح کی لفاظی اور قصے شامل کئے کہ عام آدمی سمجھے گا کہ ساری دنیا کے مولوی ظالم ہیں بس وہابی مولوی ہمارے ہمدرد اور مسیحا ہیں۔ اس میں ایک عجیب و غریب بحث کرتے ہوئے کہتا ہے: ''طلاق کے لئے ''مرتان'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی دو مرتبہ ہے، مگر یہ دو مرتبہ ایک مجلس میں نہیں بلکہ اس کے لئے دو الگ مجلسوں کا ہونا ضروری ہے اور ان دو مجلسوں کے درمیان ایک حیض کی مدت (تقریباً ایک ماہ) کے وقفے کا ہونا ضروری ہے مرتان تثنیہ کا صیغہ ہے، اس کا واحد مرۃ ہے جس کا معنی ایک دفعہ یا ایک مرتبہ ہے۔ مرتان کا مطلب طلاق کے لفظ کو دوبارہ کہنا یا دہرانا نہیں ہے بلکہ دو دفعہ طلاق دینا ہے۔ لغت عرب میں مرتان کا معنی مرۃ مرۃ ہے

یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ طلاق دینا ہے۔ مرۃ کا یہ معنی قرآن نے ایک دوسری جگہ پر بھی متعین کردیا ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لِیَسْتَأْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّکُمْ﴾ اے ایمان والو! تمہارے غلام اور جو تم میں لڑکے لڑکیاں ابھی بالغ نہیں ہوئے وہ تین الگ الگ وقتوں میں تمہارے پاس آنے کی اجازت لیا کریں۔ ایک تو فجر کی نماز سے پہلے اور دوسرے دوپہر کے وقت کہ جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تینوں وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔

سبحان اللہ! قرآن نے بات واضح کردی کہ تین الگ الگ وقتوں کا ذکر کیا۔ انہیں خلوت اور پردے کے اوقات قرار دیا مگر ان تین وقتوں کے لئے ثلاث مرات کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی تین مرتبہ ہے۔ تو طلاق کے بارے میں جو مرتان کا لفظ بولا اس کا بھی یہ مطلب ہے کہ دو طلاقیں الگ الگ مجلس میں ایک حیض کی مدت سے (تقریباً ایک ماہ کے وقفے سے) دی جائیں۔۔۔ اس انداز سے اللہ کی منشا صاف دکھائی دے رہی ہے کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینا اور انہیں بیک وقت نافذ کردینا اللہ کی حکمت اور بندوں پر اس کے فضل و رحمت کے منافی ہے۔"

(حلالہ کی چھری، صفحہ 34، 35، دارالصفہ پبلی کیشنز، لاہور)

واہ! کیا تفسیر بالرائے ہے۔ یہ وہابی نے کس اصول و دلیل سے کہا ہے کہ "مرتان" یا "مرات" کے صیغہ سے مراد ایک ماہ کے بعد دوسری طلاق ہونا ہے۔ قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر "مرتین" اور "مرات" کا صیغہ آیا ہے کیا ان سب مقامات پر ان

سے مراد مختلف اوقات ہیں؟ بخاری شریف کی ایک حدیث پاک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں "أفاض علیہ الماء ثلاث مرات" یعنی آپ نے اپنے اوپر تین مرتبہ پانی بہایا۔ اب کوئی وہابی سے پوچھے یہاں تین مرتبہ پانی بہانا ایک وقت میں ہے یا مختلف اوقات میں؟ وہابی نے اجازت لینے والی جو آیت پیش کی ہے اس میں صراحت کے ساتھ مختلف اوقات کا ذکر ہے اور طلاق والی آیت میں مختلف اوقات کا ذکر نہیں۔ اس لئے وہابی کا استدلال درست نہیں ہے۔

اگر کسی سنی سے وہابی نے تین لاکھ قرض لیا ہو اور یہ طے ہو کہ ماہانہ ایک ایک لاکھ واپس کروں گا۔ وہابی نے پہلے مہینے ہی اکھٹے تین لاکھ واپس کردیئے اس پر سنی کہے کہ طے یہ ہوا تھا کہ تین الگ الگ مہینوں میں لاکھ لاکھ دینا ہے آپ نے ایک مرتبہ سب دے دیئے اس لئے فقط ایک لاکھ آیا ہے باقی دو لاکھ اور دیں۔ اس پر وہابی دیکھیں کیسے پیٹے گا۔ المختصر یہ کہ وہابی کا یہ بیان کیا گیا فلسفہ لغوی، شرعی اعتبار سے باطل ہے۔ کثیر حدیثوں سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں تین اکٹھی طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہو جاتی ہیں۔ تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب **"طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ"** کا مطالعہ کریں۔ وہ وہابی جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کرتے ہیں کہ یہ حدیثوں کے خلاف قیاس کرتے ہیں اور خود ان کا حال دیکھیں کہ حدیثوں کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اپنے گریبان میں وہابی دیکھتے نہیں الٹا فقہ حنفی پر اعتراض کرتے ہیں۔

وہابیوں کا فقہ حنفی کے مرجوح قول پیش کرنا

بعض اوقات وہابی ان مسائل کو ذکر کرتے ہیں جو مرجوح ہوتے ہیں یعنی جن

قول پر فتویٰ نہیں ہوتا اسے فقہ حنفی ظاہر کرتے ہیں۔ یہی وہابی مولوی محمد یحیٰ عارفی اپنی کتاب تحفہ احناف میں کہتا ہے: ''اہل حدیث کے نزدیک مشت زنی حرام ہے اور اس سے اجتناب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس عمل کا مرتکب حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے۔۔۔ (اب وہابی مولوی صاحب آگے ثابت کررہے ہیں کہ احناف کے نزدیک مشت زنی جائز ہے۔) الہدایہ میں مرقوم ہے "كذا إذا نظر إلى امرأة فأمنى لما بينا فصار كالمتفكر إذا أمنى و كالمستمنى بالكف على ما قالوا" ترجمہ: اسی طرح عورت کو دیکھنے سے انزال ہوجائے تو روزہ دار پر قضاء وکفارہ واجب نہیں گویا کہ یہ ایسے آدمی کی مانند ہے۔ جس کو سوچ وبچار کی صورت میں انزال ہوجائے یا مشت زنی کرنے والے کی مانند ہے۔ معلوم ہوا حنفیوں کے نزدیک مشت زنی سے قضاء وکفارہ نہیں۔''

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 99، مکتبہ دفاع کتاب و سنت، لاہور)

جبکہ فقہ حنفی میں صحیح قول کے مطابق مشت زنی کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء لازم ہوتی ہے چنانچہ ہدایہ کی شرح العنایہ میں ہے "(و كالمستمنى بالكف) يعني إذا عالج ذكره بكفه حتى أمنى لم يفطر (على ما قالوا) أي المشايخ، وهو قول أبى بكر الإسكاف، وأبى القاسم لعدم الجماع صورة ومعنى .وعامتهم على أنه يفسد صومه .قال المصنف فى التجنيس: الصائم إذا عالج ذكره بيده حتى أمنى يجب عليه القضاء هو المختار لأنه وجد الجماع معنى" یعنی اگر کسی نے اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے رگڑا یہاں تک کہ منی نکل آئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ یہ بعض حنفی مشائخ کا قول ہے جیسے ابوبکر اسکاف، ابوالقاسم، (انہوں نے یہ اس لئے فرمایا) کہ مشت زنی صورۃً ومعناً جماع نہیں ہے۔ جبکہ دیگر فقہائے احناف کے نزدیک مشت زنی سے روزہ

ٹوٹ جاتا ہے۔ مصنف نے تجنیس میں فرمایا کہ روزہ دار نے اگر اپنے ہاتھ سے شرمگاہ کو رگڑا کہ منی نکل آئے تو اس پر روزہ کی قضا واجب ہے۔ یہی مختار ہے کہ اس میں معناً جماع پایا جاتا ہے۔

(العناية، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، جلد2، صفحه 330، دار الفكر، بيروت)

پھر یہ حکم قضاء اور کفارہ کے متعلق ہے جہاں تک مشت زنی کرنے کا حکم ہے تو وہ ضرور ناجائز ہے اور روزہ کی حالت میں کرنا اور زیادہ ناجائز ہے۔ یہاں وہابی مولوی نے کہا کہ اہل حدیث کے نزدیک مشت زنی حرام ہے جبکہ انہی وہابیوں کا بڑا مولوی نواب نور الحسن خان کتاب ''عرف الجادی'' پر مشت زنی کو جائز ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے: ''منقول ہے کہ صحابہ کرام بھی مشت زنی کرلیا کرتے تھے۔'' (العیاذ باللہ)

(عرف الجادی، صفحہ3)

وہابی مولوی لکھتا ہے: ''ملازمین کو جمعہ معاف'' و للمستاجر ان يمنع الاجير عن حضور الجمعة" ترجمہ: مالک اپنے ملازم کو جمعہ پڑھنے سے روک سکتا ہے۔ یہ فتویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ28، آزاد بک ہاؤس)

یہاں وہابی مولوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مالک کو اجازت ہے کہ وہ اپنے نوکر کو جمعہ سے روک لے جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔ احناف کے نزدیک مالک کو یہ اجازت نہیں۔ وہابی مولوی نے جو آدھی عبارت نقل کی ہے یہ قابل عمل نہیں ہے مکمل عبارت کچھ یوں ہے "وللمستأجر أن يمنع الأجير عن حضور الجمعة وهذا قول الإمام أبى حفص رحمه الله تعالى .قال أبو على الدقاق :ليس له أن يمنعه فى المصر ولكن يسقط عنه الأجر بقدر اشتغاله بذلك إن كان بعيدا وإن كان قريبا لا يحط عنه شيء وليس للأجير أن يطالب من المحطوط بمقدار اشتغاله

بالصلاة، هكذا فى المحيط، وظاهر المتون يشهد للدقاق، كذا فى البحر الرائق" ترجمہ: مالک کو اجازت ہے کہ اپنے نوکر کو جمعہ پڑھنے سے روک لے۔ یہ قول امام ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مالک کو روکنے کی اجازت نہیں بلکہ اگر جمعہ دور ہے تو نوکر کی اجرت میں سے اتنی کٹوتی کرلی جائے گی اور اگر جمعہ قریب ہی ہوتا ہے تو کوئی کٹوتی نہیں ہوگی۔ ملازم کے لئے اجازت نہیں کہ وہ جمعہ دور ہونے کی وجہ سے جو نماز میں وقت صرف کرے اس کی اجرت لے۔ یہ محیط میں لکھا ہے اور متون کا ظاہر امام دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید کرتا ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔

(ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، جلد 1، صفحہ 144، دار الفکر، بیروت)

پتہ چلا کہ وہابی مولوی نے صرف ایک لائن نقل کی، پوری عبارت نقل نہیں کی۔ صحیح مسئلہ یہ تھا کہ مالک جمعہ کے لئے نوکر کو روک نہیں سکتا۔

وہابیوں کا اپنے مطلب کی آدھی بات پیش کرنا

مرجوح قول کے ساتھ ساتھ وہابی فقہ حنفی کی آدھی بات اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ لوگ فقہ حنفی سے متنفر ہوتے ہیں جیسے ایک وہابی مولوی بدیع الدین نے اپنی کتاب ''براءۃ اہلحدیث'' میں فقہ حنفی پر کچھ یوں طعن کیا ہے: ''آیئے! اب دیکھیں کہ حدیث کی آپ کے یہاں کیا عزت ہے؟ یہ فتاوٰی عالمگیری ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہماری مرتب کردہ شریعت ہے۔ جس کو پانچ سو علماء نے بیٹھ کر مرتب کیا ہے۔ اس کے صفحہ 477، جلد 5 میں تحریر ہے "طلب الاحادیث حرفة المفالیس "حدیث کا طلب اور حدیثوں کو سیکھنا مفلسوں کا کام ہے۔

اس لئے فقہ پڑھو گے تو مالدار بن جاؤ گے چونکہ اس کے اندر سب کچھ جائز ہے۔

اس کے اندر بہت مزے ہیں اور ان بیچاروں (حدیث کے طالبوں) کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ پھر فقیر نہ ہوں گے تو اور کیا ہوں گے؟ یہ ہے آپ لوگوں کے نزدیک حدیث کی عزت۔ جب تمہارے پاس نہ قرآن کی عزت ہے نہ حدیث کی عزت ہے تو پھر کس کے پیچھے لگے ہوئے ہو؟ حدیث اور قرآن سے تمہارا کوئی واسطہ رہا ہی نہیں، باقی رہے اقوال، قیاس اور آراء سو یہ آپ کے نصیب میں ہیں، ہمارے لئے قرآن و حدیث ہی کافی ہیں۔''

(براءۃ اہلحدیث، صفحہ 52، توحید پبلیکیشنز، بنگلور انڈیا)

یعنی دیکھئے کس انداز میں وہابی مولوی نے خود کو اہل حدیث ثابت کیا ہے اور حنفیوں کو قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرنے والا لکھا ہے اور اس کی بددیانتی ملاحظہ ہو کہ فقہ حنفی کی جو عبارت اس نے پیش کی ہے وہ نامکمل ہے پوری عبارت یوں ہے "طلب الأحاديث حرفة المفاليس يعني به إذا طلب الحديث ولم يطلب فقهه" ترجمہ: احادیث کا بغیر فقہ کے طلب کرنا مفلسوں کا کام ہے۔

(فتاوٰی عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع والعشرون، جلد 5، صفحہ 377، دار الفکر، بیروت)

یعنی وہابیوں کی طرح کوئی حدیثیں تو پڑھتا جائے لیکن تفقہ اس میں نہ ہو تو احادیث کا پڑھنا انہیں دینی علم کی دولت نہ دے گا بلکہ مفلس کریگا جیسا کہ وہابیوں کا حال ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ فتاوٰی عالمگیری کا جزئیہ کیا تھا اور وہابی نے آدھا نقل کر کے اس سے کیا باطل استدلال کیا ہے اور حنفیوں کا قرآن و حدیث کے خلاف ہونا ظاہر کیا ہے۔ یونہی فقہ حنفی میں موجود مرجوح اقوال نقل کر کے اسے فقہ حنفی ظاہر کیا جاتا ہے۔

فقہ حنفی کی جامعیت کا مختصر تعارف

دراصل فقہ حنفی کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کے قواعد و اصول کی بنیاد رکھی اور کثیر مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں وضع فرمائے۔ آپ

کے شاگردوں یعنی امام یوسف، امام محمد، امام زفر رحمہم اللہ نے کئی مسائل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اختلاف کیا، اسی طرح بعد میں کئی حنفی مجتہد آئے جنہوں نے جدید مسائل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کے جوابات دیئے اور کئی مسائل میں باہم اختلاف بھی کیا پھر کئی فقہائے کرام آئے جو کثیر علم رکھتے تھے جنہیں اصحاب ترجیح کہا جاتا ہے انہوں نے ایک مسئلہ میں مختلف فقہائے احناف کے اقوال کو دیکھا جس کا قول قرآن وحدیث کے زیادہ موافق تھا اسے ترجیح دی اور وہی فقہ حنفی میں قابل عمل ٹھہرا۔

اس مختصر سے تعارف سے قارئین بخوبی جان چکے ہوں گے کہ کس طرح صدیوں میں فقہ حنفی تیار ہوئی اور کس طرح کثیر فقہائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح قول کو ترجیح دی۔ اب وہابیوں کا یہ کہنا کہ حنفی فقط اپنے امام کا قول لیتے ہیں کسی حدیث کو نہیں مانتے بالکل باطل اور بے بنیاد ہے۔ کثیر مسائل میں فقہائے احناف نے امام ابوحنیفہ کے قول کو چھوڑ کر دیگر کا قول لیا ہے۔ اس اعتبار سے تو وہابیوں کا مقلدین پر طعن کرنا بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ ایک وہابی مولوی بدیع الدین اپنی کتاب ”اصلاح اہل حدیث“ میں واضح طور پر لکھتا ہے: ”مقلد اسی کو کہتے ہیں کہ جو اپنے امام کی صحیح اور غلط بات دونوں پر عمل کرے، تمیز نہ کرے، جو غلط کو چھوڑ دے، صحیح کو لے لے، اس کو مقلد نہیں کہتے۔“

(اصلاح اہل حدیث، صفحہ15، جمعیت اہل حدیث سندھ)

آج فقہ حنفی کی کئی کتابیں ہیں بلکہ بہار شریعت اردو میں موجود ہے کہ کسی حنفی مسلمان کو کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو تو وہ عموماً خود بہار شریعت کھول کر اس کا حل دیکھ سکتا ہے جبکہ وہابیوں کا یہ حال ہے کہ جمعہ جمعہ آٹھ دن ان کی پیداوا کو ہوئے ہیں، اگر چند گنتی کے مشہور مسائل کے علاوہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ان کے پاس کوئی ایک وہابی فقہ کی کتاب

نہیں ہے۔ جس سے وہ مسئلہ دیکھ سکیں۔ آخر کار خود ہی اجتہاد کے چھکے چوکے لگاتے ہیں۔

جس مسئلہ میں اصحاب ترجیح نے دلائل کی روشنی میں یہ واضح کردیا ہے کہ فلاں کا قول قرآن وحدیث کے موافق ہے تو اب دیگر علماء کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا، فقہ حنفی میں بعض جگہ دونوں اقوال لکھ کر یہ واضح کردیا جاتا ہے کہ زیادہ صحیح قول کون سا ہے اور صحیح قول پر ہی عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہی فقہ حنفی کا حصہ ہوتا ہے۔ وہابی بعض اوقات یوں کرتے ہیں کہ جو قول مرجوح ہوتا ہے اسے نقل کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہیں جبکہ وہ فقہ حنفی کا قول ہی نہیں ہوتا۔

تقلید اور وہابی سیاست

مکروفریب: وہابیوں کا ایک اور بہت بڑا فریب یہ ہے کہ لوگوں کو یہ ظاہر کرواتے ہیں کہ حنفی مالکی شافعی حنبلی مقلدین اپنے اماموں کی تقلید کرتے ہیں اور احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ وہابیوں کی ہر تیسری چوتھی کتاب تقلید کے ردّ میں ہوتی ہے اور اس میں تقلید کو گمراہی وشرک ثابت کیا گیا ہوتا ہے چنانچہ وہابی مولوی حافظ زبیر علی زئی اپنی کتاب ”جنت کا راستہ“ میں لکھتا ہے: ”اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی شخص کی بھی تقلید کرنا شرک فی الرسالت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین میں رائے کے ساتھ فتویٰ دینے کی مذمت فرمائی ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل الرائے کو سنت نبوی کا دشمن قرار دیا ہے۔“ (جنت کا راستہ، صفحہ9، کتاب و سنت ڈاٹ کام)

اسی طرح وہابی تقلید کو تفرقہ ثابت کرتے ہیں کہ اس میں بہت اختلاف ہے۔ وہابی مولوی حافظ زبیر علی زئی اپنی کتاب ”جنت کا راستہ“ میں لکھتا ہے: ”تقلید کی وجہ سے امت مسلمہ میں کبھی اتفاق وامن نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آئیے ہم سب مل کر کتاب وسنت کا دامن

تھام لیں۔'' (جنت کا راستہ، صفحہ 10، کتاب و سنت ڈاٹ کام)

وہابی کہتے ہیں کہ کسی امام کی تقلید کرنا جائز نہیں ہر مسلمان خود احادیث پر عمل کرے۔

جواب: وہابیوں کے اس مکر کا جواب یہ ہے کہ ہرگز مسلمان اپنے امام کے قول کو حدیث رسول پر ترجیح نہیں دیتے۔ ہر مسلمان یقیناً احادیث پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہ تو آپ نے اوپر ملاحظہ کرلیا کہ وہابی ایک حدیث لے کر اس کے مدِّ مقابل دیگر احادیث کو ترک کردیتے ہیں جن پر فقہ حنفی کا دارومدار ہوتا ہے۔ فقہ حنفی پر چلنا حدیث کی مخالفت نہیں بلکہ احادیث ہی پر چلنا ہے۔ دراصل قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہے اور حدیث کو سمجھنے کے لئے فقاہت کی ضرورت ہے۔ تقلید میں احادیث پر بھی عمل ہوتا ہے اور جس مسئلہ میں قرآن وحدیث سے کوئی حکم واضح نہیں ہوتا، اس میں امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہائے احناف نے جو اجتہاد کیا ہے، اس پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کیا جاتا ہے۔ ایسا نہیں کہ ہر مسئلہ واضح انداز میں قرآن وحدیث میں مذکور ہے، بلکہ کئی نئے مسائل کو بطور اجتہاد قرآن وحدیث، اقوال صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روشنی میں وضع کیا جاتا ہے۔ جو وہابی یہ کہتا ہے کہ امام کی تقلید نہ کی جائے، سیدھا احادیث پر عمل پیرا ہوا جائے، اس وہابی سے پوچھا جائے کہ احادیث میں داڑھی رکھنے کا حکم ہے، مجھے احادیث میں دکھاؤ کہ کہاں سے لے کر کہاں تک داڑھی رکھنے کا حکم ہے، لبوں کے نیچے جو بچی اور کوٹھے ہوتے ہیں یہ داڑھی میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟ گلے پر جو بال ہوتے ہیں یہ داڑھی میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان سب کا حکم احادیث سے دکھاؤ، وہابی ایڑیاں رگڑ کر مر تو سکتا ہے لیکن اس کا حکم حدیث رسول سے نہیں دکھا سکتا۔ روزے کی حالت میں انجیکشن لگوانے پر اجتہاد کرتے ہوئے وہابی

مولوی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتا ہے: ''صحیح بات یہ ہے کہ رگ میں اور عضلات میں انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ غذا کے انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔'' (ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاوی، صفحہ 205، دعوت وارشاد، ریاض)

کوئی اس سے پوچھے کہ یہ کس حدیث میں آیا ہے کہ عام انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور غذا والے انجیکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ دوسری جگہ یہ مولوی صاحب عجیب وغریب اجتہاد بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے سوال ہوا کہ روزہ کی حالت میں گردہ کے مریض کا خون تبدیل کروانا کیسا ہے؟ تو جواباً کہا: ''مسئولہ صورت میں روزہ کی قضا کرنی ہوگی، کیونکہ اس سے مریض کو تازہ خون مل جاتا ہے، خون کے ساتھ ہی اگر اسے اور کوئی مادہ دے دیا گیا تو وہ ایک دوسرا مفطر (روزہ توڑنے والا) شمار ہوگا۔''

(ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاوی، صفحہ 216، دعوت وارشاد، ریاض)

اسی طرح اور کثیر مسائل ہیں جن کا ثبوت قرآن وحدیث میں واضح موجود نہیں ائمہ کرام نے ان میں اجتہاد کیا اور ہم اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اسلاف کی یہی تعلیمات اور عمل رہا ہے کہ جس مسئلہ کی صراحت قرآن وحدیث میں نہ ہو اس میں اجتہاد کیا جائے۔ سنن البیہقی میں ہے "عن الشعبی قال لما بعث عمر بن الخطاب رضی الله عنه شریحا علی قضاء الکوفة قال انظر ما تبین لك فی کتاب الله فلا تسألن عنه أحدا وما لم یتبین لك فی کتاب الله فاتبع فیه السنة وما لم یتبین لك فی السنة فاجتهد فیه رأیك" ترجمہ: حضرت شعبی سے مروی ہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریح کو کوفہ کا قاضی بنایا تو فرمایا (مسائل کے حل کیلئے سب سے پہلے) اس کو دیکھو قرآن مجید میں سے جو تم پر واضح ہو، اس کے بارے کسی سے نہ پوچھو، اگر قرآن میں

اس کا بیان تم پر ظاہر نہ ہو تو اس بارے سنت کی اتباع کرو، اگر سنت میں بھی اس کا ہونا تم پر ظاہر نہ ہو تو اس میں اپنا اجتہاد کرو۔

(سنن البيهقي الكبرى، كتاب آداب القاضي، جلد10، صفحہ 110، مكتبة دار الباز، مكة المكرمة)

خود سعودیہ کے وہابی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے اجتہاد کی حجیت کے متعلق لکھا ہے: ”ہر وہ چیز جو دین میں کتاب وسنت کی واضح دلیلوں سے یا اجماع سلف سے معلوم ہو اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا، نیز اس کے مخالف ہر چیز کو چھوڑنا واجب ہے۔ اور یہ ایک ایسا اہم اصول ہے جس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ اجتہاد درحقیقت ان اختلافی مسائل میں ہوتا ہے جن کے دلائل کتاب وسنت سے واضح نہ ہوں، پس جس کا اجتہاد صحیح ہو گیا اسے دہرا اجر ملے گا اور جس سے چوک ہوگئی اس کے لئے ایک اجر ہے۔ مگر اجتہاد ان علماء کے لئے درست ہے جن کے اندر صدق واخلاص کے ساتھ حق کی جستجو اور جدوجہد کرنے کی صلاحیت ہو۔“ (ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاوی، صفحہ 56، دعوت وارشاد، ریاض)

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ وہابی مولویوں کی طرح کوئی دو چار حدیثیں پڑھ کر امام نہیں بنے بلکہ انہوں نے قرآن وحدیث اقوال صحابہ پر مکمل عبور حاصل کر کے کثیر مسائل میں اجتہاد کیا اور امت مسلمہ صدیوں سے ان کے اجتہاد پر اعتماد کرتی ہے۔ امت مسلمہ کا اس پر عمل پیرا ہونا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ امت محمدیہ کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”لا يجمع الله هذه الأمة على الضلالة “ ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔ (المستدرك، كتاب العلم، جلد1، صفحہ 99، دار الكتب العلمية، بيروت)

امت مسلمہ کے علماء وفقہاء، صوفیا، محدثین نے انہی چار اماموں کی تقلید کی ہے اور ان کے اجتہاد کو قرآن وحدیث کے موافق ہونے کے سبب اس پر اعتماد کیا ہے۔ وہابی امت مسلمہ پر بوجہ تقلید اعتراض کرتے ہیں اور خود ابن تیمیہ، ابن عبدالوہاب نجدی کے کٹر مقلد ہیں، شرک وبدعت کی جو باطل تعریف ومفہوم بڑے وہابی مولویوں نے کی ہے اس پر آج بھی عمل پیرا ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہابیوں سے کسی نے سوال کیا: ”اگر امام مولانا عبدالوہاب صاحب دہلی کے مستنبط مسائل پر عمل کرنا ضروری ہے تو ائمہ اربعہ کے مسائل استنباط شدہ پر عمل کرنا فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ کے ناموں سے مروج ہیں ان پر عمل کرنا کیوں ضروری نہیں ہے؟ سو اس کا کیا جواب ہے براہِ کرم جواب مدلل ہونا چاہئے قرآن وحدیث اور صحیح معتبر کتابوں سے مع حوالہ صفحہ کے ساتھ۔“

جواب میں فرمایا: ”ہم مولانا عبدالوہاب مرحوم کے ذکر کردہ مسائل کو مانتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے قرآن وحدیث سے ہی مسائل پیش کئے ہیں اپنی طرف سے نہیں بتائے۔ ائمہ کے زمانہ میں قرآن وحدیث ایک جگہ جمع نہ تھے، اس وجہ سے انہوں نے قیاس سے بھی فتوے دیئے ہیں، اس بنا پر ان کے وہ مسائل جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے ہیں ہم اہل حدیث رد کر دیتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے خلاف کسے باشد کوئی ہو کسی کی بات نہیں ماننی چاہئے بلکہ فرمان نبوی اگر موسیٰ بھی (بفرض محال) زندہ ہو کر آ جائیں تو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں موسیٰ کی بات چھوڑ کر حدیث رسول ہی کی اتباع کرینگے تو نجات ہے ورنہ نہیں۔“ (فتاوی علمائے حدیث، جلد11، صفحہ 148، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

یہاں وہابی مولوی صاحب برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم مولانا عبدالوہاب کے مسائل کو اس لئے مانتے ہیں کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے موافق مسائل پیش کئے ہیں۔ جب

وہابیوں کوایک چھوٹے سے مولوی پر اعتماد ہے تو پھر ہم اتنے بڑے امام بلکہ ائمہ کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں نہ اعتماد کریں؟ وہابی جھوٹ و بہتان باندھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن وحدیث کے خلاف قیاس کیا ہے۔ وہابی آج تک اسے ثابت نہیں کر پائے، جس مسئلہ میں بھی وہابیوں نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے، ان کے مقلدین نے وہابیوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے جیسا کہ اوپر کئی مسائل کو احادیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر کئی وہابی بحث کے دوران مقلدین کو کہتے ہیں کہ آپ حدیث کا حوالہ پیش نہ کریں آپ مقلد ہیں آپ اپنے امام کا قول پیش کریں۔ حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ اگر کوئی امام ابوحنیفہ کے کسی فتویٰ کے برعکس کوئی حدیث لائے گا تو حنفی مقلد اس کا جواب دے گا کہ اس حدیث کو امام نے کیوں نہیں لیا، اس سے زیادہ صحیح روایت فلاں ہے جسے امام نے لیا ہے جیسا کہ اوپر اس مسئلہ پر کافی کلام کیا گیا ہے۔

کیا تقلید امت میں اختلاف کا سبب ہے؟

باقی وہابیوں کا یہ کہنا کہ تقلید کی وجہ سے امت میں اختلاف ہے یہ بالکل غلط ہے، چاروں ائمہ کرام حق ہیں جو جس کی پیروی کرتا ہے وہ صحیح ہے۔ بلکہ تقلید تو اختلاف کو ختم کرتی ہے جیسے فقہ حنفی میں یہ اصول ہے کہ جو راجح مسائل ہیں ان کے خلاف فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اب اگر کوئی حنفی مفتی ہو اور وہ ایسا فتویٰ دے جو کتب احناف میں موجود صحیح مسئلہ کے خلاف ہو تو اس کا یہ فتویٰ درست نہ ہوگا، اس پر لازم ہوگا کہ اپنے فتوے سے رجوع کرے۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کی صراحت نہ قرآن وحدیث میں ملتی ہو اور نہ کتب فقہ میں ملتی ہو اور اس نے اصولوں کی روشنی میں مسئلہ کا جواب دیا ہے جو دیگر علماء کے جواب کے خلاف ہے تو اس میں اصول ہوتا ہے کہ جو زیادہ علم والا ہو یا جس کی طرف زیادہ علماء ہوں

اس فتویٰ پر عمل کرلیا جائے ورنہ جس فتویٰ پر چاہے عمل کرلے۔ اس کے برعکس وہابی مولویوں میں کوئی اصول ہی نہیں ہے، ان کے ہر تیسرے چوتھے مسئلہ میں باہمی اختلاف ہوگا، جس وہابی کی سوئی جس جگہ اڑ جائے گی وہ اسی پر فتویٰ دے گا اور دوسرا اس کے خلاف، ان کے ہاں تو کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جس میں متفق علیہ کثیر مسائل مذکور ہوں۔ پھر خود وہابی اپنے گریبان میں نہیں دیکھتے الٹا اعتراض ائمہ اور ان کے مقلدین پر کرتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو گمراہ ومشرک قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اپنے اپنے امام کی پیروی کرنا دین میں تفرقہ نہیں، دین میں تفرقہ تو وہ کرتے ہیں جو اپنے مخالف کو گمراہ ومشرک جانیں ان پر طعن و تشنیع کریں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن رفع یدین نہ کرنے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا (یعنی جن احادیث میں رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت ہے اس پر عمل کیا) حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے، شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں کوئی محلِ نزاع نہیں، ہاں وہ حضرات تقلیدِ ائمہ دین کو شرک وحرام جانتے اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء اپنے لئے منصبِ اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین و اثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت ونا موری سمجھتے ہیں اُن کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دور رہنا چاہئے۔ مانا کہ احادیث رفع ہی مرجع ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امرِ مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا، نہ کیا تو کچھ برائی نہیں، مگر مسلمانوں میں فتنہ اُٹھانا دو گروہ کردینا، نماز کے مقدے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿الفتنة اشد من القتل﴾ فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔“ (رضویہ، جلد6، صفحہ155)

وہابی فقہ کا تفرقہ

آئیں آپ کو وہابی اختلافی فقہ کی چند جھلکیاں دکھاتے ہیں آپ فیصلہ کریں کہ تفرقہ وہابیوں میں زیادہ ہے یا اہل سنت میں؟

وہابی مفتی سے سوال ہوا: ”زید کہتا ہے تارک الصوم والصلوۃ اسلام سے خارج ہے بکر کہتا ہے میرے مذہب میں نماز روزہ چھوڑنے والا کافر نہیں بلکہ میرے مذہب میں فرعون، ہامان، قارون، ابوجہل وغیرہ ایک دن ضرور جنت میں جائیں گے۔ بتایئے حق پر کون ہے؟“

جواب میں کہا گیا: ”صورت مسئولہ میں اگر زید نے تشدد سے کام لیا ہے تو بکر بھی صحت پر نہیں ہے۔ تارک صوم وصلوٰۃ کے متعلق حدیث میں کفر کا لفظ تو وارد ہوا ہے مگر الکفر دون الکفر کے ماتحت اسے ہلکے درجہ کا کفر قرار دیا گیا ہے۔“

(فتاوی علمائے حدیث، جلد9، صفحہ 139، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

یہاں وہابی مولوی نے نماز چھوڑنے والے کو کافر، دین سے خارج قرار نہیں دیا جبکہ دوسرا مولوی کہتا ہے کہ وہ دین سے خارج ہے چنانچہ سعودیہ کا وہابی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتا ہے: ”صحیح بات یہ ہے کہ عمداً نماز ترک کرنے والا کافر ہے، لہٰذا جب تک وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہ کرلے اس کا روزہ اور اسی طرح دیگر عبادات درست نہیں۔“

(ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاویٰ، صفحہ 209، دعوت وارشاد، ریاض)

دوسری جگہ صفحہ 253 میں انہوں نے بے نمازی کا حج نامقبول ہونے کا بھی فرمایا ہے۔

میت کو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں اس پر کلام کرتے ہوئے فتاوی

علمائے حدیث میں ایک وہابی مفتی کہتا ہے: ”متاخرین علمائے اہل حدیث سے علامہ محمد بن اسماعیل امیر رحمۃ اللہ علیہ نے سبل السلام میں مسلک حنفیہ کو ارجح دلیلا بتایا ہے۔ یعنی یہ کہا ہے کہ قراءت قرآن اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ از روئے دلیل زیادہ قوی ہے۔

(فتاوی علمائے اہل حدیث، جلد5، صفحہ 347، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

اسی فتاوی میں اسی جلد کے چند صفحات بعد دوسرے وہابی مولوی سے سوال ہوا: ”کیا قرآن مجید کی تلاوت بلا تخصیص وقت ومکان کے میت کو ثواب پہنچتا ہے؟“ جواباً کہا گیا: ”کسی آیت یا حدیث سے تلاوت قرآن کی ثواب رسانی کا ثبوت نہیں، نہ زمانہ رسالت میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔“ (فتاوی علمائے حدیث، جلد5، صفحہ 361، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

پھر اسی جلد میں چند صفحات بعد وہابی مولوی ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ ہے: ”قراءت قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعد تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی کے پڑھے۔ از مولانا ثناء اللہ امرتسری۔“

(فتاوی علمائے حدیث، جلد5، صفحہ 367، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

وہابی مولویوں کی تعویذ کے متعلق بھی متضاد بیانی ملاحظہ ہو:۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں بیاری وغیرہ پر دھاگہ باندھنے کو شرک کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے: ”بخار کی وجہ سے دھاگہ وغیرہ باندھنا بھی شرک ہے۔“

(کتاب التوحید ترجمہ، صفحہ 50، دارالسلام)

وہابی مولوی نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے تعویذات کے جواز پر پوری کتاب لکھی اور اس میں کئی تعویذ بھی لکھے چنانچہ بخار کے تعویذ کے متعلق لکھتے ہیں: ”اس کو لکھ کر بخار والے کے بازو پر باندھ دے باذنِ خدا جلد صحت ہو جائے گی۔ یہ وہی دعا ہے

جس میں ام ملدم آیا ہے اور قول جمیل سے نقل ہو چکی ہے اور محرر سطور کے تجربہ میں بار بار آئی ہے۔ وللہ الحمد۔ آیات تخفیف کو لکھ کر باندھ لے جلد اچھا ہو جائے گا۔ ﴿ذٰلِکَ تَخۡفِیۡفٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَرَحۡمَةٌ﴾ ﴿یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا﴾ ﴿اَلۡـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنۡکُمۡ وَعَلِمَ اَنَّ فِیۡکُمۡ ضَعۡفًا﴾ ان سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں درود لکھے اور اگر اس آیت کو زیادہ کر دے تو اور بھی احسن تر ہے۔ ﴿قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ﴾''

(کتاب التعویذات، صفحہ 204، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

یہاں تو صدیق حسن بھوپالی صاحب جسے وہابی عمدۃ المفسرین زبدۃ المحدثین کہتے ہیں وہ بھوپالی صاحب نہ صرف تعویذ کو جائز کہہ رہے ہیں بلکہ تعویذ بتا بھی رہے ہیں دوسری طرف جدید وہابی مولوی ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی نے تعویذات کے ناجائز وشرک ہونے پر پوری کتاب لکھی۔ اس کتاب کے مقدمہ میں ہے: ''زیر کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے تعویذ کی شرعی حیثیت کو اچھی طرح واضح کیا ہے اور کوڑیوں، موتیوں اور حیوانوں کی ہڈیوں نیز طلسماتی نقشوں اور غیر مفہوم یا غیر شرعی الفاظ وغیرہ سے بنے ہوئے تعویذوں کو لٹکانے یا پہننے کا دلائل کے ذریعہ شرک ہونا ثابت کیا ہے۔ البتہ قرآنی آیات اور ماثور دعاؤں پر مشتمل تعویذ لٹکانے کا ناجائز ہونا راجح قرار دیا ہے۔''

(تعویذ اور عقیدہ توحید، صفحہ 5، وزارت اسلامی امور و اوقاف، سعودیہ)

اجتماعی قربانی میں سات حصے دار ہوتے ہیں، اب ان میں اگر کوئی قادیانی، بریلوی، بے نمازی وغیرہ شریک ہو جائے تو وہابی لطیفے ملاحظہ ہوں۔ ایک وہابی مولوی سے سوال ہوا: ''قربانی کے حصص میں کیا کوئی بریلوی شریک ہو سکتا ہے جبکہ اس کا عقیدہ شرکیہ ہے؟ اگر اس کی شرکت جائز ہو تو مرزائی کے متعلق کیا خیال ہے؟''

جواب میں وہابی مجتہد لکھتا ہے: ''گائے وغیرہ کی قربانی کے حصص میں بریلوی عقیدہ کا شخص شامل ہو سکتا ہے اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس کے عقیدے کی خرابی باقی شرکاء کے حصص پر اثر انداز نہیں ہو سکتی جبکہ وہ بھی قربانی سنت یا واجب سمجھ کر کرتا ہے۔ کسی حدیث میں یہ صراحت نہیں ملتی کہ منافقین مدینہ کو مسلمانوں کی قربانیوں میں شریک نہ کیا گیا ہو۔ جب منافقین کی شرکت ہو سکتی ہے تو بریلوی عقیدہ ان سے بدتر نہیں ہے۔ باقی رہی مرزائی کی شرکت تو اس کے متعلق بھی حرام کا فتویٰ نہیں لگا سکتے۔ بہرحال اگرچہ مرزائی کتاب وسنت کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے مگر اس کا کفر اس کے اپنے حصے کے لئے خرابی کا سبب بن سکتا ہے۔ باقی لوگوں کے حصوں پر اس کا کفر خارج نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ کوئی مرزائی اگر ہمارے پیچھے آ کر نماز پڑھ لے تو ہماری نماز اور جماعت میں اس کی شرکت سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوگی۔ صرف اس اکیلے کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ وہ کافر ہے اور کفر کے ساتھ کوئی بھی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔ مولانا محمد علی جانباز سیالکوٹ۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث، جلد 13، صفحہ 89، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

اس وہابی نام نہاد کا اجتہاد دیکھیں کہ قادیانیوں کے ساتھ اجتماعی قربانی جائز کہہ دی اور قیاسِ باطل دیکھیں کہ اسے نماز باجماعت کی مثل ٹھہرا دیا۔ گویا اس وہابی کے نزدیک پانی کے گلاس میں ایک پیشاب کا قطرہ ڈال دیا جائے تو سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اپنے حصے کا سارا پانی پی لیا جائے اور ایک قطرہ پیشاب جتنا پانی چھوڑ دیا جائے۔ یہ حال ہے وہابی اجتہاد کا اور ان کے قیاس کا اور اعتراض ائمہ کرام پر کرتے ہیں۔ اس کتاب کے، اسی جلد کے چند صفحوں پہلے دوسرے وہابی مولوی سے منقول ہے: ''ایک جانور کی جان ایک ہے

چاہئے تھا کہ ایک گائے، ایک ہی شخص یا گھر کی طرف سے قربانی ہو، کیونکہ قربانی خون بہانے کا نام ہے، گوشت کے حصوں کا نام نہیں، وہ تو انسان خود ہی کھالیتا ہے اور جان بکری، دنبے اور گائے کی ایک ہی ہے۔ پس گائے کا سات کے قائم مقام ہونا محض خدا کی مہربانی ہے۔ اس لئے قربانی میں شریک بھی ایک ہی قسم کے ہونے چاہئیں یعنی سب موحد مسلمان ہوں، مشرک نہ ہوں اور نیت بھی سب کی قربانی کی نہ کسی کی نذر یا عقیقہ وغیرہ کی۔ اس لئے گائے میں عقیقہ کے سات حصے ہونے میں شبہ ہے کیونکہ عقیقہ کے متعلق حدیث میں صراحت نہیں آئی اور قربانی کی بابت صراحت آگئی ہے کہ سات کی طرف سے ہوسکتی ہے۔ اس مسئلہ پر تنظیم اہلحدیث دسمبر 1973ء میں حضرت مولانا عبدالقادر حصاری کا مضمون شائع ہوچکا ہے۔ اس کا اقتباس درج ذیل ہے: قربانی حلال طیب مال سے خریدنی ضروری ہے۔ اگر قربانی میں ایک روپیہ حرام کا شامل ہوگیا تو قربانی مردود ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور میں شریک ہونے والے تمام اشخاص نمازی موحد ہونے ضروری ہیں، اگر ان میں کوئی حرام کار، حرام خور، کافر، مشرک، بدعتی، بے نمازی وغیرہ بے دین شامل ہوا تو قربانی سب کی ضائع ہوجائے گی۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث، جلد13، صفحہ66، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

پہلے مولوی نے قادیانیوں کے ساتھ اجتماعی قربانی جائز کہہ دی اور دوسرے نے بے نمازی کے ساتھ بھی ناجائز کہہ دیا۔ پھر اس دوسرے مولوی نے کہا کہ گائے میں عقیقہ کا حصہ نہیں ہوسکتا جبکہ ایک تیسرا وہابی مولوی کہتا ہے ہوسکتا ہے چنانچہ اسی فتاویٰ کی اسی جلد میں ہے: ''گائے یا اونٹ میں عقیقہ کا ذکر صحیح حدیث میں نہیں آیا۔ صرف قیاس ہے اور قیاس صحیح ہے کیونکہ اونٹ گائے کا ہر حصہ ایک بکری کی طرح ہے۔ حافظ محمد گوندلوی

گوجرانوالہ۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث، جلد13، صفحہ196، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

اگر کوئی نمازی جماعت میں شامل ہوا اور اگلی صف مکمل ہے اب وہ اکیلا نئی صف میں کھڑا ہو یا نہ ہو اس پر وہابی لڑائی دیکھیں۔ ایک وہابی مولوی لکھتا ہے: ''بعد حمد وصلوٰۃ صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہے کہ اگر کوئی شخص مصلی بعد اتمام صف صلوٰۃ مسجد میں آیا اور صف میں اس نے کوئی جگہ نہیں پائی تو وہ اکیلا صف کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ کسی شخص کو اطراف صف سے کھینچ کر اپنے ساتھ ملالے۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث، جلد2، صفحہ77، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

دوسرا وہابی مولوی مبشر احمد ربانی لکھتا ہے: ''اگلی صف میں سے کسی کو پیچھے کھینچ لانے کے متعلق صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔۔۔ اگر اگلی صف میں جگہ ہی نہیں، پھر یہ پیچھے اکیلے نماز پڑھ لیتا ہے تو ان شاء اللہ اس کی نماز صحیح ہوگی۔ شیخ ابن باز اور علامہ ناصر الدین البانی نے یہی مؤقف اپنایا ہے اور امام ابن تیمیہ کا بھی یہی مؤقف نقل کیا ہے۔''

(احکام و مسائل، صفحہ 207، دار الاندلس، لاہور)

دوسرے وہابی نے ابن باز اور ناصر الدین اور ابن تیمیہ کی تقلید میں یہ فتویٰ دیا ہے۔ اب تیسرے وہابی مولوی حافظ زبیر علی زئی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ ان سے سوال ہوا: ''نماز باجماعت میں اگر کوئی نمازی بعد میں آئے اور پہلی صف مکمل ہو تو وہ اکیلا دوسری صف میں کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا کسی حدیث میں آیا ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی؟ اگر ہے تو اس حدیث کے بارے میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں؟ جواب: ''یہ آدمی دوسری صف میں اکیلا کھڑا ہوسکتا ہے لیکن یاد رہے کہ اگر وہ آخر تک اسی طرح اکیلا رہے گا تو اسے یہ نماز دوبارہ پڑھنی پڑھے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((فلا صلوٰۃ لفرد خلف الصف)) اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو صف کے پیچھے اکیلا

نماز پڑھے۔''
(فتاوی علمیہ، جلد1، صفحہ 298، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

قبر کے سرہانے جو تختی ہوتی ہے اس کے متعلق مقالات وفتاوٰی ابن باز میں ہے: ''کیا میت کی قبر پر لوہے یا سیمنٹ کی پلیٹ نصب کر کے اس پر قرآنی آیات اور میت کا نام اور اس کی تاریخ وفات وغیرہ لکھنا جائز ہے؟'' جواب: ''میت کی قبر پر لکھنا جائز نہیں، نہ قرآنی آیات اور نہ کچھ اور لوہے کی پلیٹ نصب کرنا جائز ہے اور نہ پتھر وغیرہ کی۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح بیان فرمایا ہے۔ ترمذی اور نسائی میں صحیح سند کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے قبر پر لکھنے سے بھی منع فرمایا۔''
(مقالات و فتاوی ابن باز، صفحہ 182، دار السلام، ریاض)

یہ مولوی قبر پر لکھنے کو ناجائز کہہ رہا ہے اور وہابیوں کا امام ثناء اللہ امرتسری اسے جائز کہہ رہا ہے چنانچہ کہتا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پتھر ایک صحابی کی قبر پر رکھ کر فرمایا تھا، اس لئے رکھتا ہوں یہ قبر پہچان لیا کروں۔ پتھر پر نام میت لکھوا کر سرہانے کی طرف کھڑا کر دیا جائے تو میرے خیال میں منع نہیں ہے۔ مدینہ شریف کے قبرستان میں آج تک بھی امام مالک کی قبر پر اسی طرح کا ایک پتھر یا لکڑی کی تختی کھڑی ہے ''۔

ثناء اللہ امرتسری کے اس جواب پر کسی نے یوں اعتراض کیا: ''مفتی صاحب! اہلحدیث نے پندرہ محرم کے پرچے پر لکھا ہے کہ قبر کے سرہانے پتھر رکھ دیا جائے اور اس پر میت کا نام وغیرہ لکھ دیا جائے تو حرج نہیں۔ حالانکہ ترمذی کی حدیث میں ہے "ینھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تجصص القبور ویکتب علیها" پس مطلق قبر پر لکھنا نام ہو یا سن سب منع ہے۔ عبد اللطیف از دہلی۔''

اس کو یوں جواب دیا گیا کہ حدیث میں ممانعت قبر کے عین اوپر لکھنے کی ہے اور تختی یا پتھر قبر نہیں ہے چنانچہ جواب میں کہا گیا: ''آپ نے قبر کے لفظ پر غور نہیں کیا، جو حدیث کا لفظ ہے۔ قبر کوہانی شکل کا نام ہے پتھر اس سے الگ منفصل چیز ہے۔ حدیث کے صریح الفاظ حجت ہیں قیاس کسی کا حجت نہیں، باوجود اس کے میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتا۔''
(فتاوی علمائے حدیث، جلد5، صفحہ 277، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

آج کل کے وہابی ننگے سر رہتے ہیں اور ننگے سر ہی نماز پڑھتے ہیں جبکہ پچھلے دور کے غیر مقلد علماء نے بھی سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کو مستحسن کہا ہے چنانچہ میاں نذیر حسین دہلوی، فتاوٰی نذیریہ، جلد 1، صفحہ 240، میں لکھتے ہیں: ''ٹوپی وعمامہ سے نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ امر مسنون ہے۔'' غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری، فتاوٰی ثنائیہ، جلد 1، صفحہ 525، میں لکھتے ہیں کہ نماز کا مسنون طریقہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہے یعنی بدن پر کپڑا اور سر ڈھکا ہوا، پگڑی یا ٹوپی سے۔'' ایک اور غیر مقلد مولوی نے لکھا ہے "الحمدللہ! اہل حدیث حضرات نے کسی کے سر ننگے نہیں کروائے۔ ہم تو مرد کے لئے سر ڈھانپنے کو مستحسن عمل جانتے ہیں۔''
(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث، صفحہ 50، مکتبہ دفاع کتاب وسنت، لاہور)

مبشر ربانی وہابی مولوی ننگے سر نماز پڑھنے پر کلام کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اگر کوئی مرد ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس سے الجھنا نہیں چاہئے۔ ننگے سر نماز پڑھنے والے کو بھی غور کرنا چاہئے کہ ننگے سر نماز پڑھنے میں سر ڈھک کر نماز پڑھنے سے کوئی زیادہ ثواب نہیں

ملتا کہ اس عمل پر اصرار کرے۔ الغرض سر ڈھک کر نماز پڑھنے کی پابندی بالغ عورت کے لئے ہے، مرد کے لئے سر ڈھک کر نماز پڑھنے کی فرضیت کتاب وسنت میں کہیں وارد نہیں ہوئی۔''

(احکام ومسائل، صفحہ 209، دارالاندلس، لاہور)

اس مولوی نے آخر میں کہہ دیا کہ سر ڈھک کر نماز پڑھنے کی کتاب وسنت میں فرضیت ثابت نہیں۔ اس مولوی سے کوئی پوچھے فرضیت ثابت نہیں تو کیا سنت بھی ثابت نہیں؟ حضور علیہ السلام کا اکثر فعل سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے۔ جس کا اعتراف خود پرانے وہابیوں نے کیا ہے۔ موجودہ وہابیوں نے ننگے سر رہنے کو اپنی نشانی بنالیا ہے، ابھی تک ننگے سر نماز پڑھنا وہابیوں کے نزدیک جائز ہے آئندہ وہابیوں نے ننگے سر نماز پڑھنے کو مستحب قرار دے دینا ہے۔ اہل حدیث کے مولوی عبدالرحمٰن کیلانی صاحب نے لکھا ہے: ''اس حدیث سے ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوا۔ لیکن حنفی حضرات نے اسے مکروہ سمجھا اور اگر کسی کے پاس رومال وغیرہ نہ ہو تو اس کے لیے مسجد میں گھاس کے تنکوں کی ٹوپیاں رکھنا شروع کر دیں۔ تاکہ کوئی ننگے سر نماز نہ پڑھے۔ دوسری طرف اہل حدیث حضرات نے ردعمل کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا اپنا شعار بنالیا۔ حالانکہ حدیث سے صاف واضح ہے کہ حضرت جابر خود بھی عموماً ننگے سر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بسا اوقات ٹوپی کے ساتھ عمامہ بھی پہنتے تھے۔''

(آئینہ پرویزیت، صفحہ 618، مکتبۃ السلام، لاہور)

یہ وہابیوں کے بنیادی مسائل ہیں۔ دیکھیں ان میں کتنا اختلاف ہے، باقی مسائل میں کتنا اختلاف ہوگا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں؟ ان چند مسائل میں وہابیوں نے کیسے چھکے چوکے مارے ہیں، اپنے وہابی مولویوں کی کئی مسائل میں برملا تقلید کی ہے۔ ہم

تقلید کریں تو گمراہی وشرک ہے اور ان کے لئے سب جائز ہے۔ صراطِ مستقیم وہی ہے جس پر برسوں سے امت مسلمہ چلی آرہی ہے کہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرلی جائے، اسی میں عافیت ہے اور یہی قرآن وحدیث پر چلنے میں بہترین ذریعہ ہے۔

وہابیوں کا اسلاف کے اقوال میں ہیرا پھیری کرنا

مکروہ فریب:۔ وہابیوں کا ایک اور فریب جو آج کل بہت رائج ہے وہ یہ ہے کہ وہابی اپنے عقائد ونظریات کو احادیث اور اسلاف کے اقوال سے حق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اہل سنت کو گمراہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو دلائل عقائد اہل سنت کی تائید کرتے ہیں ان دلائل کو ضعیف وموضوع قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دھکے سے بزرگان دین کو وہابی ثابت کرتے ہیں جیسے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے اور حنبلی مسلک میں رفع یدین کیا جاتا ہے، آج کے وہابی لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ سنی لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑی محبت کرتے ہیں جبکہ گیارہویں والی سرکار معاذ اللہ وہابی تھے۔ حالانکہ حضور غوث پاک نے غنیۃ الطالبین میں واضح الفاظ میں نہ صرف خود کو اہل سنت ظاہر کیا ہے بلکہ اہل سنت فرقہ کو جنتی قرار دیا ہے اور دیگر گمراہ فرقوں کا رد کیا ہے۔ ایک وہابی مولوی حافظ عبداللہ بہاولپوری اپنی کتاب میں حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ وہابی ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے (شیخ عبدالقادر جیلانی) اپنی کتاب غنیۃ الطالبین صفحہ 294 پر فرماتے ہیں: ''اعلم ان لاھل البدع علامات یعرفون بھا فعلامتہ ۔۔۔الخ بدعتیوں کی بہت سے علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، بڑی علامت ان کی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کو برا بھلا اور سخت سست کہتے ہیں اور یہ سب اس عصبیت اور بغض کی وجہ سے ہے جو ان کو اصل اہل سنت سے ہوتا ہے۔ اہل سنت

کا صرف ایک ہی نام ہے اور وہ اہلحدیث ہے۔

شاہ عبدالقادر جیلانی کے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ جو اہل حدیث کو برا بھلا کہتے ہیں وہ بدعتی ہیں اور جو بدعتی ہوں وہ اہل سنت نہیں ہوسکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ

(1) اہلحدیث کو برا بھلا کہنے والے اہل سنت نہیں ہوسکتے۔

(2) جو اہلحدیث کے الٹے سیدھے نام رکھتے ہیں، کبھی وہابی کہتے ہیں، کبھی غیر مقلد، وہ سب بدعتی ہیں اور بدعتی اہل سنت نہیں ہوسکتے۔

(3) اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں باقی زبردستی کے دعویدار ہیں۔

(4) جب شاہ جیلانی ناجی (نجات پانے والا) جماعت صرف اہل سنت کو قرار دیتے ہیں اور وضاحت فرماتے ہیں کہ اہل سنت صرف اہلحدیث ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ خود بھی اہلحدیث تھے۔

(5) جب شاہ جیلانی اہلحدیث تھے اور تھے بھی پیر کامل، مسلم عندالکل تو معلوم ہوا کہ اہلحدیثوں میں بڑے بڑے ولی گزرے ہیں۔

(6) جاہل عالموں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہلحدیث میں کوئی ولی نہیں ہوا۔

(7) جب ناجی فرقہ اہل سنت ہیں اور اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں اور ولی کا ناجی ہونا ضروری ہے تو ثابت ہوا کہ ولی صرف اہلحدیث ہی ہوسکتا ہے۔"

(اصلی اہلسنت، صفحہ 17، کتاب وسنت ڈاٹ کام)

جواب: اس جزئیہ میں جو وہابی نے حضور غوث پاک کے فرمان سے عجیب و غریب استدلال کرکے وہابیوں کو اہل حق وجنتی اور ان کے مخالفوں کو گمراہ ثابت کیا ہے، انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ دراصل حضور غوث پاک حنبلی تھے اور حنبلیوں کی نسبت امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور امام احمد بن حنبل اہل حدیث گروہ میں سے تھے۔ پیچھے بیان کیا گیا تھا کہ اسلاف میں فروعی مسائل میں دو گروہ تھے ایک اہل فقہ اور دوسرا اہل حدیث۔ حضور غوث پاک اس مقام پر اہل حدیث گروہ پر تنقید کرنے والوں کی مذمت بیان کررہے ہیں جسے وہابی زبردستی اپنے لئے ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہابی کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ غوث پاک نے اہل سنت صرف اہل حدیث کو قرار دیا ہے بلکہ آپ نے فرمایا ہے "وما اسمهم الا اصحاب الحديث و اهل السنة" ترجمہ: ان کا نام اہل حدیث اور اہل سنت ہے۔ یہ اوپر بھی واضح کیا گیا ہے کہ اہل حدیث اور اہل فقہ دونوں عقائد کے اعتبار سے اہل سنت تھے جبکہ موجودہ وہابی نہ اہل حدیث ہیں اور نہ اہل سنت میں سے ہیں۔ تشریح کرتے ہوئے پہلے نمبر پر وہابی نے کہا کہ اہل حدیثوں کو برا بھلا کہنے والے سنی نہیں ہوسکتے۔ اچھا جی وہابیوں کو برا کہنے والے سنی نہیں اور وہابی حضور علیہ السلام سے لے کر صحابہ، تابعین اور اولیاء کرام کی شان میں بے ادبیاں کریں تو وہ سنی ہیں۔ واہ جی واہ خوب بدمعاشی ہے۔ دوسرے نمبر پر وہابی مولوی نے کہا کہ اہل حدیثوں کا الٹا نام وہابی اور غیر مقلد رکھنے والے سنی نہیں ہیں۔ آج وہابی اپنے پرانے نام وہابی سے چڑتے ہیں جبکہ ایک وقت تھا وہابی اس پر فخر کرتے تھے اور ایک وہابی مولوی نے تو فخر سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ حضور علیہ السلام بھی معاذ اللہ وہابی تھے چنانچہ فتاوی سلفیہ صفحہ 126 میں ہے کہ وہابیہ کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی لکھتے ہیں: "آنحضرت فداہ ابی وامی سخت قسم کے وہابی تھے۔" پانچویں نمبر پر جو وہابی نے کہا ہے کہ حضور غوث پاک اہل حدیث بھی تھے اور پیر کامل تو معلوم ہوا وہابیوں میں بڑے ولی گزرے ہیں۔ جو وہابی ساری زندگی تصوف واولیاء کے منکر رہے ہیں ان پر طعن وتشنیع کرتے رہے ہیں آج وہ وہابی دھکے سے ولی اللہ بن گئے ہیں۔ انہی

وہابیوں کے ایک پروفیسر نے واضح انداز میں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ انہوں نے شرک کی تعلیمات کو عام کیا تھا چنانچہ ایک وہابی پروفیسر محمد اکرم نسیم صاحب نے ایک کتاب تفہیم توحید لکھی اس میں کرامات کا مذاق اڑایا، انہیں شرک ٹھہرایا۔ پھر حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھتے ہوئے لکھتا ہے: ''علی ہجویری صاحب المعروف داتا گنج بخش اپنا ذاتی واقعہ کتاب ''کشف المحجوب'' میں یوں بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ میں نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کے لئے جانے کا قصد کیا۔ یہ رملہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ راستہ میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ دل میں سوچ کر چلو تا کہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں اور ہماری مشکل حل ہو۔ میں نے دل میں سوچا کہ مناجات ابن حسین کے اشعار ان سے سنوں۔ دوسرے نے سوچا مجھے طحال کا مرض ہے یہ اچھی ہو جائے۔ تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی ان سے لینا ہے۔ جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ایک جزو کاغذ جس میں اشعار مناجات ابن حسین لکھے تھے میرے آگے رکھ دیا اور دوسرے کے طحال پر ہاتھ پھیرا وہ جاتی رہی۔ تیسرے کو کہا حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیاء کا لباس رکھتا ہے اور اولیاء کے لباس والوں کو سپاہیوں کا مطالبہ درست نہیں۔''

غور فرمائیں!

(1) علی ہجویری اور کچھ درویش اپنی مشکلیں حل کروانے رملہ کے ایک بزرگ کے پاس گئے۔

(2) ابن المعلا لوگوں کی دل کی باتوں سے بھی واقف تھا۔

(3) مریضوں پر ہاتھ پھیر کر شفا بخش دیتا۔

علی ہجویری نے اس طرح کی سینکڑوں حکایات ''کشف المحجوب'' میں لکھ کر شرک کی راہ آسان کر دی ہے۔'' (تفہیم توحید، صفحہ 318، التوحید اکیڈمی، لاہور)

یہ ہے اصل وہابیت جو اولیاء کرام کی نہ صرف منکر ہے بلکہ ان کی شان میں بے ادبیاں کرتی ہے۔

وہابیوں کا وحدۃ الوجود و شہود کا انکار کرنا

وہابی مولوی امیر حمزہ نے ایک کتاب ''اللہ موجود نہیں؟'' لکھی جس میں انہوں نے وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والے صوفیوں کو گمراہ ٹھہرایا۔ لکھتا ہے: ''وحدۃ الوجود کے گند اور غلاظت کے پیش نظر سرہند کے ایک بزرگ جناب مجدد الف ثانی نے وحدۃ الوجود کے مقابلے میں ایک نیا صوفیانہ فلسفہ وحدۃ الشہود ایجاد کیا۔ تو یہ بھی ایک بزرگ کی ایجاد ہے۔ کتاب وسنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور حلول وغیرہ سب غیر اسلامی اور صوفیانہ فلسفے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے بچائے اور توحید وسنت پہ گامزن فرمائے۔ (اللہ موجود نہیں؟ صفحہ 180، دار الاندلس)

اگلے صفحے پر لکھتا ہے: ''اے اللہ! قیامت کے دن جنت میں اپنا دیدار نصیب فرمانا۔ ہم دنیا میں تیرا دیدار کرنے کی کوشش سے تیری پناہ مانگتے ہیں کہ جو بالآخر وحدۃ الوجود کے گٹر میں جا پھنکتی ہے۔'' (اللہ موجود نہیں؟ صفحہ 181، دار الاندلس)

وہابیوں کے نزدیک کشف کے ثبوت پر موجود واقعات مردود ہیں

وحدۃ الوجود اور شہود کے انکار کی طرح وہابیوں نے اولیاء کرام کے کشف کا بھی انکار کیا ہے چنانچہ وہابی حافظ زبیر علی زئی لکھتا ہے: ''خلاصہ یہ ہے کہ کشف بھی غیب دانی کا ایک نام ہے اور امت مسلمہ میں قیامت تک کسی کو کشف یا الہام نہیں ہوتا۔ نام نہاد بزرگوں

کے جن واقعات میں کشف والہام کا تذکرہ ہے وہ سارے واقعات بے اصل اور مردود ہیں۔"

(فتاوی علمیه، جلد 1، صفحه 88، مکتبه اسلامیه، لاہور)

یہ حال ہے ولایت کا دعویٰ کرنے والے وہابیوں کا! اسی طرح بزرگوں نے جو اہل حدیث گروہ کی تعریف وشان بیان کی ہے موجودہ وہابی ان تعریفات کو اپنے اوپر منطبق کرکے اہل حق بنے پھرتے ہیں۔

کیا حضور غوث پاک نے حنفیوں کو گمراہ کہا ہے؟

جس طرح ایک وہابی نے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان میں ہیرا پھیری سے خود کو جنتی قرار دیا ہے اسی طرح ایک دوسرے وہابی نے غوث پاک کے ایک فرمان میں معنوی تحریف کرکے حنفیوں کو گمراہ ثابت کیا ہے۔ حضور غوث پاک نے ایک سابقہ گمراہ فرقے مرجیہ کے بارہ فرقوں میں سے ایک فرقہ حنفیہ لکھا ہے اس پر کلام کرتے ہوئے وہابی مولوی بدیع الدین کہتے ہیں:"مرجیہ کے بارہ فرقوں میں بطور ایک فرقہ حنفیوں کو بھی شمار کیا ہے۔ آپ لوگوں کو پیر صاحب نے اہل سنت سے خارج کر دیا ہے۔ اب جو چاہو سو کہو۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں اور حنفی اہل سنت نہیں ہیں۔"

(براء ۃ اہلحدیث، صفحه 32، توحید پبلیکشنز، بنگلور انڈیا)

فرقہ مرجیہ میں ایک فرقہ حنفیہ تھا جس میں بعض اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے تھے، اس وجہ سے اس کا نام حنفی پڑ گیا۔ یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ اگر کوئی حنفی کہلانے والا غلط عقیدہ رکھ لے تو اس میں فقہ حنفی کا کوئی قصور نہیں وہ بندہ غلط عقیدہ رکھنے کے سبب سنی ہی نہیں رہے گا۔ موجودہ دور میں بھی دیوبندیوں سمیت کئی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں جبکہ عقائد اہل سنت والے نہیں ہیں، اب اس میں حنفیت کا کیا قصور ہے؟ پھر یہاں وہابی مولوی

نے حضور غوث پاک کا حوالہ بھی بالکل غلط طور پر پیش کیا ہے۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز تمام حنفیوں کو گمراہ نہیں کہا تھا بلکہ آپ نے فقط چند حنفی کہلانے والوں کے متعلق یہ لکھا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا 'واما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت "ترجمہ: باقی حنفیہ یہ امام ابوحنیفہ بن نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مقلد تھے۔ یعنی حضور غوث پاک نے بعض حنفیوں کے متعلق لکھا ہے اور وہابی نے تمام حنفیوں کو گمراہ ثابت کر دیا ہے۔ ابن تیمیہ حنبلی تھا اور اس کے چیلے بھی اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے اور کہتے ہیں جبکہ عقائد ان کے غلط ہیں، اب ان بعض حنبلیوں کے گمراہ ہونے سے تمام حنبلیوں کو تو گمراہ نہیں کہا جا سکتا۔

جھوٹی کتاب سے باطل عقیدہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا

وہابی بعض اوقات ائمہ کرام و بزرگان دین کی طرف اپنے باطل عقائد منسوب کرتے ہیں چنانچہ فتاوی علمائے حدیث میں ایک وہابی مولوی امام اعظم کی طرف ایک جھوٹی روایت یوں منسوب کرتا ہے:"غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے"رأى الإمام أبو حنيفة من يأتي القبور بأهل الصلاح، فيسلم ويخاطب ويتكلم ويقول :يا أهل القبور هل لكم من خبر، وهل لكم من أثر؟ إني أتيتكم وناديتكم من شهور، وليس سؤالي منكم إلا الدعاء، فهل دريتم أم غفلتم؟ فسمع أبو حنيفة يقول يخاطبه بهم فقال :هل أجابوا لك؟ قال :لا !فقال :سحقا لك، وتربت يداك !؛ كيف تكلم أجسادا لا يستطيعون جوابا، ولا يملكون شيئا، ولا يسمعون صوتا؟ وقرأ ﴿وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ یعنی امام ابوحنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو صالحین کی قبروں پر آتا، پس سلام کرتا اور ان سے خطاب کرتا اور کلام

کرتا اور کہتا کہ اے اہل قبور کیا تمہارے لئے بھلائی ہے کیا تمہارے پاس کوئی نشان ہے
، میں تمہارے پاس کئی ماہ سے آتا ہوں اور پکارتا ہوں اور میرا سوال تم سے صرف دعا کا ہے
، کیا تم نے جانا یا غافل ہی رہے۔ پس امام ابوحنیفہ نے جب یہ سنا تو اس شخص کو ان بزرگوں
کے حق میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: انہوں نے تجھے جواب دیا؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تجھ پر
پھٹکار ہو اور تو ذلیل ہو جائے تو ایسے جسموں سے کیوں کلام کرتا ہے جو نہ جواب کی طاقت
رکھتے ہیں نہ کسی شے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ آواز سنتے ہیں اور یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا أَنتَ
بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ یعنی تو اہل قبور کو نہیں سنا سکتا۔

(فتاوی علمائے حدیث، جلد5، صفحہ 294، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

یہ وہابی نے اہل سنت کے عقائد کو امام ابوحنیفہ سے غلط ثابت کرنے کے لئے
جھوٹی روایت نقل کی ہے نہ غرائب نامی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی امام ابوحنیفہ سے ایسا کلام
ثابت ہے۔

میلاد شریف کے متعلق مجدد الف ثانی کے کلام میں تحریف

میلاد شریف کو ناجائز ثابت کرتے ہوئے وہابی مولوی مجدد الف ثانی کا ایک
فرمان یوں نقل کرتا ہے: ''حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں ''اگر
فرضا علیہ السلام درین اوان دردنیا زندہ می بودند ایں مجالس و اجتماع
منعقد شدی آیا بایں امرراضی می شرند واجتماع راپسند ید ندیانہ یقین فقیر
آنست کہ ہر گز ایں معنی راتجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می
نمودند(مکتوبات مجدد الف ثانی ،صفحہ 373)'' (اس کا تحریفی ترجمہ وہابی یوں
کرتا ہے) یعنی اگر بالفرض آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانے میں زندہ ہوتے

اور (مروجہ) مجلس میلاد کو ملاحظہ فرماتے تو کیا ان سے خوش ہوتے! مجھ فقیر کو تو یہ کامل یقین
ہے کہ آپ ان مجالس کو اگر دیکھتے تو ان کو ناجائز کہتے اور ان پر انکار فرماتے۔

(فتاوی علمائے حدیث، جلد9، صفحہ 148، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

یہاں مجدد الف ثانی نے مروجہ مجالس واجتماع کی مذمت فرمائی تھی اور وہابی مولوی
نے مجالس واجتماع کا ترجمہ میلاد شریف سے اپنا بغض ثابت کرتے ہوئے مجلس میلاد کر دیا
ہے۔ جبکہ مجدد الف ثانی کی عبارت میں میلاد شریف کا ذکر تک نہیں۔

فصل پنجم: وہابیوں کی حدیث دانی

موجودہ وہابی تقلید کا انکار کر کے خود احادیث پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتے
ہیں، ان کی حدیث دانی ظاہر کرنے کے لئے صرف چند جزئیات پیش خدمت ہیں:۔

وہابیوں کے نزدیک کپورے حلال

وہابی مولوی خواجہ محمد قاسم اپنی کتاب ''فتاوی عالمگیری پر ایک نظر'' میں فقہ حنفی پر
اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''کپورے حرام۔۔''مایحرم اکلہ من اجزء الحیوان
سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة'' جانور کی
سات اشیاء حرام ہیں: بہنے والا خون، ذکر، خصیے، قبل، غدہ، مثانہ، پتہ۔''

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر، صفحہ 72، آزاد بک ہاؤس)

یہاں وہابی مولوی فتاوی عالمگیری میں موجود ایک جزئیہ پر اعتراض کر رہا ہے کہ
اس میں شرمگاہ اور کپوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے، پتہ چلا کہ وہابیوں کے ہاں شرمگاہ
اور کپورے کھانا حلال ہیں، جبکہ ان کا حرام ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے چنانچہ طبرانی
معجم الاوسط میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر اور ابن عدی سے اور بیہقی میں حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے "كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكره من الشاة سبعا المرارة والمثانة والحياء والذكر والانثيين والغدة والدم وكان أحب الشاة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مقدمها" ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذبیحہ جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے تھے سات یہ ہیں: مرارہ (پتہ) مثانہ، حیاء (شرمگاہ) ذکر، خصیے (کپورے)، غدود اور خون، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری ذبیحہ کا مقدم حصہ (یعنی دست) پسند تھا۔

(المعجم الاوسط، جلد10، صفحہ217، حدیث9486، مکتبۃ المعارف، ریاض)

اقامت کے متعلق موجود احادیث اور وہابی جہالت

ایک وہابی مولوی سے سوال ہوا: "امام اور مقتدی شروع تکبیر سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں یا جب مکبر حی علی الصلوۃ پر پہنچے؟ جواب: "کسی حدیث میں میں نے یہ ترتیب نہیں دیکھی علماء کی ذہنیت ہے جس پر عمل کرنا نہ واجب ہے، نہ حرام۔"

(فتاوی علمائے حدیث، جلد2، صفحہ34، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

دیکھیں! وہابی مولوی نے اس مسئلہ پر کہا کہ مجھے اس مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں ملی اور کہہ دیا کہ جیسے مرضی عمل کرلو۔ پتہ چلا کہ جس مسئلہ میں کسی وہابی کو کوئی حدیث نہ ملے وہابی اس میں اپنی مرضی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہابی مقتدی اور امام تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور ساری تکبیر کھڑے ہو کر سنتے ہیں۔ فقہ حنفی کی کتب میں اس مسئلہ کے متعلق لکھا ہے کہ امام اگر مسجد میں ہو تو سب بیٹھ کر تکبیر سنیں اور مکبر جب حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے، کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے چنانچہ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں " والجملة فيه ان

المؤذن اذا قال حي على الفلاح فان كا ن الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوم في الصف " یعنی خلاصہ کلام یہ کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو سب کو اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، جلد1، صفحہ200، دارالفکر، بیروت)

وہابی چونکہ غیر مقلد تھا اسے اس مسئلہ میں حدیث نہیں ملی تو اس نے اپنی مرضی چلائی اور حنفی نے فقہ حنفی میں جیسے لکھا تھا ویسے کرلیا، اب دیکھیں فائدے میں کون رہا؟ یقیناً حنفی رہا چونکہ اس مسئلہ پر کئی روایات مروی ہے چنانچہ امام بیہقی عبد اللہ بن ابی اوفیٰ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں "كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا قال بلال قد قامت الصلوٰة نهض فكبّر" ترجمہ: جب حضرت بلال اقامت میں "قد قامت الصلوٰۃ" کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے پھر اللہ اکبر کہتے۔

(السنن الکبریٰ بیہقی، کتاب الصلوٰۃ، جلد2، صفحہ304، دارالفکر، بیروت)

شرح نووی، فتح الباری اور بیہقی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد قامت الصلوۃ پر کھڑے ہوتے تھے " وكان انس رضى الله تعالىٰ عنه يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة و كبر الامام"

(السنن الکبریٰ بیہقی، باب متی یقوم المأموم، جلد2، صفحہ301، دارالفکر، بیروت)

اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے تھے چنانچہ بیہقی میں ہے "وعن الحسين بن علي بن ابى طالب رضى الله تعالىٰ عنهما انه كان يفعل ذلك و هو قول عطاء و الحسن"

(السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یقوم المأموم، جلد2، صفحہ301، دارالفکر، بیروت)

امام محدث عبد الرزاق ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں انہوں نے

کہا ہمیں عبداللہ بن ابی یزید نے خبر دی کہ " قام المؤذن بالصلوٰة فلما قال قدقامت الصلوٰة قام حسین" ترجمہ: مؤذن نے نماز کے لئے اقامت کہی، جب وہ "قدقامت الصلوٰة پر پہنچا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے۔

(المصنف، باب قیام الناس عند الاقامة، جلد 1، صفحہ 375، دار الکتب العلمیة، بیروت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تکبیر بیٹھ کر سنتے اور بعد میں نماز پڑھاتے تھے چنانچہ المبسوط میں ہے " و ابو یوسف احتج بحدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ بعد فراغ المؤذن من الاقامة کان یقوم فی المحراب" ترجمہ: امام ابو یوسف نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ وہ مؤذن کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔

(المبسوط، کتاب الصلوة، باب افتتاح الصلوٰة، جلد 1، صفحہ 139، دار المعرفة، بیروت)

بخاری و مسلم کے استاذ الاساتذہ و شیخ الشیوخ محدث عبدالرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ مشہور تابعی امام عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "کنا جلوسا عند ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فلما اخذ المؤذن فی الاقامة قمنا فقال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجلسوا فاذا قال قد قامت الصلوٰة فقوموا" ترجمہ: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی مؤذن نے اقامت کہنا شروع کی ہم اُٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا بیٹھ جاؤ! جب قدقامت الصلوٰة کہا جائے تب کھڑے ہو جاؤ۔

(المصنف، کتاب الصلوة، قیام الناس عند الاقامة، جلد 1، صفحہ 376، دار الکتب العلمیة، بیروت)

امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر اقامت کو سننے اور "قد قامت

الصلوٰة" کے نزدیک کھڑے ہونے کا مسئلہ بیان کر کے اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں " و کذا رواہ سعید بن منصور من طریق ابی اسحاق عن اصحاب عبد اللہ " ترجمہ: امام سعید بن منصور نے بطریق ابو اسحاق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ (فتح الباری، کتاب الاذان، جلد 2، صفحہ 120، دار نشر الکتب الاسلامیة، لاہور)

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے "اختلف العلماء من السلف فمن بعدهم متى يقوم الناس إلى الصلاة ومتى يكبر الإمام فذهب الشافعي وطائفة إلى أنه يستحب أن لا يقوم أحد حتى يفرغ المؤذن من الإقامة وكان أنس يقوم إذا قال المؤذن قد قامت الصلاة وبه قال أحمد وقال أبو حنيفة والكوفيون يقومون فی الصف إذا قال حی على الصلاة فإذا قال قد قامت الصلاة كبر الإمام" یعنی علمائے سلف اور بعد والوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں اور امام تکبیر کب پڑھے تو امام شافعی اور دیگر علماء اس طرف گئے کہ مستحب ہے قیام نہ کیا جائے جب تک مکبر اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مکبر قدقامت الصلوٰة کہتا۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ اور کوفیوں نے کہا کہ جب مکبر حی علی الصلاۃ کہے اس وقت لوگ صف میں کھڑے ہوں اور جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ پڑھے امام تکبیر کہے۔

(عمدۃ القاری، باب متی یقوم الناس ---، جلد 5 صفحہ 224، دار الکتب العلمیة، بیروت)

اتنی کثیر روایتوں میں سے ایک روایت بھی وہابی مولوی کی نظر سے نہیں گزری۔ یہ ہے وہابیوں کی حدیث دانی! باتیں ایسے کرتے ہیں جیسے حدیث کی ساری کتابیں پڑھ لی

ہیں اور عام سے مسائل ان کو پتہ نہیں ہوتے۔اب یہی روایتیں کسی وہابی کو جا کر دکھائی جائیں اور ان سے کہا جائے کہ آپ اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، اب اقامت بیٹھ کر سنا کرو! دیکھئے گا کبھی بھی وہابی اس پر عمل نہیں کریں گے، چونکہ یہ اہل حدیث ہیں نہیں، یہ تعصب پسند اور ڈیٹھ قوم ہے اور ان سے بڑھ کر دیوبندی وہابی ڈیٹھ ہیں جو حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اقامت کھڑے ہو کر سنتے ہیں جبکہ فتاوی عالمگیری میں صاف لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے۔

وسیلے کے متعلق دلائل اور وہابی انکار

پھر کئی مرتبہ وہابی مجتہد عقائد اہل سنت کے متعلق اتنے دھڑلے سے کہہ دیتے ہیں کہ ایسا سنت وصالحین سے ثابت ہی نہیں جبکہ اس پر کئی احادیث ہوتی ہیں چنانچہ وہابی مولوی حافظ زبیر علی زئی دعا میں فوت شدہ ہستی کے توسل پر کلام کرتے ہوئے لکھتا ہے:'' توسل بالاموات کا مطلب یہ ہے کہ دعا میں مردہ لوگوں کا وسیلہ پیش کیا جائے، یہ توسل بدعت ہے۔کتاب وسنت اور سلف صالحین سے توسل بالاموات ثابت نہیں ہے۔لہٰذا اس سے کلی اجتناب کرنا چاہیے۔'' (فتاوی علمیہ، جلد1، صفحہ 83، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

اس مولوی نے توسل کو بدعت کہا دوسرا مولوی اسے شرک کا ذریعہ ٹھہراتا ہے چنانچہ سعودیہ کا وہابی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتا ہے:''رہا آپ صلی اللہ علیہ وآ وسلم کے جاہ ومرتبہ سے یا آپ کی ذات سے یا آپ کے حق سے یا دیگر انبیاء اور صالحین کے جاہ ومرتبہ سے یا ان کی ذات سے یا ان کے حق سے وسیلہ لینا تو یہ سب بدعت ہیں۔شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔بلکہ یہ شرک کے اسباب ووسائل میں سے ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسا نہیں کیا۔''

(ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاوی، صفحہ 23، دعوت وارشاد، ریاض)

جبکہ اس پر کثیر دلائل موجود ہیں۔المعجم الکبیر للطبرانی میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ غسل میں ان پر تین مرتبہ پانی بہایا جائے، جب آخر میں کافور ملا پانی ڈال دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اتار کر دی اور اس قمیص کو کفن بنانے کا کہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، عمر بن خطاب اور اسود غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا۔ ان کے لئے قبر کھودی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارا، پھر ان پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ پھر جب دفنانے سے فارغ ہوئے تو یوں دعا کی ((اللہ الذی یحیی ویمیت وهو حی لایموت أغفر لأمی فاطمة بنت أسد ولقنها حجتها ووسع علیها مدخلها بحق نبیك والأنبیاء الذین من قبلی فإنك أرحم الراحمین)) ترجمہ: اللہ عزوجل جو زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کی حجت اسے سکھا دے، اس کی قبر وسیع فرما اپنے نبی کے توسل سے اور مجھ سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام آئے ہیں ان کے توسل سے۔ بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد24، صفحہ 351، مکتبة العلوم والحکم، الموصل)

امام قسطلانی سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہا کے حوالے سے منقول ہے کہ ''أن مالکا لما سأله أبو جعفر المنصور العباسی ثانی خلفاء بنی العباس یا أبا عبد الله أأستقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم وأدعو أم أستقبل القبلة وأدعو ؟فقال له مالك ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك ووسیلة أبیك آدم علیه

السلام إلى الله عز وجل يوم القيامة۔ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله ۔وقد روى هذه القصة أبو الحسن علي بن فهر في كتابه فضائل مالك بإسناد لا بأس به وأخرجها القاضي عياض في الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه" ترجمہ: جب امام مالک سے ابوجعفر منصور عباسی جو بنوعباس کے دوسرے خلیفہ تھے انہوں نے سوال کیا کہ اے عبداللہ! میں روضہ مبارک کی طرف منہ کرکے (اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے) دعا کروں یا قبلہ کی طرف منہ کرکے؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ نہ پھیر وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے قیامت والے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ بلکہ ان کی طرف منہ کرکے شفاعت طلب کر اللہ قبول فرمائے گا۔ یہ واقعہ ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب فضائل مالک میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔اس واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں ثقہ شیوخ سے نقل کیا۔

(الموسوعة الفقهيه الكويته، جلد14، صفحه 157، دار السلاسل ،الكويت)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے"ذهب جمهور الفقهاء (المالكية والشافعية ومتأخرو الحنفية وهو المذهب عند الحنابلة) إلى جواز هذا النوع من التوسل سواء في حياة النبي صلى الله عليه وسلم أو بعد وفاته" ترجمہ: جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ، متاخرین حنفیہ، حنابلہ) اس طرف گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دعا کرنا ان کی حیات اور وفات دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

(الموسوعة الفقهيه الكويته، جلد14، صفحه 149، دار السلاسل ،الكويت)

پتہ چلا کہ دنیا سے پردہ کرنے کے بعد میں انبیاء علیہم السلام وبزرگان دین کا وسیلہ احادیث وچاروں ائمہ کرام سے ثابت ہے اور وہابی کہتا ہے کہ یہ کتاب وسنت اور سلف

صالحین سے ثابت نہیں۔ وہابیوں کے نزدیک سلف صالحین صحابہ کرام وتابعین وچاروں ائمہ نہیں بلکہ ابن تیمیہ، شوکانی، ابن قیم، ابن عبدالوہاب نجدی ہیں۔ وسیلے کا سب سے پہلا منکر ابن تیمیہ تھا اور وہابی اسی کی تقلید میں وسیلے کا انکار کرتے ہیں چنانچہ ردالمحتار میں ہے"وقال السبكي: يحسن التوسل بالنبي إلى ربه ولم ينكره أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية فابتدع ما لم يقله عالم قبله" ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کے حضور نبی کریم کا وسیلہ دینا مستحسن ہے اور اسلاف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا مگر ابن تیمیہ نے اس کا انکار کیا جو اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں کیا تھا۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحت، فصل في البيع، جلد6، صفحه 397، دار الفكر، بيروت)

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں"ولذا قيل اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اصحاب القبور الا انه ليس بحديث كما توهم ولذا اتفق الناس على زيارة مشاهد السلف والتوسل بهم الى الله وان انكره بعض الملاحدة في عصرنا والمشتكى اليه هو الله" ترجمہ: اس لئے کہا گیا کہ جب تم پریشان ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو۔ مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

(عناية القاضي، تحت الآية، جلد9، صفحه 399، دار الكتب العلمية، بيروت)

ان مستند دلائل سے ثابت ہوا کہ جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ دنیا

سے پردہ کر گئے ہیں ان کے توسل سے دعا کرنا بالکل جائز ہے۔ بلکہ وہابیوں کے ایک بہت بڑے مولوی شوکانی نے بھی انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے توسل سے دعا مانگنا جائز کہا ہے۔تحفۃ الذاکرین للشوکانی میں ہے" ويتوسل إلى الله بأنبيائه و الصالحين "ترجمہ: اللہ عزوجل کی طرف انبیاء علیہم السلام اور صالحین کو وسیلہ بنایا جائے۔

(الموسوعة الفقهيه الكويتيه، جلد14، صفحه 158، دار السلاسل، الكويت)

مختلف اسناد سے جاہل ہو کر حکم لگا دینا

بعض اوقات کسی وہابی کو کسی مسئلہ پر کوئی حدیث مل بھی جاتی ہے، پھر اگر اس حدیث کے متعلق کسی بڑے وہابی جیسے البانی نے کہہ دیا ہو کہ اس میں فلاں راوی ضعیف ہے تو وہابی البانی کی تقلید کرتے ہوئے اس حدیث کا انکار کر کے اس مسئلہ کے متعلق پھر اپنی عقل لڑاتا ہے جبکہ اس مسئلہ کے متعلق دوسری سند کے ساتھ بھی حدیث موجود ہوتی ہے جس سے یہ مجتہد وہابی جاہل ہے۔اس کی ایک مثال یوں ہے کہ مبشر احمد ربانی لکھتا ہے:''اگلی صف میں سے کسی کو پیچھے کھینچ لانے کے متعلق صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے طبرانی اوسط میں روایت پیچھے کھینچ لانے کے متعلق ہے۔اس کی سند میں بشر بن ابراہیم راوی نہایت ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔'' (احکام و مسائل، صفحہ 207، دار الاندلس، لاہور)

یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی سند میں ایک راوی ضعیف کہہ کر وہابی نے پورے مسئلہ کا انکار کر دیا جبکہ اسی مسئلہ پر دوسری سند کے ساتھ بھی حدیث مروی ہے چنانچہ المراسیل لابی داؤد میں مرفوع حدیث ہے"حدثنا الحسن بن علي، حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا الحجاج بن حسان، عن مقاتل بن حيان، رفعه قال :قال

النبي صلى الله عليه و سلم :إذا جاء رجل فلم يجد أحدا فليختلج إليه رجلا من الصف فليقم معه فما أعظم أجر المختلج"

(المراسيل، جامع الصلاة، جلد1، صفحه 116، مؤسسة الرسالة، بيروت)

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہابی قرآن و احادیث سے استدلال بھی عجیب وغریب کرتے ہیں ہر جائز و مستحب فعل جیسے میلاد، ختم وغیرہ کو بدعت کہہ کر ایک حدیث فٹ کر دیں گے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے پر قرآن پاک میں موجود بتوں والی آیات منطبق کر کے اسے شرک کہہ دیتے ہیں۔آیت وحدیث کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے وہابی ٹیڈی مجتہد استدلال کچھ اور کر رہا ہوتا ہے۔

قسطوں پر کاروبار اور وہابی اجتہاد

وہابی مولوی حافظ زبیر علی زئی قسطوں کے کاروبار کو ناجائز ٹھہراتے ہوئے حدیث پاک سے یوں استدلال کرتا ہے کہ جب اس سے سوال ہوا:''میرا ایک موٹر سائیکل ہے جسے میں نے ساٹھ ہزار روپیہ نقد لیا ہے اور دس مہینے ادھار کے لئے گاہک کو پچانوے ہزار میں دینا چاہتا ہوں، وہ گاہک بھی بخوشی خریدنے کے لئے تیار ہے۔اب میرا منافع ٹھہرتا پینتس ہزار روپیہ۔کیا اس قسم کی تجارت جائز ہے؟'' (نیک محمد، مانجھی پورہ)

جواب:''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع کیا ہے۔" نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن بيعتين في بيعة"۔۔۔آخر میں مختصراً عرض ہے کہ اگر نقد اور ادھار کا فرق نہ ہو تو سودا جائز ہے چاہے تقسیط (قسطیں) ہوں یا نہ ہوں۔شریعت میں نفع میں کوئی خاص حد مقرر نہیں ہے۔ بشرطیکہ ادھار میں اضافہ کر کے دوسرے شخص کی مجبوری

سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ واللہ اعلم۔"

(فتاوی علمیہ، جلد2، صفحہ 218، 219، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

یہ موجودہ وہابی مجتہد کا اجتہاد ہے۔ سب سے پہلے وہابی صاحب نے قسطوں کے کاروبار کو حدیث پاک سے ناجائز ثابت کیا ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ حدیث میں موجود ایک عقد میں دوسرے عقد کا مطلب ہے کہ ایک وقت میں خریدار بھی بن رہا ہو اور اجیر بھی جیسے آجکل مارکیٹنگ کی کمپنیاں G.M.I، Tines وغیرہ ہیں جس میں شرط ہوتی ہے کہ آپ ہماری پروڈکٹ خریدیں گے تو ہمارے ممبر بن جائیں گے، یہ ایک عقد میں دو عقد ہیں۔ قسطوں کے کاروبار میں تو ایک وقت میں ایک ہی عقد ہو رہا ہوتا ہے یعنی وہ اس چیز کو صرف خرید ہی رہا ہوتا ہے، اب اس نے اس چیز کو مکمل پیسوں سے خریدنا ہے یا ادھار پر یہ وہ پہلے سوچتا ہے۔ دوسری وہابی مولوی صاحب کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ مذکورہ مسائل میں سائل نے قسطوں کے متعلق تو سوال کیا ہی نہیں، اس نے تو یہ پوچھا ہے کہ میں نے نقد لی اور آگے صرف ادھار میں بیچ رہا ہوں کیا یہ درست ہے؟ اس نے یہ نہیں کہا کہ میں ایک شخص کو موٹر سائیکل نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں بیچ رہا ہوں۔ وہابی مجتہد نے بغیر سوال سمجھے اپنا باطل اجتہاد ٹھوک دیا اور قسطوں کے کاروبار کو ناجائز ٹھہرا دیا جبکہ قسطوں پر کاروبار جائز ہے، البتہ قسط لیٹ ہونے پر جرمانے کی قید جائز نہیں ہے۔

اہل الرائے کی وضاحت

جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا کہ اہل الرائے اور اہل حدیث اہل سنت کے دو گروہ ہوتے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہل الرائے سے تھے۔ وہابی مولوی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منطبق کرتے ہیں کہ

حضرت عمر فاروق اہل الرائے کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ یہ ان وہابیوں کا فریب ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اہل الرائے ناپسند تھے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف اپنی رائے قائم کرتے ہیں جبکہ ائمہ مجتہدین نے ہرگز قرآن وحدیث کے خلاف رائے قائم نہیں کی بلکہ ان کا اجتہاد قرآن وحدیث کے موافق تھا۔ قرآن وحدیث کے خلاف تو وہابیوں کی رائے ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین کا اجتہاد صحیح معنوں میں اجتہاد کہلاتا ہے اور وہابیوں کا اجتہاد اصل میں اجتہاد نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کے چھکے چوکے ہوتے ہیں۔ ایک مثال پیش کی جاتی ہے:۔ وہابی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سے سوال ہوا: "کسی روزہ دار نے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو چکا، یا یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں طلوع ہوئی ہے، کچھ کھا پی لیا یا بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟" جواب میں لکھتا ہے: "صحیح بات یہ ہے کہ روزہ کے سلسلہ میں احتیاط برتتے ہوئے اور تساہل کا سد باب کرنے کے لئے ایسے شخص کو اس روزہ کی قضا کرنی ہوگی اور بیوی سے جماع کرنے کی صورت میں جمہور اہل علم کے نزدیک ظہار کا کفارہ بھی دینا ہوگا۔"

(ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاوی، صفحہ 213، دعوت وارشاد، ریاض)

یہاں وہابی مفتی نے عجیب وغریب ہی اجتہاد کیا ہے سیدھا سیدھا قضا کا حکم نہیں دیا، ٹیڑھے میڑھے انداز سے پہلے کہا کہ قضا ہوگی اور بیوی سے صحبت کے مسئلہ میں کہہ دیا کہ ظہار کا کفارہ ہوگا۔ اس مسئلہ میں ظہار کا کفارہ کہاں سے آ گیا؟ یہاں تو غلطی سے کھانے اور صحبت کا پوچھا گیا ہے اور اس کے متعلق صراحت ہے کہ صرف ایک روزے کی قضا ہوگی۔ کفارہ تو اس صورت میں آتا ہے جب قصداً کوئی بیوی سے جماع کرے۔ اس طرح اور کئی وہابیوں کے باطل اجتہاد ان کے فتاوی میں موجود ہیں جنہیں مزید صفحے بھرنے کے

لئے نہیں لکھا جا سکتا۔ اس کے باوجود وہابیوں کو اپنی جہالت کا اعتراف نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ پر الٹی تنقید کرتے ہیں کہ وہ احادیث کے مقابل اپنی عقل لڑاتے تھے چنانچہ امام ابوحنیفہ پر تنقید کرتے ہوئے وہابی مولوی عبدالرحمٰن کیلانی صاحب آئینہ پرویزیت میں لکھتا ہے: ''پھر آپ میں علم حدیث کی کمی بھی تھی۔ لہٰذا جب آپ کوئی ایسی حدیث سنتے جو آپ کو پہلے معلوم نہ ہوتی تو اس پر فوراً عقل کی رو سے تنقید کر دیتے تھے۔ تنقید کرنا بھی کوئی جرم نہیں۔ صحابہ سے خود ایسے موقعوں پر تنقید منقول ہے۔ امام صاحب پر الزام اصل یہ ہے کہ آپ کوئی نئی حدیث سن کر اس کی تحقیق کرنے کی بجائے فوراً اس پر جسارت سے تنقید کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء میں سے یہی ایک امام ہیں جو اہل الرائے کے لقب سے مشہور ہوئے اور اس لقب کے مقابلہ میں باقی مسلمان اہل حدیث کہلانے لگے۔ حدیث کے معاملہ میں عقل کا ایسا آزادانہ استعمال فی الواقعہ امام صاحب کا ایک کمزور پہلو ہے۔ جس کے اثرات آپ کے متبعین میں بھی پائے جاتے ہیں۔''

(آئینہ پرویزیت، صفحہ 654، مکتبۃ السلام، لاہور)

قارئین پر یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ احادیث سے استدلال کرنا ہر کسی کا بس نہیں، جسے تمام احادیث، صحابہ کے اقوال، لغت، اجماع وغیرہ پر مکمل عبور ہو صرف اسے اجتہاد کی اجازت ہے جو موجودہ دور میں ناپید ہے۔ عافیت اسی میں ہے کہ بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں وہابی اپنا امام سمجھتے ہیں وہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہندوالوں کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے کیونکہ فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مسالک کے نہ مفتیانِ کرام ہیں نہ کتب ہیں چنانچہ اپنی کتاب الانصاف میں

فرماتے ہیں "فاذا کان إنسان جاهل فی بلاد الهند أو فی بلاد ما وراء النهر ولیس هناك عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب هذه المذاهب وجب علیه أن یقلد لمذهب أبی حنیفة ویحرم علیه أن یخرج من مذهبه لأنه حینئذ یخلع ربقة الشریعة ویبقی سدی مهملا" ترجمہ: اگر کوئی جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے علاقے میں ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم موجود نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب دستیاب ہو تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے اور ان کے مذہب کو چھوڑنا اس کے لئے حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ شخص شریعت کی پابندیاں اپنے گلے سے اتار کر بالکل آزاد اور مہمل ہو جائے گا۔

(الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، صفحہ 78، دار النفائس)

موجودہ دور میں وہابیوں کو اور دیگر دو چار جماعتیں پڑھے ہوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ حدیثوں کی بعض کتابوں کے ترجمے پڑھ کر خود کو مجتہد اور مولویوں کو جاہل بے دین سمجھتے ہیں۔ حدیث کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے اس سے ایسا استدلال کرتے ہیں جو خود حرام ہوتا ہے جیسے ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی کے نکاح کے متعلق کہا: کیا تم نے کسی گانے والی کو دلہن کے ساتھ بھیجا ہے؟ اس حدیث سے بعض جاہلوں نے یہ استدلال کیا کہ شادی بیاہ پر گانا جائز ہے جبکہ حدیث میں گانے سے مراد دعائیہ اشعار کا پڑھنا تھا جس کی حدیث ہی میں صراحت ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جن میں غزلیات پڑھنے کا رواج ہے لہٰذا اگر تم لوگ اس دلہن کے ساتھ کوئی ایسا بھیجتے جو کہتا ((اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم)) یعنی ہم تمہارے پاس آ گئے اللہ تعالیٰ ہمیں

بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب النكاح ،باب الغناء والدف، جلد1، صفحه 612،دار إحياء الكتب العربية)

اسی طرح اور کئی مثالیں دیکھی اور سنی گئی ہیں کہ حدیث کو سمجھے بغیر اس پر ایسا عمل کر رہے ہوتے ہیں جو دیگر احادیث کے خلاف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف نے ہر کسی کے لئے حدیثوں سے استدلال کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ امام اجل سفیان بن عیینہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلہ ائمہ محدثین وفقہائے مجتہدین وتبع تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ارشاد فرماتے ہیں "الحدیث مضلّۃ الا للفقھاء "ترجمہ: حدیث گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو۔

(المدخل لابن الحاج ،فصل في ذكر النعوت ،جلد1،صفحه 122،دار الكتاب العربي ،بيروت)

علوم حدیث کی آڑ میں وہابیوں کا اپنے عقائد پھیلانا

یہ تو تھی وہابیوں کی احادیث کے متعلق کم علمی وجہالت کا حال۔اب چند حوالے ایسے پیش کئے جاتے ہیں جن میں وہابیوں نے علمِ حدیث کی آڑ میں عقائد اہل سنت کی تائید پر موجود روایت کو غلط ثابت کیا ہے اور اپنے عقائد کے بطلان کو چھپانے کی کوشش کی ہے:۔

حضور علیہ السلام کا درود سننا اور امتیوں کے اعمال سے باخبر ہونا

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں حیات ہیں، امتیوں کا درود سنتے ہیں اور آپ کی امت کے اعمال آپ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں، اس عقیدہ پر کثیر احادیث ہیں۔ وہابی اس عقیدے کی نفی اور ان روایتوں کو غلط ثابت

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔حافظ زبیر علی زئی وہابی سے سوال ہوا:''جو درود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس پڑھا جاتا ہے، کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بنفسہ سماعت فرماتے ہیں؟ دلیل سے واضح کریں۔'' (فرحان الٰہی، راولپنڈی)

جواب میں کہتا ہے:''ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ)) جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں اسے سنتا ہوں اور جو شخص مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔کتاب الضعفاء للعقیلی۔۔۔عقیلی نے کہا"لا اصل لہ من حدیث الاعمش"اعمش کی حدیث سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔۔۔۔صحیح روایت میں آیا ہے کہ اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(فتاوى علميه، حافظ زبير على زئى ،جلد1، صفحه 83، مكتبه اسلاميه، لاهور)

ایک وہابی مولوی مبشر احمد ربانی لکھتا ہے:''معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہئے لیکن یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ دنیا میں جہاں بھی درود پڑھا جاتا ہو آپ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے یا آپ اسے سنتے ہیں۔امام ابن قیم نے صلوٰۃ وسلام کے متعلق جو کتاب بنام جلاء الافہام لکھی ہے اس میں ایک روایت حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سند کے ساتھ درج کی ہے"قال الطبرانی حدثنا بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم عن خالد بن یزید عن سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ((اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم

مشهود تشهده الملائكه ليس من عبد يصلي على الا بلغني صوته حيث كان)) قلنا و بعد وفاتك قال((و بعد وفاتي ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء))" ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ والے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ ایسا دن ہے کہ جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر مجھ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ ہم نے کہا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔(وہابی مولوی کہتا ہے کہ) یہ روایت درست نہیں ہے۔"

(احکام ومسائل، صفحہ 47، دارالاندلس، لاہور)

اعمال پیش ہونے کی نفی پر وہابی مبشر احمد ربانی کہتا ہے: "مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے تمام اعمال اللہ کی طرف اٹھائے اور پیش کئے جاتے ہیں، جو ان کی جزاوسزا کا مالک ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی متصرف الامور نہیں جس کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہوں۔ مسند احمد کے حوالے سے جو روایت پیش کی گی ہے۔۔ یہ روایت ضعیف ہے۔"

(احکام ومسائل، صفحہ 57، دارالاندلس، لاہور)

یہاں وہابی مولویوں کے تین حوالے پیش کئے گئے اور آپ ملاحظہ فرمائیں ہر وہابی نے اس عقیدہ کی نفی کے ساتھ صرف ایک حدیث لکھی ہے اور اسے غلط قرار دیا ہے جبکہ اس عقیدہ پر کئی احادیث ہیں جن کے مجموعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام امت کا درود سنتے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں اعمال نامے پیش ہوتے ہیں اور محدثین نے ان سب احادیث کی روشنی میں اس عقیدہ کی تائید فرمائی ہے چنانچہ "معارج القبول بشرح سلم

الوصول إلى علم الأصول" میں حافظ بن أحمد بن علی الحکمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وقال ابن وهب أخبرني عمرو بن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي عن أبي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم((**أكثروا علي من الصلاة يوم الجمعة فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة وإن أحدا لا يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حتى يفرغ**)) قال قلت: وبعد الموت قال((إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء)) ورواه ابن ماجه بإسناد جيد وفي رواية للطبراني ((**ليس من عبد يصلي علي إلا بلغني صلاته**)) قلنا وبعد وفاتك قال وبعد وفاتي ((إن الله عز وجل حرم على الأرض **أن تأكل أجساد الأنبياء**)) والأحاديث في بلوغ صلاتنا إليه وعرض أعمالنا عليه كثيرة جدا وبعضها في الصحيحين لكن بدون ذكر الأجساد وقد ثبت أيضا في أجساد الشهداء أنها لا تبلى فكيف بأجساد الأنبياء كما قال البخاري رحمه الله تعالى" ترجمہ: حضرت ابودرداء سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ والے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ ایسا دن ہے کہ جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر مجھ تک اس کا درود اس کے فارغ ہونے سے پہلے پہنچ جاتا ہے۔ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے بسند جید روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ کوئی آدمی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر یہ کہ مجھ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ ہم نے کہا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔درود اور اعمال پہنچنے کے متعلق کئی احادیث ہے اور بعض صحیحین میں ہیں لیکن ان میں جسموں کا ذکر نہیں اور یہ ثابت ہے کہ شہداء کے جسم سلامت رہتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام کے بدرجہ اولی صحیح رہتے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے فرمایا ہے۔

(معارج القبول بشرح سلم الوصول الی علم الأصول، جلد2، صفحہ 792، دار ابن القیم، الدمام)

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند الفردوس میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((اکثر والصلوۃ علی فان اللہ تعالٰی وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذلک الملک یامحمد ان فلان بن فلان یصلی علیک الساعۃ)) ترجمہ: مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتہ مجھ سے عرض کرتا ہے: یارسول اللہ! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجا ہے۔ (الفتح الکبیر، حرف الہمزہ، جلد1، صفحہ 211، دار الفکر، بیروت)

دیکھیں! اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے خادم کو یہ تصرف عطا فرمایا ہے کہ نہ صرف پوری دنیا سے درود پاک کی آواز سنتا ہے بلکہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ یہ درود پڑھنے والا کس کا بیٹا ہے؟ سبحان اللہ! یہ شان ہے خدمتگاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا۔بعض اس موقع پر ایک بے وقوفانہ جملہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے صرف فرشتوں کو سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے نبی علیہ السلام کو نہیں۔اس کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"أن الأنبياء أحياء فی قبورهم فيمكن لهم سماع صلاة

من صلی علیهم" ترجمہ: بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبوروں میں زندہ ہیں تو زندہ ہونے کے سبب ان کا خود سے درود سننا ممکن ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، جلد3، صفحہ 1016، دار الفکر، بیروت)

وہابیوں کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے"والأحاديث فيها مشروعية الإكثار من الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة وأنها تعرض عليه صلى الله عليه وسلم وأنه حی فی قبره.وقد أخرج ابن ماجه بإسناد جيد أنه صلى الله عليه وسلم قال لأبی الدرداء:إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء وفی رواية للطبرانی ليس من عبد يصلی علی إلا بلغنی صلاته، قلنا :وبعد وفاتك؟ قال :وبعد وفاتی، إن الله عز وجل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حی بعد وفاته، وأنه يسر بطاعات أمته، وأن الأنبياء لا يبلون، مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى" ترجمہ: جمعہ کے دن حضور علیہ السلام پر کثرت سے درود پڑھنے کی مشروعیت کے بارے کئی احادیث ہیں اور یقیناً وہ درود پاک آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔اور بیشک نبی کریم اپنی قبر انور میں حیات ہیں اور ابن ماجہ نے بسند جید روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ کوئی آدمی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر یہ کہ مجھ تک وہ پہنچ جاتا ہے۔ہم نے کہا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام

کردیا ہے۔ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وصال کے بعد بھی زندہ ہیں اور امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم بوسیدہ نہیں ہوتے ہاں البتہ مطلق ادراک مثلاً جاننا اور سننا تو تمام فوت شدگان کے لئے ثابت ہے۔

(نیل الأوطار، جلد3، صفحہ 295، دار الحدیث، مصر)

یہی عبارات دوسرے وہابی مولوی محمد اشرف عظیم آبادی نے ابوداؤد کی شرح ”عون المعبود“ جلد3، صفحہ 261 میں نقل کی ہیں۔ حضرت علی بن عبد اللہ بن أحمد حسنی سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى“ میں لکھتے ہیں ”ولابن النجار عن إبراهيم بن بشار حججت فى بعض السنين فجئت المدينة فتقدمت إلى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فسلمت عليه فسمعت من داخل الحجرة وعليك السلام ونقل مثله عن جماعة من الأولياء والصالحين ولا شك فى حياته صلى الله عليه وسلم بعد الموت وكذا سائر الأنبياء عليهم السلام حياة أكمل من حياة الشهداء التى أخبر الله بها فى كتابه العزيز وهو صلى الله عليه وسلم سيد الشهداء وأعمال الشهداء فى ميزانه وقد قال صلى الله عليه وسلم كما رواه الحافظ المنذرى علمى بعد وفاتى كعلمى فى حياتى

”ترجمہ: ابن نجار نے ابراہم بن بشار رحمہما اللہ سے روایت کیا کہ انہوں نے حج کیا اور مدینہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے روضہ پاک سے سلام کے جواب کی آواز سنی۔ اسی واقعہ کی مثل اور کئی واقعات اولیاء اور صالحین سے مروی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کے بعد بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حیات ہیں بلکہ ان کی حیات

شہداء کی حیات سے اکمل ہے۔ جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ نبی کریم سید الشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال ان کے میزان میں ہیں اور حضور نے فرمایا جسے حافظ منذری نے روایت کیا کہ میرا علم میری وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا جیسا میری زندگی میں ہے۔

(خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، جلد1، صفحہ 347)

یہ بات بھی ہمیشہ یادرکھنے والی ہیں کہ اگر ایک مسئلہ پر کئی مختلف اسناد کی احادیث موجود ہوں، اگر بالفرض تمام کی تمام ضعیف بھی ہوں تو ان سب کا مجموعہ اس متن کو حسن کے درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی تعقبات میں فرماتے ہیں ”المتروك او المنكر اذاتعددت طرقه ارتقى الى درجة الضعيف الغريب بل ربما ارتقى الى الحسن“ ترجمہ: متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

(التعقبات على الموضوعات، باب المناقب، صفحہ 75، مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل)

لہٰذا وہابیوں کا صرف ایک آدھی حدیث لکھ کر اس کو غلط ٹھہرا کر بقیہ احادیث کو نظر انداز کر دینا اور وہ بھی اس مسئلہ میں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بلند ہوتی ہو بالکل غلط اور نازیبا حرکت ہے بلکہ یہ بغض ہے۔ اس طرح کی کئی اور احادیث ہیں جن میں حضور کی شان وعظمت بیان ہوتی ہے مگر وہابی مولوی اسے ضعیف اور موضوع ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

امام بخاری کی قبر پر جا کر بارش کی دعا مانگنا اور وہابی انکار

احادیث کے علاوہ علمائے اسلاف نے اپنی کتابوں میں بزرگوں کے کئی واقعات نقل کئے ہیں، ان واقعات میں عقائد اہل سنت کو تقویت ملتی ہے لیکن وہابیوں نے آج کل

یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ صاف اس واقعہ کو جھوٹا قرار دیکر ایک لائن لکھ دیتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ اگر کسی عالم نے اس واقعہ کو سند کے ساتھ بیان کیا ہو تو وہابی اس سند میں سے کسی راوی کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں چنانچہ فتاوی علمیہ میں وہابی حافظ زبیر علی زئی سے سوال ہوا: ''درج ذیل عبارت کی وضاحت درکار ہے: قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا ابو علی حافظ سے انہوں نے کہا مجھ کو خبر دی ابو الفتح ابن الحسن سمرقندی نے جب وہ آئے ہمارے پاس 664ھ میں کہ سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا قحط ہوا لوگوں نے کئی بار دعا کی مگر بارش نہ ہوئی۔ آخر ایک نیک شخص آئے قاضی سمرقند کے پاس اور ان سے کہا: میں تم کو ایک اچھی صلاح دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا: بیان کرو۔ وہ شخص بولے: تم سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ سے دعا کرو شاید اللہ جل جلالہ ہم کو پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا: تمہاری رائے بہت خوب ہے اور قاضی سب لوگوں کو ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر گیا اور لوگ وہاں روئے اور صاحب قبر کے وسیلہ سے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شدت کا پانی برسانا شروع کیا یہاں تک کہ شدت بارش سے سات روز تک لوگ خرتنگ سے نکل نہ سکے۔ حوالہ: تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری شریف (علامہ وحید الزمان) جلد1 (دیباچہ) صفحہ 64 نعمانی کتب خانہ، لاہور، ضیا احسان پبلشرز (1190ء) اس واقعہ کی تحقیق وتخریج اپنے ماہنامہ الحدیث میں شائع کردیں یا بذریعہ ڈاک مجھے ارسال فرمادیں۔ جزاک اللہ خیرا۔'' (خالد اقبال سوہدروی)

جواب: ''روایتِ مذکورہ احمد بن محمد قسطلانی (متوفی 930ھ) کی کتاب ارشاد الساری (جلد1، صفحہ 39) میں موجود ہے لیکن قسطلانی سے لے کر ابو علی حافظ تک سند نامعلوم ہے۔ ابو علی حافظ کون ہے؟ اس کا بھی کوئی اتا پتا نہیں ہے۔ یاد رہے کہ یہاں ابو علی

حافظ نیسابوری مراد نہیں جو کہ حاکم وغیرہ کے استاد تھے۔ وہ تو ابو الفتح نصر بن حسن سمرقندی کے دور سے بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی قبر کے پاس بارش کی دعا والا یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔'' (فتاوی علمیہ، جلد2، صفحہ63، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

کتنے پیار سے وہابی مولوی نے واقعہ کا انکار کر دیا اور ابو علی حافظ کے متعلق لکھ دیا کہ اس کا کچھ پتہ نہیں جبکہ یہ ابو علی غسانی حافظ ہیں جو کہ ایک ثقہ اور بہت بڑے محدث تھے جس کا تذکرہ تاریخ الاسلام میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ''الحسین بن محمد بن أحمد، الحافظ أبو علی الغسانی الجیانی (المتوفی 498ه) ولم یکن من جیان، إنما نزلها أبوه فی الفتنة، وأصلهم من الزهراء، رئیس المحدثین بقرطبة، بل بالأندلس''

(تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاہیر وَالأعلام، جلد10، صفحہ803، دار الغرب الإسلامی)

بعض علماء نے جب اس واقعہ کو نقل کیا تو انہوں نے ابو علی حافظ غسانی کی صراحت بھی کی ہے چنانچہ طبقات الشافعیۃ الکبری میں تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین سبکی اور سیر أعلام النبلاء اور تاریخ الاسلام میں امام ذہبی اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں ''قال أبو علی الغسانی الحافظ: ثنا أبو الفتح نصر بن الحسن التنكتی السمرقندی: قدم علينا بلنسية عام أربعة وستين وأربعمائة قال: قحط المطر عندنا بسمرقند فی بعض الأعوام، فاستسقى الناس مرارا، فلم يسقوا، فأتى رجل صالح معروف بالصلاح إلى قاضی سمرقند فقال له: إنی قد رأيت رأيا أعرضه عليك. قال: وما هو؟ قال: أرى أن تخرج وتخرج الناس معك إلى قبر الإمام محمد بن إسماعيل البخاری ونستسقی عنده، فعسى الله أن

يسقينا ـــ الخ"

(تاریخ الإسلام وَوفیات المشاہیر وَالأعلام، جلد19، صفحہ195، دار الغرب الإسلامی)

پتہ چلا کہ جس واقعہ کو وہابی نے گول مول قرار دے کر وہابی عقائد کو تقویت بخشنے کی مذموم کوشش کی ہے وہ بالکل صحیح واقعہ ہے اور اس کی سند میں بھی سب راوی ثقہ ہیں۔ پھر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ وہابی ایک سند کی روایت لے کر اسے غلط ثابت کر دیتے ہیں جبکہ اس متن پر ایک دوسری سند سے بھی روایت ملتی ہے۔ اس واقعہ کو ایک دوسری جگہ مزید واضح سند کے ساتھ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ "الصلة فی تاریخ أئمة الأندلس" میں ابوالقاسم خلف بن عبد الملک بن بشکوال (المتوفی 578ھ) یہی متن ایک اور سند سے یوں لکھتے ہیں "أخبرنا القاضی الشہید أبو عبد الله محمد بن أحمد رحمه الله قراءة علیه وأنا أسمع قال: قرأت علی أبی علی حسین بن محمد الغسانی قال: أخبرنی أبو الحسن طاهر بن مفوز والمعافری قال: أنا أبو الفتح وأبو اللیث نصر بن الحسن التنکتی المقیم بسمرقند قدم علیهم بلنسیة عام أربعة وستین وأربع مائة۔۔"

(الصلة فی تاریخ أئمة الأندلس، صفحہ603، مکتبة الخانجی)

امام شافعی کا امام ابوحنیفہ کو وسیلہ بنانا اور وہابی بغض

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وہابیوں کا بغض تو سب پر عیاں ہے، لیکن وہابیوں کی بدنصیبی یہ ہے کہ اسلاف نے امام ابوحنیفہ کا بہت علمی مقام و بیان کیا ہے بلکہ امام شافعی کا آپ کے مزار پر جا کر آپ کے توسل سے حاجت پوری ہونا بھی روایتوں میں موجود ہے۔ وہابیوں کو یہ کیسے گوارہ ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ایک تو شان واضح ہو اور دوسرا ان کے مزار پر جا کر دعا مانگنا اور حاجت پوری ہونا ثابت ہو۔ وہابیوں کے نزدیک تو مزارات شرک

کے اڈے ہیں۔ اس لئے وہابیوں نے اس واقعہ کو بھی جھوٹا قرار دے دیا ہے۔ فتاوی علمیہ میں حافظ زبیر علی زئی وہابی سے سوال ہوا: "ایک روایت میں آیا امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا "إنی لأتبرک بأبی حنیفة، وأجیء إلی قبره فی کل یوم یعنی زائرا فإذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین، وجئت إلی قبره، وسألت الله تعالی الحاجة عنده، فما تبعد عنی حتی تقضی" میں ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا اور روزانہ ان کی قبر پر زیارت کے لئے آتا۔ جب مجھے کوئی ضرورت ہوتی تو دو رکعتیں پڑھتا اور ان کی قبر پر جاتا اور وہاں اللہ سے اپنی ضرورت کا سوال کرتا تو جلد ہی میری ضرورت پوری ہو جاتی۔ (بحوالہ تاریخ بغداد) کیا یہ روایت صحیح ہے؟"

جواب: "یہ روایت تاریخ بغداد و اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیری میں مکرم بن احمد قال نبأنا عمر بن اسحاق بن ابراہیم قال نبأنا علی بن میمون قال سمعت الشافعی ۔۔۔ کی سند سے مذکور ہے۔ اس روایت میں عمر بن اسحاق بن ابراہیم نامی راوی کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے۔ شیخ البانی فرماتے ہیں یہ غیر معروف راوی ہے۔ یعنی یہ راوی مجہول ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ کی تعریف وثنا قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے سراسر برعکس امام شافعی سے امام ابوحنیفہ پر جرح باسند صحیح ثابت ہے۔ ۔۔لہٰذا اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ امام شافعی کبھی امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئے ہوں۔"

(فتاوی علمیہ، جلد2، صفحہ409تا411، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

وہابیوں میں جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں ایک مولوی البانی نام کا پیدا ہوا ہے کہ وہ جس حدیث اور جس راوی کے متعلق جو کہہ دے وہابی اندھا دھند اس کی تقلید کرتے ہیں

مذکورہ واقعہ میں ''عمر بن اسحاق بن ابراہیم نامی'' راوی کو غیر معروف کہہ کر اس واقعہ کا رد کر دیا۔ جبکہ یہ روایت بالکل درست اور قابل قبول ہے۔ عمر بن اسحاق بن ابراہیم کا غیر معروف ہونا مذہب حنفی میں روایت کو غیر مقبول نہیں کرتا۔ امام اعظم کے نزدیک جس راوی کا فسق ظاہر نہ ہو، اگر وہ کسی روایت کی سند میں ہو تو اس روایت کو قبول کرلیا جائے گا چنانچہ ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن شافعی (المتوفی 794ھ) اپنی کتاب "النکت علی مقدمة ابن الصلاح" میں لکھتے ہیں "أن یجهل حاله فعند أبی حنیفة یقبل ما لم یعلم الجرح وعند الشافعی لا یقبل مالم تعلم العدالة" ترجمہ: جس راوی کا حال معلوم نہ ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس روایت کو قبول کیا جائے گا جب تک اس راوی پر جرح نہ کی گئی ہو اور امام شافعی نے فرمایا جب تک اس کی عدالت ثابت نہ ہو روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

(النکت علی مقدمة ابن الصلاح، جلد3، صفحه 375، أضواء السلف، الریاض)

المختصر یہ کہ وہابیوں کے جہاں اور کئی مکر وفریب ہے اس میں ایک بہت بڑا فریب یہی ہے کہ عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی کے متعلق موجود روایات کو دھکے سے ضعیف اور موضوع ٹھہراتے ہیں، مسلمان اس فریبی سے بچ کر رہیں۔ علمائے اہل سنت کو وہابیوں کے اس مکر کی روک تھام کے لئے خصوصی توجہ فرمانی چاہئے۔ جس طرح مدارس میں تخصص فی الفقہ ہوتا ہے اسی طرح تخصص فی الحدیث بھی ہونا چاہئے۔

باب چہارم: گمراہوں کی تحریفات

پیچھے گمراہی کے اسباب، گمراہوں کے مکر وفریب بیان کئے گئے ہیں یہاں گمراہوں کے بہت بُرے فعل کا تذکرہ ہوگا کہ گمراہ تفاسیر، احادیث اور دینی کتب میں میں تحریفات کرتے ہیں، اپنے مطلب کی عبارتیں ڈال دیتے ہیں اور اپنے عقیدے کے خلاف لکھی ہوئی باتیں نکال دیتے ہیں۔ اس لئے اس باب میں کافی تحریفات کو نقل کیا گیا ہے تاکہ لوگ فتنے سے متنبہ ہوسکیں۔ بدمذہبوں کی ان تحریفات کی نشاندہی علمائے اہل سنت نے اپنی کتب اور کئی ماہنامہ جات میں کی ہے۔ یہاں مختصراً ان تحریفات کی جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں ورنہ یہ بہت طویل موضوع ہے۔ اس باب میں بدمذہبوں کی جو تحریفات میرے مطالعہ میں آئیں ان کا ذکر ہے اور جو علمائے اہل سنت نے ماہنامہ جات میں ذکر کیا ان کو باحوالہ نقل کیا ہے اور خصوصاً اس موضوع پر ہند کے عالم دین مولانا فضل اللہ صابری چشتی صاحب کی کتاب ''تحریفات'' جو بہت ہی زبردست مدلل کتاب ہے اس کے بھی حوالہ جات کو نقل کیا ہے۔

فصل اول: تحریف کا معنی ومفہوم

تحریف کا لغوی معنی ہے پھیر دینا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ حروف، کلمات اور معنی کو بدل دینا۔ تحریف کی دو قسمیں اور دو صورتیں ہیں۔

تحریف کی اقسام

(1) معنوی تحریف (2) لفظی تحریف

(1) تحریف معنوی یہ ہے کہ آیت وحدیث کے صحیح معنی کو دوسرے غلط معنی پر محمول کیا جائے جیسے شروع سے ہی گمراہ لوگ کرتے آئے ہیں اور اپنے باطل عقائد کو آسمانی کتب

سے معنوی تحریف سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تفسیر کبیر میں ہے "أن المراد بالتحریف:إلقاء الشبه الباطلة، والتأویلات الفاسدة ،وصرف اللفظ عن معناه الحق إلی معنی باطل بوجوه الحیل اللفظیة، کما یفعله أهل البدعة فی زماننا هذا بالآیات المخالفة لمذاهبهم" ترجمہ:تحریف سے مراد یہ ہے کہ اس آیت وحدیث میں باطل شبہات ڈال دیئے جائیں، فاسد تاویلات کی جائیں اور لفظ کو صحیح معنیٰ سے پھیر کر غلط معنی میں تبدیل کردیا جائے جیسا کہ ہمارے زمانے کے گمراہ لوگ قرآن پاک کی وہ آیات جو ان کے مذہب کے خلاف ہوتی ہیں۔ان سے باطل معنی مراد لیتے ہیں۔

(تفسیر کبیر،جلد10،صفحہ93،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

امام أحمد بن علی أبو بکر رازی جصاص رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن میں تحریف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں"تحریفهم إیاه یکون بوجهین: أحدهما:بسوء التأویل والآخر:بالتغییر والتبدیل "ترجمہ:یہود ونصاری کی تحریف دو طرح کی ہوتی تھی ایک یہ کہ آیت کی غلط تاویل وتفسیر کرتے ہیں اور دوسری تحریف یہ ہوتی تھی کہ الفاظ میں تغیر تبدل کردیتے تھے۔

(احکام القرآن ،جلد2،صفحہ 498،دار الکتب العلمیة، بیروت)

تفسیر روح البیان میں ہے"اعلم ان اهل الهوی علی انواع فالمعتزلة والشیعة ونحوهما من اهل القبلة اهل هوی لانهم یخالفون اهل السنة والجماعة بتأویل الکتاب والسنة علی حسب هواهم فیضلون الناس بهواهم کما یضل الکفار واهل الشرك"ترجمہ:جان لو کہ اہل ہوی کی کئی اقسام ہیں۔اہل قبلہ میں سے اہل ہویٰ معتزلہ،شیعہ وغیرہ ہیں کیونکہ یہ اپنے نفس کی خواہش کے موافق کتاب و سنت میں باطل تاویل کرکے اہل سنت وجماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔تو یہ بھی کفار اور

مشرکین کی طرح اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ،جلد3،صفحہ93،دار الفکر،بیروت)

زیادہ تر تحریف معنوی ہی کی جاتی ہے۔صحابہ کرام کے دور میں خارجی فرقہ معنوی تحریف کرتا تھا۔مشرکوں والی آیات مسلمانوں پر منطبق کرکے ان کو مشرک کہتا اور ان پر جہاد کیا کرتا تھا۔جس طرح آج بت پرستی اور شرک پر موجود آیات واحادیث کو مزارات اولیاء پر گھما پھرا کر چسپاں کردیا جاتا ہے اور مزاروں کو شرک کے اڈے کہہ کر شہید کیا جاتا ہے۔اسی طرح دیگر فرقے آیات وحدیث کی عجیب وغریب معنوی تحریف کرکے اہل سنت کو گمراہ ومشرک ثابت کرتے ہیں جیسے وہابی اہل سنت کی بہت بڑی تحریک دعوت اسلامی کو معاذ اللہ گمراہ ثابت کرتے ہوئے مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا((یتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیهم السیجان)) ترجمہ:میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی کریں گے ان پر سیجان ہوں گے۔

(مشکوۃ،باب العلامات بین یدی الساعة ۔۔،جلد3،صفحہ192، المکتب الإسلامی ،بیروت)

وہابی سیجان کا مطلب سبز عمامہ لیتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ دجال کے پیروکاروں کے سروں پر سبز عمامے ہوں گے۔جبکہ یہ ان کی سراسر باطل معنوی تحریف ہے۔سب سے پہلے تو یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوہارون ہے جس کا نام عمارہ بن جوین ہے،اس پر محدثین کرام نے سخت جرح فرمائی ہے۔دوسرا یہ کہ حدیث میں ستر ہزار آدمیوں کی قید ہے اور دعوت اسلامی لاکھوں میں ہے۔تیسرا یہ کہ اس میں لفظ سیجان آیا ہے اور سیجان کا مطلب عمامہ نہیں چادر ہوتا ہے۔چوتھا یہ کہ اس حدیث میں جن ستر ہزار افراد کا تذکرہ ہے وہ یہودی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے،فرمایا((یتبع

الدجّال من یھود اصفھان سبعون الفا علیھم طیالسة)) ترجمہ:اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے جن پر چادریں ہونگی۔

(مسلم،باب فی بقیة من أحادیث الدجال،جلد4،صفحہ 2266،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

اس حدیث میں یہودیوں کی صراحت کے ساتھ چادر کا بھی ذکر ہے۔اب وہابیوں کا اس حدیث کو مسلمانوں پر منطبق کرنا اور سبز چادر کی جگہ سبز عمامہ ثابت کرنا معنوی تحریف کے ساتھ ساتھ ہٹ دھرمی ہے جو وہابیوں کی پرانی عادت ہے۔اس حدیث کی مزید شرح کے لئے حضرت علامہ مولانا مفتی ہاشم خان صاحب کی کتاب''احکامِ عمامہ مع سبز عمامہ کا ثبوت'' کا مطالعہ کریں۔

ایک وہابی شخص حسن معزالدین نے انشورنس اور موجودہ بینکنگ کے متعلق کتاب لکھی۔جس میں اس نے موجودہ تمام سودی نظام کو یہ کہہ کر جائز قرار دے دیا کہ اب قرض پر نفع والی وہ صورت نہیں جو پہلے ہوتی تھی،سود وہی حرام ہے جس میں دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جائے اگر دوسرا خوشی سے سود دے رہا ہے تو یہ سود نہیں ہے چنانچہ لکھتا ہے:''ربو کی تعریف جو قرآن اور سنت کے عین مطابق ہے وہ یہ ہے:سائل کی حالت اضطرار سے یکطرفہ استحصالی مفاد لینے کی نیت اور عمل سے قرض دے کر جو بڑھوتری یا نفع حاصل ہو وہ ربو ہے۔''

(انشورنس اور بینکنگ ایک جائز کاروبار،صفحہ34،لاہور انشورنس انسٹی ٹیوٹ،لاہور)

پھر سود پر مبنی انشورنس اور بینکنگ نظام کو حدیث سے جائز ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے:''حدیث نبوی''((انك ان تذر ورثتك اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتكففون الناس))''تمہارا اپنی اولاد کے لئے وراثت میں مال ودولت کا چھوڑنا بہتر ہے۔بہ نسبت اس کے کہ تم انہیں دوسرے لوگوں کی زیرِ کفالت چھوڑ جاؤ۔''

(انشورنس اور بینکنگ ایک جائز کاروبار،صفحہ36،لاہور انشورنس انسٹی ٹیوٹ،لاہور)

اس حدیث کی کتنی بڑی معنوی تحریف وہابی نے کی اور تمام سودی نظام کو جائز قرار دے دیا۔لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

(2) لفظی تحریف یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور دیگر دینی کتب میں موجود الفاظ میں کمی یا زیادتی کردی جائے یا قرآن وحدیث وکسی بزرگ کی عربی،فارسی میں لکھی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے ان الفاظ کا ترجمہ نہ کیا جائے جو اپنے عقیدے کے خلاف ہوں۔اسی طرح کسی بدمذہب نے اپنی کتاب میں کوئی گمراہ کن یا کفریہ عبارت لکھی ہے اور بعد میں اس کے پیروکار اس عبارت کو کتاب سے نکال دیں۔ہمارے یہاں بدمذہب یہ سب کچھ کررہے ہیں،جن احادیث میں اہل سنت و جماعت حنفی کی تائید ہورہی ہوتی ہے ان احادیث کو یا تو کتب حدیث سے نکال دیا جاتا ہے یا الفاظ تبدیل کردیئے جاتے ہیں جیسے کتب حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنے کا ذکر ہے اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنا،انہیں مشکل وقت میں پکارنا جائز ہے۔اس لئے وہابیوں نے کئی کتب حدیث میں لفظ''یا محمد'' نکال دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے اور آپ کا سایہ نہ ہونے کی احادیث امام بخاری کے استاذِ محترم امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے''المصنف'' میں نقل کیں تھیں،ان احادیث کو نکال دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مسلمان تھے جیسا کہ احادیث اور اقوال اسلاف سے ثابت ہے۔فقہ اکبر میں حضور کے والدین کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تھا کہ وہ فطرت پر فوت ہوئے یعنی بت پرست نہیں تھے اہل ایمان تھے جبکہ فقہ اکبر کے موجودہ نسخے میں لفظ فطرت کی جگہ کفر لکھ دیا گیا اور عبارت یوں بن گئی کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے والدین معاذ اللہ کفر پر فوت ہوئے۔ مجلۃ الرسالۃ میں احمد حسن الزیات باشانے لکھا ہے ''إن أكمل الدين البابردی وعلی القاریء شرحا الفقه الأكبر لأبی حنيفة واعتمدا علی نسخة محرفة جاء فيها (وأبواه صلی الله عليه وسلم ماتا علی الكفر) والعبارة الصحيحة (ماتا علی الفطرة) '' ترجمہ: علامہ اکمل الدین بابردی اور ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں تحریف شدہ نسخے پر اعتماد کیا ہے کہ جس میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے ہیں جبکہ صحیح عبارت یہ تھی کہ حضور کے والدین فطرت پر فوت ہوئے ہیں۔

(مجلة الرسالة، جز 322، صفحه 29)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ''المعتمد المستند'' میں فرماتے ہیں: ''یہ بات ہمارے آقا امام اعظم سے ثابت نہیں۔ علامہ سید طحطاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درمختار پر اپنے حاشیہ میں ''باب نکاح الکافر'' میں فرمایا: اس کے لفظ یہ ہیں: ''اس قول میں بے ادبی ہے۔'' اور جو شایاں ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کفر سے محفوظ تھے اور بابت کلام ذکر کیا یہاں تک فرمایا کہ فقہ اکبر میں یہ جو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کفر پر موت آئی، تو یہ بات امام اعظم کی طرف ازراہِ فریب منسوب کی گئی ہے اور اس بات کی طرف یہ رہنمائی کرتا ہے کہ معتمد نسخوں میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا اور جو معتمد نسخوں میں موجود ہے وہ ابوحنیفہ محمد بن یوسف بخاری کا قول ہے نہ کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کا۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیں کہ امام اعظم نے ایسا فرمایا تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان دونوں کو زمانہ کفر میں موت آئی اور یہ اس کا مقتضیٰ نہیں کہ وہ دونوں کفر سے متصف تھے۔''

(المعتمد المستند، صفحه 254، مکتبه برکات المدینه، کراچی)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' ہے جس میں بہت زیادہ تحریفات کی گئی ہیں، غلط عقائد کو شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ''وایاك ان تغتر بما وقع فی الغنية لامام العارفين و قطب الاسلام والمسلمين الاستاذ عبدالقادر الجيلانی رضی الله تعالیٰ عنه فانه دسه عليه فيها من سينتقم الله منه والا فهو برء من ذلك '' ترجمہ: خبردار دھوکا نہ کھانا اس سے جو امام اولیاء سردارِ اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غنیۃ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افتراء کرکے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا، حضرت شیخ اس سے بَری ہیں۔

(الفتاوی الحديثيه، مطلب ان مافی الغنية للشيخ عبدالقادر، صفحه 148، مطبعة الجماليه، مصر)

کئی مشہور بزرگانِ دین کی کتب میں تحریفات ہیں جیسے عبدالوہاب شعرانی وابن عربی رحمہما اللہ کی کتب میں تحریفات ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ابن عربی کے حوالے سے فرماتے ہیں ''كما وقع للعارف الشعرانی أنه افتری عليه بعض الحساد فی بعض كتبه أشياء مكفرة وأشاعها عنه حتی اجتمع بعلماء عصره وأخرج لهم مسودة كتابه التی عليها خطوط العلماء فإذا هی خالية عما افتری عليه هذا'' ترجمہ: جیسا کہ عارف عبدالوہاب شعرانی کے ساتھ ہوا کہ کسی حاسد نے افترا بازی کرتے ہوئے ان کی ایک کتاب میں ان کی طرف کفریہ باتیں منسوب کرکے ان کی اشاعت کردی یہاں تک کہ ان کے دور کے علماء ان کے پاس اکٹھے ہوئے اور آپ نے اپنی اس کتاب کا مسودہ نکال کر ان کو دکھایا جس مسودہ پر علماء کی تقریظات تھیں تو اس میں وہ کفریہ باتیں موجود نہیں تھیں۔

(ردالمحتار، کتاب الجهاد، مطلب توبة اليأس ــ، جلد 4، صفحه 238، دار الفکر، بیروت)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''وہ کتاب محفوظ مصئون ہونا ثابت ہو جس میں کسی دشمنِ دین کے الحاق کا احتمال نہ ہو جیسے ابھی غنیۃ الطالبین شریف میں الحاق ہونا بیان ہوا، یونہی امام حجۃ الاسلام غزالی کے کلام میں الحاق ہوئے اور حضرت شیخ اکبر کے کلام میں تو الحاقات کا شمار نہیں جن کا شافی بیان امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا اور فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کیے، اسی طرح حضرت حکیم سنائی وحضرت خواجہ حافظ وغیرہما اکابر کے کلام میں الحاقات ہونا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں بیان فرمایا، کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے اس میں کچھ عبارت ملنی دلیل شرعی نہیں کہ بے کم وبیش مصنف کی ہے پھر اس قلمی نسخہ سے چھاپا کریں تو مطبوعہ نسخوں کی کثرت کثرت نہ ہوگی اور ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے جیسے فتوحات مکیہ کے مطبوعہ نسخے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ 224، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اسی طرح پنجابی صوفیاء کرام کے کلام میں بہت تحریفات کی گئی ہیں کئی کفریہ اشعار پنجابی صوفیاء کرام کی طرف منسوب ہیں خصوصا حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں کئی غیر شرعی اشعار اور ان کی طرف منسوب کتب میں کئی شرعی غلطیاں موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں نہ صرف تحریفات کی گئی بلکہ کئی کتب اپنے عقیدے کے موافق لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتب میں تحریفات کی گئی ہیں، بلکہ ان کی زندگی ہی میں ان کی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں تحریف کر دی گئی تھی۔

آسمانی کتب میں تحریفات

دیگر انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل ہوئیں ان میں تحریف ہوتی رہی ہے۔ قرآن پاک میں علماء یہود کے متعلق فرمایا گیا ﴿مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ ترجمہ کنزالایمان: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

(سورۃ النساء، سورت4، آیت46)

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن کی طرح پچھلی کتابوں میں بھی لفظی تحریف نہیں ہوتی تھی جبکہ اکثر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان کتابوں میں لفظی اور معنی دونوں طرح کی تحریف ہوتی تھی۔ الفوز الکبیر فی اُصول التفسیر میں ہے ''لقد کان الیہود یؤمنون بالتوراۃ، و کان ضلالهم التحریف فی أحكام التوراة، سواء كان تحریفا لفظیاً أو تحریفاً معنویاً و کتمان آیات التوراة، و إلحاق ما لیس منها بها'' ترجمہ: یہود توریت پر ایمان رکھتے تھے اور ان کی گمراہی یہ تھی کہ توریت کے احکام میں تحریفات کرتے تھے۔ ان تحریفات کی یہ صورتیں تھیں: لفظی اور معنوی تحریف، توریت کی آیات کو چھپانا اور توریت میں اپنے پاس سے باتوں کو شامل کر دینا۔

(الفوز الکبیر فی أصول التفسیر، جلد1، صفحہ44، دار الصحوۃ، القاہرۃ)

موجودہ جتنے بھی فرقے ہیں یہ احادیث وتفاسیر وغیرہ میں تو لفظی تحریف کرتے ہیں البتہ قرآن پاک میں لفظی تحریف نہیں کر سکتے، یہ فرقے قرآن پاک کی معنوی تحریف کرتے ہیں۔ قرآن میں لفظی تحریف نہیں ہو سکتی کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری رب تعالیٰ نے لی ہے۔ البتہ اہل تشیع کے نزدیک موجودہ قرآن مکمل نہیں ہے بلکہ یہ تحریف شدہ ہے۔ شیعوں کا ایک ذاکر محسن کاشانی لکھتا ہے '' أن القرآن الذی بین أظهرنا لیس بتمامه کما أُنزل علی محمد، بل منه ما هو خلاف ما أنزل الله، و منه ما هو

مغير محرف، وأنه قد حذف منه أشياء كثيرة منها :اسم علي في كثير من المواضع ومنها لفظة آل محمد غير مرة، ومنها أسماء المنافقين في مواضعها، ومنها غير ذلك، وأنه ليس أيضاً على الترتيب المرضي عند الله وعند رسوله" ترجمہ: جو قرآن ہمارے پاس ظاہر ہے یہ تمام نہیں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا تھا بلکہ اس میں کئی باتیں اس کے خلاف ہیں جو اللہ عزوجل نے نازل فرمائیں۔ یہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ اس میں سے کئی باتیں نکال دی گئی ہیں، اُس قرآن میں لفظ علی اور لفظ آل محمد کئی مرتبہ آیا تھا اسے نکال دیا گیا، اُس قرآن میں منافقین کے کئی مقامات پر نام تھے وہ نکال دیئے گئے۔ یہ قرآن اس ترتیب پر نہیں جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ تھی۔

(تفسیر الصافی، ماخوذ ازمسألة التقريب بين أہل السنة والشيعة، جلد 1، صفحہ 190، الریاض)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں شیعوں کے مکر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کید سیزدهم آنست که گویند عثمان ابن عفان بلکه ابوبکر و عمر نیز رضی اللہ تعالی عنهم قرآن را تحریف کردند و آیات فضائل اهلبیت اسقاط نمودند ازان جمله و جعلنا عليا صهرك که در الم نشرح بود ملخصاً" تیرہواں مکر یہ ہے: کہتے ہیں عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن میں تحریف کردی ہے اور انہوں نے فضائل اہل بیت کی آیات کو ساقط کردیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ، فصل دوم از باب دوم کید سیزدہم، صفحہ 38، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)

تحریف کی صورتیں

تحریف کی اقسام کی طرح اس کی صورتیں بھی دو ہیں:۔

(1) کسی کتاب میں موجود الفاظ میں ہیرا پھیری کرنا۔

(2) کوئی کتاب اپنے عقیدے کے موافق لکھ کر اسے کسی سنی عالم کی طرف منسوب کردینا۔

(1) پہلی صورت یعنی کسی کتاب میں کمی یا زیادتی کردینا تو اوپر واضح ہوا کہ یہودیوں کی طرح بدمذہبوں میں بھی پایا جاتا ہے اور یہ کئی کبیرہ کا مجموعہ ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: "براہ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کر کے علماء کرام اور حتی کہ استاد عظام خود کو دھوکا دینا کیا حکم رکھتا ہے؟ جو حکم محقق اس مسئلہ میں ہو بیان فرمائیں و بحث مسئلہ عبارت کتب ہو۔"

جواباً فرماتے ہیں: "سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ۔ کلمات علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کر کے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ۔ علماء کرام اور خود اپنے اساتذ کو دھوکا دینا خصوصاً امر دین میں تیسرا کبیرہ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبٰطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (لوگو) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو۔

وقال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کمارہے ہیں۔

وقال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿یُحَرِّفُوْنَہٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْہُ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 682، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ تین گناہ بتائیں ہیں یہ اس صورت میں ہیں جب یہ تحریف عام طور پر ہو ورنہ اگر کسی سنی عالم کی کتب میں کوئی بدمذہبی والی بات شامل کی جائے تو یہ مزید تین قبیح گناہوں کا ارتکاب ہے۔ جیسے پہلا گناہ یہ ہے کہ ایک سنی عالم کو بدمذہب ظاہر کرنا، دوسرا یہ کہ اہل سنت حق مذہب کو باطل ثابت کرنا اور تیسرا گناہ یہ کہ اپنے باطل مذہب کو حق ثابت کرنا۔

(2) تحریف کی دوسری صورت اس سے بھی زیادہ قبیح ہے جس کو تحریف کہہ لیں یا جھوٹ و بہتان کی انتہا کہہ لیں کہ کوئی کتاب اپنے عقیدے کے موافق لکھ کر اس کا مصنف کسی سنی عالم کو بنا دینا۔ اس عمل میں چھ گناہ تو وہی ہیں جن کا پیچھے ذکر ہوا، مزید دو گناہ یہ ہیں کہ یہاں ایک جھوٹ یہ بولا جائے گا کہ یہ کتاب فلاں سنی مکتبہ سے شائع ہوئی ہے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب فلاں شہر سے جاری ہوئی ہے جبکہ یہ دونوں باتیں جھوٹ ہوتی ہیں۔

یہ عمل بھی بدمذہبوں میں موجود ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثناء عشریہ میں شیعوں کے فریب لکھتے ہیں کہ یہ سنی بن کر اہل سنت کی کتب وحدیث میں تحریفیں کر دیتے ہیں۔ بلکہ خود اپنے مذہب شیعہ کے حق میں اور اہل سنت کے خلاف کتاب لکھ کر کسی سنی بڑے عالم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں: "ایک کتاب بنا کر اس کو اکابر اہل سنت پر لگاتے ہیں۔ اس میں مطاعن صحابہ (یعنی صحابہ کرام پر طعن تشنیع کرتے ہیں) اور بطلان مذہب اہل سنت درج کرتے ہیں۔۔۔ جیسے کتاب "سر

العالمین" کہ اس کو امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ علی ہذا القیاس اور بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔۔ ناچار عوام طالب اس مکر میں غوطہ کھاتے ہیں اور بہت حیران و پریشان ہوتے ہیں۔۔۔۔ بعض علماء (شیعہ) اس فرقے کے کتاب تصنیف کرتے ہیں فقہ میں اور اس میں وہ باتیں کہ جن سے اہل سنت و جماعت پر طعن اور رد واجب ہو درج کرتے ہیں اور اہل سنت کے کسی امام کے نام سے اس کو منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً "مختصر" کی تصنیف تو ایک شیعہ کی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام لگا دیا اور اس میں لکھ دیا کہ مالک کو اپنے مملوک سے لواطت اور اغلام جائز ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے عام فرمایا ہے ﴿وما ملکت ایمانکم﴾ یعنی کہ مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ۔ ایک معتبر شخص نے نقل کیا کہ میں نے اسی قسم کی ایک کتاب اصفہان میں دیکھی ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے نام پر ہے، بُرے بُرے مسئلے اس میں لکھے ہیں۔ غالباً یہ فریب ان کا یوں چل جاتا ہے کہ ملک مغرب میں مالکی بہت رہتے ہیں اس ملک میں کوئی کتاب امام ابوحنیفہ کے نام کی اور ہندوستان اور توران میں کوئی کتاب امام مالک کے نام کی لگاتے ہیں، اس لئے کہ ہر مذہب والے کو روایتیں اپنے امام کی اچھی صورت پر معلوم ہیں، دوسرے امام کی روایتوں کی چنداں تنقیح و تلاش نہیں کرتا، اس لئے احتمال صدق کا اس کے دل میں جم جاتا ہے۔ پس اس فریب میں بھی بڑے بڑے علمائے اہل سنت گرفتار ہوئے جیسے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ امام مالک نے متعہ حلال کیا ہے حالانکہ امام مالک متعہ پر حد واجب جانتے ہیں بخلاف امام اعظم۔"

(تحفہ اثناء عشریہ (مترجم)، صفحہ 76، 82، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شیعوں کے فریب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں اس فرقہ کے امراء میں دو شخص تھے مرتضیٰ خان

اور مرید خان کہ اہل سنت کی کتابوں مثل صحاح ستہ اور مشکوٰۃ اور بعض تفسیروں کو خوشخط لکھ کر ان کتابوں میں اپنے مطلب کی حدیثیں کتب امامیہ سے نکال کر داخل کرتے تھے اور ان نسخوں کو مجدول اور مطلا و مذہب کر کے سہل قیمت پر راہوں پر بیچتے تھے۔''

(تحفہ اثناء عشریہ (مترجم)، صفحہ 83، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انہونی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنا لیتے ہیں، ان کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں اور اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ دیکھو! دیوبندیوں کی لال کتاب ''سیف النقی'' اور اس کے رد میں ''العذاب البئیس'' وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد 9، صفحہ 503، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوٰی اجملیہ میں ہے: ''مذہب وہابیت کی بنیاد ہی جب افتراء و بہتان پر ہے کہ وہ اپنی طرف سے کتابوں کے نام تصنیف کر ڈالیں۔ مصنفوں کے نام گڑھ لیں۔ مطابع بنالیں۔ عبارات محض اپنے دل سے گڑھ کر کسی کی طرف منسوب کرلیں۔ جن کے چند نمونے میری کتاب ''رد شہاب ثاقب'' میں درج ہیں۔ تو پھر ان کے کسی حوالے پر کس طرح اعتماد ہو۔''

(فتاوٰی اجملیہ، جلد 4، صفحہ 335، شبیر برادرز، لاہور)

ایک دیوبندی مولوی نے اہل سنت کے خلاف سیف حقانی کتاب لکھی جس کا جواب علامہ محمد حسن علی رضوی صاحب نے دیا اور وہ اس جواب میں فرماتے ہیں: ''بلاشبہ ضد و عناد کا مرض بہت ہی بڑا مرض ہے۔ جذبہ انتقام آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ سنی بریلوی، دیوبندی، وہابی اختلافات سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ یہ ضد اور جذبہ انتقام ہی تھا کہ مصنف سیف حقانی کے حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مدنی

نے جذبہ انتقام اور ضد و عناد سے مجبور ہو کر اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد طریقت سیدی حضرت شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ''خزینۃ الاولیاء'' اور جد امجد امام العارفین سیدنا مولانا شاہ رضا علی خان صاحب علیہ الرحمۃ کے ذمہ ''ہدایۃ الاسلام'' نامی فرضی کتابیں لگا کر فرضی مطبوعہ کانپور و صبح صادق سیتاپور تک لکھ دیا۔ حالانکہ خزینۃ الاولیاء اور ہدایۃ الاسلام نامی کتابوں کا دنیا میں کوئی وجود ہی نہیں۔ اگر صدر دیوبندی ذریت میں جرأت ہے تو دکھائے اور اپنی صداقت کا لوہا منوائے ورنہ اہل حق پر افتراء سے باز آئے۔''

(برہان صداقت برد نجدی بطالت، صفحہ 34، انجمن انوار القادریہ، کراچی)

ایک وہابی مولوی حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی نے کتاب بنام ''احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف'' لکھی۔ اس میں اس مولوی نے تقلید کی خوب مذمت کی اور ہزاروں مقلدین علماء و مسلمانوں کو جاہل، بدعتی، مشرک اور رسول اللہ کا مخالف ثابت کیا۔ ایک جگہ ایک حدیث پاک تقلید کے رد میں یوں لکھی: ''فقیہ امت محمدیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اپنے امام اور درویشوں کے اقوال کو ماننے کی دعوت دیں گے اور خود بھی وہ اس پر عمل کریں گے۔ (اور ان کی نشانی یہ ہوگی کہ) وہ ان مسلمانوں سے حسد رکھیں گے جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں۔ خبردار (لوگو یاد رکھو) یہ لوگ میری امت کے یہودی ہیں اور یہ الفاظ آپ نے تین بار دھرائے۔ اس روایت کو ابن قطان نے روایت کیا اور امام ابن سکن نے صحیح کہا ہے۔ جمع الجوامع۔ بحوالہ طریق محمدی، صفحہ 61۔''

(احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف، صفحہ 141، ادارہ تحفظ افکار الاسلام، شیخوپورہ)

وہابی نے تقلید کے رَد میں یہ حدیث لکھی اور وہ بھی طریق محمدی کے حوالے سے اور طریق محمدی نے یہ حدیث جمع الجوامع سے نقل کی ہے۔ جبکہ جمع الجوامع میں یہ حدیث ہے ہی نہیں۔ میں نے جمع الجوامع کی تمام کتب جو مختلف علماء کرام کے نام سے مشہور ہیں سب کو دیکھا ہے کسی میں یہ حدیث نہیں پائی۔ گویا مذکورہ وہابی نے طریق محمدی کی تقلید کرتے ہوئے یہ حدیث لکھ دی خود اصل حوالہ دیکھا ہی نہیں۔ یہ حال ہے وہابی مجتہدوں کی حدیث دانی کا اور اعتراض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شدومد کے ساتھ وہابیوں، دیوبندیوں کا رَد کیا۔ ان وہابیوں کو اور تو کوئی جواب آیا نہیں بجائے رجوع کے الٹا انہوں نے تحریفات کا سہارا لیا اور اعلیٰ حضرت کے جواب میں جھوٹی کتابیں اپنے موافق چھاپ کر انہیں اعلیٰ حضرت کے والد محترم اور دیگر بزرگوں کے نام منسوب کرنے لگے، بلکہ اعلیٰ حضرت کی جھوٹی مہر بنا لی۔ فتاوٰی رضویہ میں دیوبندیوں کی چند کی گئی تحریفات کا ذکر پیش خدمت ہے: ''یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر 1327ھ میں گم ہوگئی تھی تو 1329ھ کے فتوے میں کہاں سے آگئی بلکہ اس پر 1328ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں شعر کندہ ہے:

یامصطفی یارحمۃ الرحمٰن

یامرتضی یاغوثنا الجیلانی

غالباً انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت: ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے، ایک صاحب مذہباً دیوبندی ساکنہ رام پوری سُنّی بن کر

یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کے لئے فتاوائے مبارکہ کی کتاب الحظر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبدالقادر خان رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے، سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہئے یا سوم کی، اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، باقی یہ تعینیں عرفی ہیں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ (وہیں اُس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا) جہالت ہے کہ بعد لفظ وبدعت اور بڑھا دیا وہ اب تک فتاوائے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الحظر، صفحہ 310 ملاحظہ ہو۔ لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھایا اور وبدعت عطف واو سے رکھا کہ جملہ اردو پر جملہ فارسی کا عطف ہو گیا جو ہرگز اعلحضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں، افترا کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد وبدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واؤ سے ہوتا، طرہ یہ کہ مجموعہ فتاوٰی گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجدد المائۃ الحاضرہ کا یہ فتوٰی مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اس میں صفحہ 150 پر یوں بنا دیا جہالت وبدعت ہے ان کو سُوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔۔۔

گیارھویں خیانت: خیر یہ ''تلک عشرۃ کاملہ'' جیسی تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سَو خیانتیں اور ہوں تو کان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کے کوتک کہ اعلحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد وجدِ امجد و پیر و مرشد و حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے کتابیں تراش

لیں ان کے مطبع گھڑ لئے صفحے دل سے بنالیئے، عبارتیں خود ساختہ لکھ کر اُن کی طرف بے دھڑک نسبت کر کے چھاپ دیں اور سرِ بازار اپنی حیا کی اوڑھنی اتار، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بگ دیا کہ آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم فلاں فلاں کتابوں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جرأت ہو تو اتنی تو ہو، اس کا حال العذاب البئیس و ابحاثِ اخیرہ ورماح القہار وغیرہا میں بارہا چھاپ دیا، اب پھر سُن لیجئے اسی رسالہ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑلی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ 393,395، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''خالص الاعتقاد'' کی تمہید میں سید عبدالرحمٰن غفرلہ فرماتے ہیں: ''آستانہ علویہ رضویہ سے پینتیس سال کامل ہوئے کہ وہابیہ کارد اشاعت پارہا ہے اور آج تک بفضل وھاب جل وعلا لاجواب رہا ہے۔ کسی گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی، دیوبندی، دہلوی، امرتسری کو تاب نہ ہوئی کہ ایک حرف کا جواب لکھیں اور جب مطالبہ جواب کتب کا نام آیا ہے، متکلمین طائفہ نے جو مناظرہ رٹ رہے ہیں وہ وہ چک پھیریاں لیں، وہ وہ اڑان گھاٹیاں دکھائیں جن کا بیان رسالہ ''الاستمتاع بذوات القناع'' سے ظاہر شریفہ ظریفہ رشیدہ رسیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر ضیق کوایسی فراخی حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے خصموں کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں۔ اور وہ بھی بے مثل ولا جواب لکھ دیں یعنی خصم کا جو قول چاہیں

نقل کریں اور اس کے مخالف جتنی عبارات چاہیں خصم کے آباء و اجداد و مشائخ کی طرف سے گھڑ لیں اور ان کی تصانیف کے نام بھی تراش لیں، ان کے مطبع بھی اپنے افترائی سانچے میں ڈھال لیں اور سر بازار بکمال حیا آنکھیں دکھانے کو ہو جائیں کہ تم تو کہتے ہو اور تمہارے والد ماجد اس کے خلاف فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں، تمہارے جد امجد کا فلاں کتاب میں یہ ارشاد ہے۔ فلاں مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرما گئے ہیں ان کتابوں کے یہ یہ نام ہیں، فلاں فلاں مطبع میں چھپی، ان کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ عبارات ہیں، کہیے! اس سے بڑھ کر پکا اور کامل ثبوت اور کیا ہوگا۔ اور بعنایتِ الٰہی حقیقت دیکھیے تو ان کتابوں کا اصلاً کہیں روئے زمین پر نام و نشان نہیں، نری من گھڑت خیالی تراشیدہ خوابہائے پریشان جن کی تعبیر فقط اتنی کہ ﴿لعنة الله على الكذبين﴾ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ مثلاً صفحہ 3 پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی اور بکمال بے حیائی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ 15۔ صفحہ 11 پر ایک کتاب بنام ہدایۃ الاسلام اعلیٰحضرت کے جدِ امجد حضور پُر نور سیدنا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے تراشی اور بکمال ملعونی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ 30

صفحہ 1 اور صفحہ 20 پر ہدایۃ البریہ مطبوعہ صبح صادق کے علاوہ ایک ہدایۃ البریہ مطبوعہ لاہور اعلیٰحضرت کے والد روح اللہ روحہ کے نام سے گڑھی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں اس کی طرف منسوب کر دیں کہ صفحہ 13 میں فرماتے ہیں، صفحہ 41 میں فرماتے ہیں اور سب محض بناوٹ۔ صفحہ 11 پر ایک کتاب بنام خزینۃ الاولیاء حضور اقدس انور حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام اقدس سے گڑھی اور بکمال شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ

کانپور صفحہ 15۔ صفحہ 20 پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰ حضرت کے جدّ امجد نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے نام سے گڑھی اور بکمال شیطنت کہہ دیا مطبوعہ لکھنؤ صفحہ 12۔

صفحہ 21 پر حضرت اقدس حضور سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات دل سے گڑھے اور بکمال اہلیبت کہہ دیا کہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ 17 اور خبیثہ شقیہ نے جو عبارت جی سے گڑھی وہ ہوتی تو مکتوب ہوتی نہ کہ ملفوظ اور اس کے اخیر میں دستخط بھی گڑھ لیے کتبہ شاہ حمزہ مارہروی عفی عنہ اللہ کی مہر کا اثر کہ اندھی خبیثہ کو ملفوظ و مکتوب کا فرق تک معلوم نہیں اور دل سے گرھنت کو آندھی۔

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے　　　　قدم فسق پیشتر بہتر

خبیثہ ملعونہ نے صفحہ 14 پر ایک کتاب بنام مراۃ الحقیقۃ حضور انور واکرم غوث دوعالم سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مہر انور سے گڑھی اور بکمال بے ایمانی کہہ دیا کہ مطبوعہ مصر صفحہ 18۔ صفحہ 20 پر اعلحضرت کے والد ماجد عطر اللہ مرقدہ، کی مہر مبارک بھی دل سے گڑھ لی اور اس کی یہ صورت بنائی۔

نقی علی حنفی سنی 1301

حالانکہ حضرت والا کی مہر اقدس یہ تھی جو بکثرت کتب پر طبع ہوئی ہے۔

1269 مولوی رضا علی خاں محمد نقی علی خاں ولد

حضرت اعلیٰ قدس سرہ کی وفات شریف 1297ھ میں واقع ہوئی خبیثہ نے مہر کا سَن 1301ھ لکھا یعنی وصال شریف کے چار برس بعد مہر کندہ ہوئی۔ سچ ہے جب لعنتِ الٰہی کا استحقاق آتا ہے، آنکھ، کان، دل سب پٹ ہو جاتے ہیں۔

تقویت الایمان پر سے اعتراصات بزورِ زبان اٹھانے کو صفحہ 28 پر ایک تقویت

الایمان مطبوعہ مصطفائی گڑھی اور اس سے وہ عبارتیں نقل کر دی جس کا دنیا بھر کی کسی تقویت الایمان میں نشان نہیں۔ جب حالت یہ ہے تو اپنی طرف کی فرضی خیالی تصانیف گڑھ دینے کی کیا شکایت۔ (فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ 421۔۔۔، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

کتب میں تحریفات کرنے کے علاوہ یوں بھی کیا جاتا ہے کہ کوئی جھوٹی غیر شرعی کفریہ بات سنی علماء کی کتب کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں ایسا لکھا ہے جب کہ اس کتاب میں ایسا موجود نہیں ہوتا۔ موجودہ دور میں بھی شیعہ، وہابی، دیوبندی غیر شرعی کفریہ باتوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سنی علماء کی کتب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی فلاں کتاب میں ایسا لکھا ہے۔

فصلِ دوم: قرآن پاک کی تفاسیر میں تحریف

جیسا کہ پیچھے گزرا قرآن پاک میں کوئی لفظی تحریف نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری رب تعالیٰ نے لی ہے۔ جلالین شریف میں ہے "لحفظون من التبديل والتحريف والزيادة والنقص" ترجمہ: حق تعالیٰ فرماتا ہے، ہم خود اُس کے نگہبان ہیں اُس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کر دے یا کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے۔ (تفسیر جلالین، تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذ کر الخ، صفحہ 211، اصح المطابع، دہلی)

جو قرآن پاک میں لفظی تحریف کرنا چاہے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں "وكذلك ومن انكر القران او حرفا منه او غير شيئا منه او زادفيه" ترجمہ: اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اُس میں سے کچھ بدلے یا اس میں کچھ زیادہ کرے۔ (الشفاء، جلد2، صفحہ 274، المطبعۃ الشرکۃ)

علمائے اہل سنت نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک کا ترجمہ کرتے وقت بھی بہت احتیاط کی جائے کہ جو آیت ہے اسی کا ترجمہ کیا جائے زائد الفاظ نہ لکھے جائیں کہ کہیں عوام اسے بھی قرآن نہ سمجھ لے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''الحمدللہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابدالآباد تک محفوظ ہے تحریف محرفین وانتحال منتحلین کو اس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار ممکن نہیں ﴿لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ باطل اس کے آگے اور پیچھے سے نہیں آسکتا۔

حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمہ قدرت پر رکھا ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ ہم ہی نے قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

توریت وانجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراض ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصداً بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس خلط وخبط کی بنیادیں ڈالیں مرورزماں کے بعد وہ اصل وزیادت مل ملا کر سب ایک ہوگئیں، کلام الٰہی وکلام بشر مختلط ہوکر تمیز نہ رہی۔ الحمدللہ نفس قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہوکر اس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود ان عوام کو معانی قرآن سمجھانا ہے جو فہم عربی سے عاجز ہیں خطوط ہلالی نقول ودر نقول خصوصاً مطابع مطابع میں ضرور مخلوط ونا مضبوط ہوکر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشاد قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کا ارشاد یہ باعث ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ

ایضاحِ مطلب کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انہیں کی چال چلنی چاہیے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ 678، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

لہٰذا قرآن پاک میں تو تحریف نہیں ہوسکتی البتہ قرآن پاک کا ترجمہ کرتے وقت اور تفسیر کرتے وقت بدمذہب معنوی تحریف کرتے ہیں۔ یعنی آیت کا مطلب کچھ ہوگا اس کی تفسیر اپنے مطلب کی کرتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ بدمذہبوں کی کتب، ان کا ترجمہ قرآن اور تفسیر پڑھی جائیں خصوصاً حج کو جانے والے مسلمانوں کو سعودی وہابیوں کی تفسیر قرآن ہرگز نہ لینی چاہئے نہ پڑھنی چاہئے۔ وہابی ہر حاجی کو قرآن پاک کی ایک تفسیر مفت میں دیتے ہیں جس میں انہوں نے امت مسلمہ کو بدعتی ومشرک ٹھہرایا ہے اور گھما پھرا کر وہابی عقائد کو قرآن سے ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ سعودی تفسیر کا تنقیدی جائزہ سنی عالم دین ابوعبداللہ سید مزمل حسین کاظمی قادری نے اپنی کتاب بنام ''سعودی تفسیر پر ایک نظر'' میں تفصیلی طور پر لیا ہے، اس کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

معنوی تحریف کے ساتھ بدمذہب بزرگانِ دین کی تفاسیر میں لفظی تحریف بھی کرتے ہیں تاکہ اپنا باطل عقیدہ صحیح ثابت کیا جائے۔ چند حوالے پیش نظر ہیں:

تفسیر روح البیان سے حضور کے نورانی تارے والی حدیث غائب

تفسیر روح البیان میں ایک حدیث تھی کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرائیل تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبرائیل نے عرض کیا حضور اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارا ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((وعزة ربی انا ذلك الكواكب)) یعنی میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی تارا ہوں۔

(تفسیر روح البیان، جلد 1، صفحہ 674بحوالہ تحریفات ، صفحہ 32، فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن ،انڈیا)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان واضح ہورہی تھی اور آپ کا نور ہونا ثابت ہورہا تھا جو وہابیوں کے لیے شرک ہے اس لئے سعودی وہابیوں کے اشارے پر مکہ مکرمہ کے ایک مدرسے کے وہابی استاد شیخ محمد علی صابونی نجدی نے ''تفسیر روح البیان'' میں یہ اور ہر اس عبارت اور حدیث کو نکال دیا جو ان وہابیوں کے عقائد ونظریات کے خلاف تھی۔

امام صاوی کا کلام ابن عبدالوہاب نجدی کے خلاف نکال دینا

صاوی شریف میں علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی 1241ھ) سورہ فاطر، آیت 6 کے تحت فرماتے ہیں "وقیل ھذہ الآیۃ نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تأویل الکتاب والسنۃ و یستحلون بذلک دماء المسلمین و اموالھم لما ھو مشاھد الآن فی نظائرھم وھم فرقۃ بارض الحجاز یقال لھم الوھابیۃ یحسبون انھم علی شیء الا انھم ھم الکاذبون استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون" ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ یہ آیت خوارج کے ظہور کی پیشین گوئی کرتی ہے۔ ان خوارج نے قرآن وسنت کے معنی میں تبدیلی کی اور اس بنا پر مسلمانوں کی جان ومال کو حلال قرار دیا۔ اور انہی کے طرز عمل پر آج حجاز کا وہابی فرقہ عمل پیرا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں لیکن در حقیقت یہ جھوٹے ہیں۔ شیطان ان پر قابض ہو چکا ہے اور انہیں اللہ کی یاد سے غافل کر چکا ہے یہ شیطان کے گروہ والے ہیں اور در حقیقت نقصان والے ہیں۔

(حاشیۃ الصاوی، سورہ فاطر، آیت 6، جلد 3 ، صفحہ 307، دار الاحیاء التراث ،العربی)

وہابی جو کہ اصل میں خارجی ہیں اور علمائے کرام نے اس کی صراحت بھی کی ہے لیکن وہابی اپنے خارجی پن کو چھپانے کے لئے علمائے کرام کی ان عبارتوں میں تحریف کرتے ہیں۔ امام صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ابن عبدالوہاب نجدی تمیمی (1206ھ) کے ہم عصر تھے اور انہیں اس کی کارستانیوں کا خوب علم تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا تفسیر کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ چونکہ یہ عبارت وہابیوں کی مذمت اور ان کے بانی ابن عبدالوہاب نجدی کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے۔ اسی لئے ان وہابیوں نے جب تفسیر صاوی کا نیا نسخہ شائع کیا تو مذکورہ عبارت سے نہ صرف وہابی لفظ کو حذف کر دیا بلکہ متعلقہ عبارت " لما ھو مشاھد الآن فی نظائرھم وھم فرقۃ بارض الحجاز یقال لھم الوھابیۃ یحسبون انھم علی شیء الا انھم ھم الکاذبون " (اور انہی کے طرز عمل پر آج حجاز کا وہابی فرقہ عمل پیرا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں لیکن در حقیقت یہ جھوٹے ہیں۔) کو بھی یکسر حذف کر دیا۔

(حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، جلد3، صفحہ 307,308 دار الفکر، بیروت)

دیوبندی بھی چونکہ عقیدے کے لحاظ سے وہابی ہی ہیں اس لئے انہوں نے بھی اس تحریف میں وہابیوں کا ساتھ دیا اور دیوبندیوں کے مکتبہ رحمانیہ نے بھی جو حاشیۃ الصاوی چھاپی ہے اس میں یہ پوری عبارت نکال دی ہے "وھم فرقۃ بارض الحجاز یقال لھم الوھابیۃ" ترجمہ: یہ فرقہ حجاز کا ہے جسے وہابی کہا جاتا ہے۔

(حاشیۃ الصاوی، فی التفسیر، سورۃ فاطر، سورۃ35، آیت6، مکتبہ رحمانیہ ،لاہور)

تفسیر روح المعانی میں وہابیوں کی تحریفات

تفسیر روح المعانی کے مصنف علامہ شہاب الدین محمود بن عبد اللہ حسینی آلوسی (التوفی 1270ھ) رحمۃ اللہ علیہ ایک سنی حنفی عالم دین تھے۔ ان کا پوتا نعمان آلوسی وہابی

ہوگیا اور اس نے تفسیر روح المعانی میں کئی تحریفات کردیں، وہابیوں کے عقائد تفسیر میں شامل کردیئے جیسے وہابی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے توسل واستمداد کے منکر ہیں، اس لئے نعمان آلوسی نے روح المعانی میں یہ عبارت شامل کردی "أن الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك في جوازه إن كان المطلوب منه حياً۔۔وأما إذا كان المطلوب منه ميتاً أو غائباً فلا يستريب عالم أنه غير جائز وأنه من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف" ترجمہ: کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ اس کے حق میں دعا کرے، اس کے جواز میں کوئی شک نہیں بشرطیکہ جس سے وہ درخواست کی جائے وہ زندہ ہو۔لیکن اگر وہ شخص جس سے درخواست کی جائے مردہ ہو یا غائب ہو تو ایسے استغاثے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو شک نہیں۔ یہ بدعات میں سے ہے، جن کو سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔

(روح المعانی، سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 27، جلد3، صفحہ294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

یہ صریح تحریف ہے جو وہابی عقائد کی ترویج کے لئے کی گئی ہے۔ کسی بزرگ فوت شدہ ہستی کو اس طرح وسیلہ بنانا کہ وہ ہمارے حق میں دعا کرے بالکل جائز و مستند روایات سے ثابت ہے۔ ایک صحیح روایت جو دلائل النبوۃ للبیہقی میں ہے "عن مالك قال أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله، استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنكم مسقون" ترجمہ: حضرت مالک سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے دور میں لوگوں پر قحط پڑ گیا۔ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور کہا یا رسول اللہ!

اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ یہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کو میرا اسلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہوگی۔

(دلائل النبوة ومعرفة، باب ما جاء في رؤية النبي، جلد7، صفحه47، دار الكتب العلمية، بيروت)

کتنے واضح انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا جارہا ہے کہ اللہ عزوجل سے بارش طلب کریں۔ پھر جب یہ خواب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا گیا تو آپ رو پڑے، آپ نے اعتراض نہیں کیا کہ یہ دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔اس طرح کی اور بھی روایت و مستند واقعات ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ بالکل درست ہے اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں تحریف کرکے وہابی عقائد اس تفسیر میں شامل کئے گئے ہیں۔

فصل سوم: احادیث میں تحریف

بدمذہب فرقے اپنے باطل عقائد کو گھما پھرا کر صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی معنوی تحریف کرتے ہیں۔لیکن ان سب میں وہابی بہت آگے ہیں کہ وہ معنوی تحریف کے ساتھ ساتھ احادیث میں لفظی تحریفات بھی کرتے ہیں۔اس لئے کہ وہابیوں نے لوگوں کو اپنے عقیدے میں لانے کے لئے اصل ڈرامہ اہل حدیث ہونے کیا ہے، لیکن کثیر احادیث سے ان کے عقائد وعمل کا رد ہوتا ہے، جہاں وہابی بے بس ہوجاتے ہیں اور مجبوراً اپنا عقیدہ بچانے کیلئے احادیث میں تحریفات کرتے ہیں، ان کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:۔

وہابیوں کا اپنا عقیدہ بچانے کے لئے حدیث کے ترجمے میں تحریف کرنا

ترمذی کی حدیث ہے "عن ابن عباس قال ضرب بعض أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم خباء ه على قبر وهو لا يحسب أنه قبر، فإذا فيه إنسان يقرأ سورة تبارك الذى بيده الملك حتى ختمها، فأتى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال يا رسول الله إنى ضربت خبائى على قبر وأنا لا أحسب أنه قبر، فإذا فيه إنسان يقرأ سورة تبارك الملك حتى ختمها .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((هى المانعة هى المنجية تنجيه من عذاب القبر))" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا۔ انہیں علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، لیکن وہ قبر تھی جس میں ایک شخص سورہ ملک پڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ اسے مکمل کیا۔ وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا: یہ (سورہ ملک) عذاب قبر کو روکنے اور اس سے نجات دلانے والی ہے اور اپنے پڑھنے والے کو اس سے بچاتی ہے۔

(الترمذی، فضائل القرآن، فضل سورة الملك، جلد5، صفحه14، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

اس حدیث میں مرنے والے کی قبر میں حیات اور اس کا قرآن پڑھنا ثابت ہو رہا ہے جبکہ وہابی مذہب میں دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ولی ہو یا نبی یا عام شخص وہ مٹی کا ڈھیر ہے، کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہابیوں کے بڑے مکتبہ دار السلام، سعودیہ نے ترمذی کا انگریزی ترجمہ کرتے وقت اس حدیث میں یوں تحریف کی کہ قبر والے کی تلاوت کی جگہ صحابی کا تلاوت کرنا لکھ دیا چنانچہ یوں لکھا ہے:

So when I realized there was a persoimital recited

Surat Al Mulk until its completion.

اس انگریزی کا ترجمہ یہ بنتا ہے: "جب میں نے محسوس کیا کہ اس قبر میں کوئی دفن ہے تو میں نے مکمل سورۃ ملک کی تلاوت کر دی۔" جبکہ صحیح ترجمہ یہ تھا: "وہ قبر تھی جس میں ایک شخص سورہ ملک پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اسے مکمل کیا۔"

(سنن الترمذی(انگریزی)، باب فضائل القرآن، صفحہ 227، دار السلام، سعودی عرب)

دونوں ترجموں میں کتنا بڑا فرق ہے۔

نجد کے فتنوں کے متعلق موجود حدیث میں تحریف

بخاری کی حدیث ہے "عن ابن عمر قال قال ((اللهم بارك لنا فى شامنا وفى يمننا)) قال قالوا: وفى نجدنا؟ قال: قال ((اللهم بارك لنا فى شامنا وفى يمننا)) قال قالوا :وفى نجدنا؟ قال :قال ((هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان))" ترجمہ: حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اے ہمارے رب! ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہمارے نجد میں؟ آپ نے فرمایا: اے ہمارے رب ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ صحابہ نے پھر عرض کی اور ہمارے نجد میں؟ فرمایا نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

(بخاری، ابواب الاستسقاء، باب ما قيل فى الزلازل والآيات، جلد2، صفحه33، دار طوق النجاة)

اس حدیث میں ابن عبد الوہاب نجدی کے فتنوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دین اسلام میں فتنے پھیلائے گا، مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر قتل و غارت کرے گا جیسا کہ اس کی سیرت میں یہ سب واضح ہے۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوبار نجد کے متعلق دعا کرنے کا سوال ہوا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ وہابی ابن عبد الوہاب نجدی کو

توحید کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور یہ حدیث اس کے فتنے باز ہونے پر ہے اور نجد سے دومرتبہ براءت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس لئے وہابیوں نے اس حدیث میں تحریف کی چنانچہ وہابیوں کے ایک مکتبہ سلفیہ نے بخاری چھاپی تو اس نے اس حدیث میں لفظ نجد جو بار بار آرہا تھا اسے ختم کر کے صرف ایک مرتبہ کر دیا۔ حدیث یوں پیش کی گئی ”عن ابن عمر، قال قال ((اللهم بارك لنا فی شامنا وفی یمننا)) قال قالوا وفی نجدنا؟ قال ((هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان))“ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ہمارے رب ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہمارے نجد میں؟ آپ نے فرمایا نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہی سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

(بخاری ،ابواب الاستسقاء،باب ما قیل فی الزلازل والآیات،جزء1،صفحہ 326،المطبعہ السلفیہ)

یہاں وہابیوں نے نجد سے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دومرتبہ براءت تھی اسے ختم کر کے ایک مرتبہ کر دیا اور آئندہ یہ لفظ نجد بھی نکال کر وہابیت کو بچائیں گے۔

حضور کے خواب میں آنے والی حدیث میں تحریف

ایک حدیث جسے مسند أمیر المؤمنین أبی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وأقوالہ علی أبواب العلم میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں أحمد بن حسین بیہقی نے نقل کیا۔ وہ حدیث یہ ہے ”عن مالك قال أصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبی صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله، استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم فی المنام؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنكم

مسقون“ ترجمہ: حضرت مالک سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے دور میں لوگوں پر قحط پڑ گیا۔ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور کہا یا رسول اللہ! اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ یہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کو میرا اسلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہوگی۔

(دلائل النبوۃ ومعرفۃ،باب ما جاء فی رؤیۃ النبی،جلد7،صفحہ 47،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

یہاں صحابی کی فریاد سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں آنا ثابت ہو رہا ہے جس میں تصرفاتِ مصطفی اور عقیدہ اہل سنت واضح ہے۔ یہی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ، الدار السلفیۃ، الہندیۃ میں موجود تھی۔ لیکن جب وہابی مکتب ”مکتبہ الرشد، ریاض“ اور دیوبندی مکتب ”مکتبہ امدادیہ، ملتان“ سے مصنف ابن ابی شیبہ چھاپی گئی تو اس میں خواب میں حضور علیہ السلام کے آنے کی بجائے لکھا گیا ”فأتی الرجل فی المنام“ ترجمہ: ایک آدمی خواب میں آیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل،عمر بن خطاب،جلد7،صفحہ482،مکتبہ امدادیہ،ملتان)

یا محمد کہنے اور اس کے وسیلے سے دعا مانگنے والی حدیث میں لفظ یا محمد غائب

صحیح ابن خزیمہ، حاکم مستدرک،، مسند احمد سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے ”عن عثمان بن حنيف، أن رجلا ضرير البصر أتى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: ادع الله لی أن يعافينی فقال ((إن شئت أخرت لك وهو خير وإن شئت دعوت)) فقال ادعه، فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه ويصلی ركعتين، ويدعو بهذا الدعاء: اللهم إنی أسألك، وأتوجه إليك بمحمد نبی الرحمة، يا محمد إنی قد توجهت بك إلى ربی فی حاجتی هذه لتقضى، اللهم فشفعه فی. قال أبو

إسحاق :هـذا حديث صحيح" ترجمہ: سیدنا عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ سے میرے لئے دعا کریں کہ وہ مجھے عافیت دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو صبر کر یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر چاہے تو میں دعا کروں۔ عرض کیا کہ دعا کریں۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور یہ دعا پڑھے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ" قال أبو إسحاق هذا حديث صحيح" ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے۔ یا محمد بیشک میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت پیش کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری کی جائے۔ اے اللہ میرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما۔ حضرت ابواسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، جلد 1، صفحہ 441، دار إحیاء الکتب العربیۃ)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بھی بنایا جارہا ہے اور آپ کو "یا محمد" کہہ کہ پکارا بھی جارہا ہے اور اس حدیث کی شرح میں محدثین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آج بھی اگر کوئی نابینا اسی دعا کو پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن وہابیت کے نزدیک تو "یا رسول اللہ" کہنا شرک ہے اس لئے انہوں نے اس حدیث سے لفظ "یا محمد" ہی نکال دیا چنانچہ موجودہ دور میں درج ذیل حدیث کی کتب اور ان کے مطبوعہ میں لفظ یا محمد موجود نہیں ہے:۔ مشکوٰۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت۔ سنن الترمذی، مصطفیٰ البابی، مصر، جامع

ترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، السنن الکبریٰ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔

الادب المفرد میں موجود یا محمد کہنے والی حدیث نکال دینا

الأدب المفرد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت یوں نقل کی "عن عبد الرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل :اذكر أحب الناس إليك، فقال يا محمد" ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا پاؤں سوگیا۔ ان سے کسی نے کہا کہ جن سے سب لوگوں سے زیادہ محبت کرتے ہو انہیں یاد کرو تو حضرت ابن عمر نے "یا محمد" کہا۔

(الادب المفرد، صفحہ 335، دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت)

اس حدیث میں حضور کے وصال کے بعد صحابی رسول کا آپ کو پکارنا ثابت تھا جو کہ وہابیوں کے نزدیک شرک ہے۔ اب وہابیوں نے اس حدیث میں جو ترتیب وار تحریف کی وہ ملاحظہ ہو:۔

1989ء میں وہابی مولوی البانی نے اس حدیث کو ضعیف ٹھہرایا چنانچہ الادب المفرد کے حاشیہ میں میں عبدالباقی نے لکھا "(قال الشيخ الألباني) ضعيف" ترجمہ: شیخ البانی نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(الادب المفرد، صفحہ 335، دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1409ھ - 1989ء)

شیخ البانی کا اس حدیث کو ضعیف کہنا بھی غلط ہے۔ یہ حدیث بالکل صحیح سند کے ساتھ اور اس کی سند پر خوبصورت کلام علامہ فضل اللہ صابری چشتی نے اپنی کتاب "تحریفات" میں کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں بغیر ضعیف کہے اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ نقل کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "عن الهيثم بن حنش قال: كنا عند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، فخدرت رجله فقال له رجل:اذكر أحب

الناس إليك، فقال: يا محمد، فكأنما نشط من عقال" ترجمہ: حضرت ہیثم بن حنش سے مروی ہے ہم عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کا پاؤں سو گیا۔ کسی نے کہا جس سے زیادہ پیار کرتے ہیں انہیں یاد کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا "یا محمد" تو آپ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

(الکلم الطیب، فی الرجل إذا خدرت، صفحہ 96، دار الفکر، بیروت)

1998ء میں سعودی وہابیوں نے "الأدب المفرد بالتعلیقات" مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، چھاپی تو اس میں سے لفظ "یا" نکال کر فقط محمد کر دیا اور وہابیوں کے امام البانی نے "صحیح المفرد" مطبوعہ دار الصدیق، نام کی ایک کتاب مرتب کی تو اس میں سے پوری حدیث ہی نکال دی۔

وہابیوں کا رفع یدین کے متعلق احادیث میں تحریفات کرنا

رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کے متعلق کئی مختلف روایات اور مختلف صورتیں ہیں۔ وہابیوں نے اپنی مرضی کی حدیثیں رفع یدین کے متعلق لے لی ہیں اور بقیہ رفع یدین نہ کرنے اور ہر تکبیر پر رفع یدین کرنے، سجدہ کرتے وقت رفع یدین کرنے والی احادیث کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر وہابیوں کے لئے مصیبت یہ ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی اور سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین کرنے والی دونوں احادیث صحیح ہیں۔ اب ان کا حل وہابیوں نے یہ سوچا کہ دونوں حدیثوں میں تحریفات کی جائیں چنانچہ سجدہ میں رفع یدین کے متعلق حدیث کا آسان حل وہابیوں نے یہ نکالا کہ حدیث کی سند میں ایک ثقہ راوی کو نکال کر ضعیف ڈال دیا تا کہ اس حدیث کو ضعیف ثابت کر دیا جائے۔ اصل حدیث کی سند یوں تھی "أخبرنا محمد بن المثنى، قال: حدثنا ابن أبي عدي، عن شعبة، عن قتادة، عن نصر بن عاصم، عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه في

صلاته، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه، (حكم الألباني) صحيح" ترجمہ: محمد بن مثنی، ابن ابو عدی، شعبہ، قتادہ، نصر بن عاصم، مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے، جب سجدہ کرتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ ہاتھ دونوں کانوں کی لو تک آ جاتے۔ اس حدیث کو (وہابیوں کے امام) البانی نے صحیح کہا ہے۔

(النسائی، باب رفع الیدین للسجود، جلد 2، صفحہ 205، مکتب المطبوعات الإسلامیة، حلب)

وہابیوں کا بہت بڑا مکتبہ دار السلام جو تحریفات میں پہلے نمبر پر ہے اس نے ایک کتاب چھاپی جس میں احادیث کی چھ کتابیں یعنی صحاح ستہ اکٹھی کر دیں، جس میں خوب تحریفات کیں۔ اوپر بیان کی گئی حدیث میں تمام راوی ثقہ تھے۔ دار السلام والوں نے اس سند میں "شعبہ" کی جگہ "سعید" نام شامل کر دیا جو کہ ضعیف ہے تا کہ آنے والے وقت میں جب کوئی وہابیوں کے مذہب کے خلاف یہ حدیث پیش کرے تو وہابی فخر سے کہہ سکیں کہ اس کی سند میں "سعید" نامی شخص ضعیف ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ دار السلام والوں کی سند ملاحظہ ہو: "أخبرنا محمد بن المثنى، قال: حدثنا ابن أبي عدي، عن **سعيد**، عن قتادة، عن نصر بن عاصم، عن مالك بن الحويرث..."

(الکتب الستة، صفحہ 2157، دار السلام، سعودی عرب)

سجدے والی صحیح حدیث کو تو وہابیوں نے ضعیف ٹھہرا دیا اب رفع یدین نہ کرنے والی حدیث میں وہابیوں کی تحریف کا حال ملاحظہ ہو:۔ ایک شخص میرے پاس رفع یدین کا مسئلہ پوچھنے آیا میں نے اسے رفع یدین نہ کرنے کے سنت ہونے پر دلائل دیئے اور جامع

ترمذی کی یہ حدیث بھی سنائی۔ حضرت علقمہ سے روایت "قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ مع تکبیر الافتتاح وقال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان الثوری وأھل الکوفۃ (حکم الألبانی) صحیح" ترجمہ: ایک دفعہ ہم سے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا میں تمہارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھوں؟ پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے ہاتھ نہ اُٹھائے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اس رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء صحابہ وعلماء وتابعین کا عمل ہے۔ یہ قول حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا ہے۔ البانی (وہابیوں کے موجودہ امام) نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، باب رفع الیدین عند الرکوع، جلد2، صفحہ36، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اس سائل نے اس دلیل کا تذکرہ وہابیوں سے کیا، انہوں نے کافی دنوں بعد بخاری شریف کی شرح کے چند صفحات بھیجے۔ یہ ترجمہ وتشریح وہابی مولوی محمد داؤد راز نے کی تھی اور اس کی تحریر پر مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور کے قاضی کی تصدیق بھی تھی۔ وہابیوں نے جو تحریر بھیجی اس میں یوں لکھا تھا: ''منکرین کی دوسری دلیل یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز پڑھائی "فلم یرفع یدیہ الا مرۃ" اور ایک ہی بار ہاتھ اٹھائے۔ (ابوداؤد، ترمذی) اس اثر کو بھی بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فن حدیث کے بہت بڑے امام حضرت ابوداؤد فرماتے ہیں "ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ" یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ اور ترمذی میں ہے "یقول عبد اللہ ابن المبارک ولم یثبت حدیث ابن مسعود" عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن مسعود کی صحت ثابت نہیں۔ (ترمذی)''

(صحیح بخاری، جلد1، صفحہ 677، مکتبہ قدوسیہ، لاہور)

جواب: وہابی مولوی نے امام ابوداؤد اور امام ترمذی کے اقوال نقل کئے ہیں اور دونوں میں خوب تحریف کی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا پورا قول اس حدیث کے متعلق یوں ہے "ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ (حکم الألبانی) صحیح" ترجمہ: یہ طویل حدیث میں سے مختصر حصہ ہے اور وہ ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ البانی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(ابو داؤد، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، جلد1، صفحہ199، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

لیکن وہابی مولوی نے پوری عبارت نقل نہیں کی۔ امام ابوداؤد کے کلام کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ان کے کلام کا مطلب ہے کہ یہ طویل حدیث کا خلاصہ ہے اور خلاصہ کرتے وقت راوی نے خطاً کی ہے۔ جس کے سبب معنی کے لحاظ سے تو یہ حدیث صحیح ہے البتہ الفاظ کے لحاظ سے صحیح نہیں صحیح حدیث وہ ہے جو طویل ہے۔ وہابی مولوی ابو الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام رحمانی مبارکفوری نے مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے "یعنی أن الراوی اختصر ھذا الحدیث من حدیث طویل (رواہ أبو داود قبل ذلک ویأتی لفظہ) فأداہ بالمعنی وأخطأ فی اختصارہ" ترجمہ: راوی نے یہاں طویل حدیث کا خلاصہ بیان کیا۔ امام ابوداؤد نے اسے پہلے روایت کیا اور اس کے لفظ لائیں گے۔ تو یہ روایت معنی کا فائدہ دیتی ہے اور راوی نے خلاصہ کرنے میں خطا کی ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح، جلد3، صفحہ84، إدارۃ البحوث العلمیۃ، الھند)

امام ترمذی کے حوالے سے جو عبارت وہابی مولوی نے لکھی ہے، امام ترمذی کا وہ کلام حضرت ابن مسعود کی دوسری حدیث کے متعلق تھا، جسے اٹھا کر وہابی مولوی نے پہلی حسن حدیث پر فٹ کر دیا ہے۔ درحقیقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رفع یدین نہ کرنے کے متعلق دو روایات ہیں:۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے خود بغیر رفع یدین کے نماز پڑھائی۔ اس روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا اور وہابیوں کے مولوی البانی نے صحیح کہا اور یہی روایت احناف پیش کرتے ہیں۔ دوسری روایت ابن مسعود سے یوں مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے فرمایا کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو کہا کہ یہ ثابت نہیں چنانچہ امام ترمذی نے فرمایا "عن سالم عن أبيه ولم يثبت حديث ابن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع إلا في أول مرة" ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور حدیث ابن مسعود کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، ثابت نہیں ہے۔

(جامع ترمذی، باب رفع اليدين عند الركوع، جلد2، صفحہ36، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

دوسری روایت جسے امام ترمذی نے حسن کہا، وہ یوں ہے "عن علقمة عن عبد الله قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع أبي بكر ومع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا أيديهم إلا عند التكبيرة الأولى في افتتاح الصلاة قال إسحاق به نأخذ في الصلاة كلها تفرد به محمد بن جابر و كان ضعيفا عن حماد عن إبراهيم وغير حماد يرويه عن إبراهيم مرسلا عن عبد الله من فعله، غير مرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: حضرت علقمہ سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن

مسعود نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ وہ سب سوائے نماز کے شروع میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(سنن الدارقطني، باب ذكر التكبير ورفع اليدين۔۔، جلد2، صفحہ52، مؤسسة الرسالة، بيروت)

یہ تحریف صرف مذکورہ وہابی مولوی نے نہیں کی بلکہ کئی وہابیوں کی کتب میں اسی طرح یہ تحریف موجود ہے کہ محدثین نے کلام کسی اور حدیث کے متعلق کیا ہے اور وہابیوں نے وہ کلام احناف کی صحیح دلیل پر منطبق کر دیا ہے۔

ایک وہابی مولوی عبدالغفار سلفی نے رفع یدین کے متعلق لکھا:

امام مالک کا مذہب:۔ رفع الیدین کے متعلق عبداللہ بن عمر کی حدیث پر امام مالک اپنی کتاب مؤطا میں اس طرح باب باندھ کر اپنے مذہب کا اظہار فرماتے ہیں "باب يستحب رفع اليدين حذوا المنكبين عند الافتتاح والركوع والقيام منه" یعنی شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا سنت ہے۔

(ركوع محمدي، صفحہ24، مكتبہ ايوبيہ، كراچی)

یہاں وہابی مولوی صاحب نے امام مالک کا مذہب رفع یدین کرنا لکھ دیا اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ مؤطا میں امام مالک نے رفع یدین کے سنت ہونے پر باب باندھا ہے جبکہ یہ وہابی مولوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ مؤطا امام مالک میں یہ باب ہے ہی نہیں۔ بلکہ موطأ مالک بروایۃ محمد بن حسن شیبانی میں دیگر کتب حدیث کی طرح رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والی دونوں طرح کی احادیث نقل ہیں اور ایک جگہ لکھا ہے "فأما رفع اليدين في الصلاة فإنه يرفع اليدين حذو الأذنين في ابتداء الصلاة مرة واحدة، ثم لا يرفع في شيء من الصلاة بعد ذلك، وهذا كله قول أبي حنيفة رحمه الله

تعالی وفی ذلک آثار کثیرة" ترجمہ: باقی رفع یدین نماز میں پڑھنے کے متعلق ہے کہ ابتداء نماز میں ایک مرتبہ ہاتھوں کو کانوں کی لوتک اٹھایا جائے پھر بعد میں ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ یہ تمام قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور اس میں کثیر آثار ہیں۔

(موطا مالک بروایة الشیبانی، باب: افتتاح الصلاة، جلد1، صفحہ58، المکتبة العلمیة، بیروت)

وہابیوں کا مکتبہ دارالسلام نے صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کو ایک جلد میں اکٹھا چھاپا ہے اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ترک رفع الیدین کے بعد یہ عبارت ابوداؤد شریف کی تھی "قال ابو داؤد ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ" ترجمہ: یہ طویل حدیث میں سے مختصر حصہ ہے اور وہ ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔

(سنن ابی داؤد، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، جلد1، صفحہ199، المکتبة العصریة، بیروت)

مکتبہ دارالسلام والوں نے اس عبارت کو غائب کردیا ہے۔ اسی طرح مرسل طاؤس کو جو سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت ہے۔ اس کو بھی سنن ابوداؤد میں داخل کردیا ہے۔

(الکتب الستہ، صفحہ 1279، مکتبہ دارالسلام، ریاض)

حضور کے نور اور عدم سایہ والی روایات میں تحریف

امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی "قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال ((یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك

من نوره فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم ولاجنة ولا نار ولا ملك ولاسماء ولاارض ولا شمس ولا قمر ولا جني ولا انسي، فلما اراد الله تعالى ان يخلق الخلق قسم ذلك النور اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول حملة العرش ومن الثاني الكرسي ومن الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الرابع اربعة اجزاء، فخلق من الاول السموات ومن الثاني الارضين ومن الثالث الجنة والنار، ثم قسم الرابع اربعة اجزاء)) الحديث بطوله۔" ترجمہ: فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کیے۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت ودوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ الیٰ آخر الحدیث (آگے مزید حدیث ہے۔)

(المواہب، المقصد الاول اول المخلوقات، جلد1، صفحہ 71، 72، المکتب الاسلامی، بیروت)

ایک یہ حدیث اور دوسری وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

سایہ نہ تھا، یہ دونوں حدیثیں مصنف عبدالرزاق میں سے نکال دی گئی تھیں۔ لیکن علمائے اسلاف نے اپنی کتب میں ان احادیث کو مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے لکھا تھا۔ علمائے اہل سنت جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے اور آپ کا سایہ نہ ہونے پر جب کلام کرتے تھے تو وہابی کہتے تھے کہ مصنف عبدالرزاق میں یہ دونوں حدیثیں نہیں ہیں، ہوں گی بھی کیسے جب مصنف میں سے نکال دی گئی ہیں۔ کئی سالوں بعد علمائے اہل سنت کے مؤقف کی تائید اس سے ہوئی کہ ایک پرانا مخطوطہ مصنف عبدالرزاق کا مل گیا ہے جس میں مصنف عبدالرزاق کے دس ابواب موجود ہیں۔ ان دس ابواب میں حدیث نور اور وہ حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اس مخطوطہ کو ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبداللہ ابن مانع حمیری سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف وامور اسلامیہ دبئی نے حاشیہ کے ساتھ بیروت سے چھپوایا اور اس کا ترجمہ کر کے شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مکتبہ قادریہ، لاہور سے بنام ”مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب“ کے شائع کیا۔

اس مخطوطہ میں کتاب الایمان میں سب سے پہلے باب کا نام ہے ”باب فی تخلیق نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کے بیان میں۔ اس میں حدیث نور کی سند یوں ہے ”عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن اوّل شی ء خلقہ اللہ تعالیٰ؟------“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ نہ ہونے پر موجود حدیث کی سند یوں ہے ”عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عباس قال لم یکن

لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظل------“

جب یہ پرانا نسخہ مل گیا اور روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ یہ دونوں احادیث مصنف عبدالرزاق کی ہیں، اب وہابیوں کے لئے یہ مصیبت آپڑی کہ اپنا باطل عقیدہ کیسے بچایا جائے، اس لئے انہوں نے بڑے آرام سے کہہ دیا کہ یہ نسخہ ہی غلط ہے۔ بندہ پوچھے نسخہ کیسے غلط ہوگیا جب اس میں سند کے ساتھ احادیث ترتیب وار موجود ہیں اور یہ بھی علمائے اسلاف سے ثابت ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں یہ احادیث موجود تھیں تو پھر اس کو نہ ماننا سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں۔

نوادر الاصول سے کفن میں رکھنے والی دعا کو نکال دینا

مردے کے کفن میں دعا رکھنے کے متعلق امام ترمذی نے حدیث روایت کی جسے فتاوٰی رضویہ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یوں نقل فرمایا: ”امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت و کفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولایری منکرا و نکیراً و ھو ھذا لاالہ الااللہ واللہ اکبر لاالہ الااللہ وحدہ، لاشریک لہ لاالہ الااللہ لہ الملک ولہ الحمد لاالہ الااللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم“ ترجمہ: جو یہ دُعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں، اور وہ دعا یہ ہے ”لا الہ الااللہ واللہ اکبر لاالہ الااللہ وحدہ، لاشریک لہ لاالہ الااللہ لہ الملک ولہ الحمد لاالہ الااللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔“ (فتاوٰی رضویہ، جلد9، صفحہ 108، لاہور)

جبکہ موجودہ نوادر الأصول للترمذی کے چھاپے دار الجیل، بیروت میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہوسکتا ہے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہی نے غلط حوالہ دیا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ نوادر الاصول میں یہ روایت موجود ہونے کی نشاندہی فتاوی کبریٰ میں امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ فتاوی کبریٰ للمکی میں ہے "نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان هذا الدعاء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يأمر به ثم افتى بجواز كتابته قياسا على كتابة لله، فى نعم الزكوة" بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی جس کا مقتضی یہ ہے کہ یہ دُعا اصل رکھتی ہے۔ نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے، پھر خود انہوں نے اس کے جوازِ کتابت پر فتویٰ دیا اس قیاس پر کہ زکوۃ کے چوپایوں پر لکھا جاتا ہے للہ (یہ اللہ کے لئے ہیں)۔

(الفتاوی الفقهية الكبرى، كتاب الصلوة، باب الجنائز، جلد2، صفحه12، المكتبة الإسلامية)

اعوذ بدانیال والی حدیث میں تحریف

حضرت احمد بن محمد دینوری معروف ابن السُّنّی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 364ھ) نے "عمل الیوم واللیلۃ سلوک النبی مع ربہ عزوجل ومعاشرتہ مع العباد" میں اور حضرت محمد بن موسی دمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 808ھ) نے "حیاۃ الحیوان الکبریٰ" میں ایک حدیث روایت کی "عن عكرمة عن ابن عباس عن علی قال إذا كنت بواد تخاف السبع فقل أعُوذُ بِدانيال والجب، من شر الأسد" ترجمہ: حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تو کسی ایسی وادی میں ہو جہاں تمہیں درندوں کا خوف ہو تو یہ کہو پناہ مانگتا ہوں میں حضرت دانیال کی اور

کنویں کی شیر کے شر سے۔

(عمل اليوم والليلة سلوك النبي مع ربه عز وجل -، صفحه 308، مؤسسة علوم القرآن، بيروت)

اس روایت میں ایک نبی علیہ السلام کے نام سے مدد مانگی جانا ثابت تھا جو دیوبندی وہابیوں کے نزدیک شرک ہے اس لئے دیوبندیوں کے مکتبہ نور محمد، کراچی والوں نے "عمل الیوم واللیلۃ" کتاب چھاپی تو اس میں اعوذ بدانیال میں لفظ دانیال کے اوپر رب لکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ مطلب یہ بنے پناہ مانگتا ہوں میں دانیال کے رب کی۔

دو ہاتھوں سے بیعت و مصافحہ کرنے والی حدیث میں تحریف

تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی میں وہابی مولوی محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم مبارکفوری نے ایک عبارت یوں نقل کی "وأخرج البخاری فی الأدب المفرد من رواية عبد الرحمن بن رزين قال أخرج لنا سلمة بن الأكوع كفا له ضخمة كأنها كف بعير فقمنا إليها فقبلناها" ترجمہ: امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن رزین نے حضرت سلمۃ بن الاکوع سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ نے اپنا موٹا ہاتھ جو مثل اونٹ کی ہتھیلی کے تھا، ان کے لئے نکالا تو عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے کھڑے ہو کر اس کو چوم لیا۔

(تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، كتاب الاستئذان، جلد7، صفحه 437، بيروت)

جبکہ اصل ادب المفرد کی اصل عبارت یہ تھی "عن عبد الرحمن بن رزين قال مررنا بالربذة فقيل لنا ها هنا سلمة بن الأكوع فأتيناه فسلمنا عليه، فأخرج يديه، فقال بايعت بهاتين نبی الله صلى الله عليه وسلم فأخرج كفا له ضخمة كأنها كف بعير، فقمنا إليها فقبلناها" عبد الرحمٰن بن رزین سے مروی ہے کہ ہم زبدہ کے مقام سے گزرے تو ہمیں کہا گیا کہ یہاں حضرت سلمۃ بن اکوع رہتے ہیں۔ ہم ان

کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو سلام کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ نکالے اور کہا میں نے ان ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ حضرت سلمہ نے اپنا موٹا ہاتھ جو مثل اونٹ کی ہتھیلی کے تھا، ان کے لئے نکالا تو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے کھڑے ہوکر اس کو چوم لیا۔ (صحیح الأدب المفرد للإمام البخاری، باب تقبیل الید، صفحہ 372، دار الصدیق)

وہابی مولوی نے یہ اس لئے کیا کہ ان کا مسلک ہے کہ بیعت کرتے وقت اور مصافحہ کرتے وقت ایک ہاتھ استعمال کرنا چاہئے اور دو ہاتھ سے بیعت اور مصافحہ نہیں کرنا چاہئے۔

وہابیوں کی تحریفات کے متعلق ماہنامہ اہلسنت کے انکشافات

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ چند مثالیں اتفاقاً وہابی مولویوں سے سرزد ہوگئی ہیں، بلکہ یہ تحریفات وہابیوں کا مشغلہ بن چکا ہے جسے وہ ثواب سمجھتے ہوئے کرتے ہیں۔ علمائے اہل سنت نے ان تحریفات کے متعلق کافی کچھ لکھا ہے چند علماء کا کلام پیش کیا جاتا ہے:۔

ماہنامہ اہلسنت گجرات میں محرم الحرام، صفر المظفر 1433ھ دسمبر 2011ء، جنوری 2012ء میں مولانا محمد خرم رضا قادری صاحب کا ایک مضمون بعنوان **"نام نہاد اہل حدیث کی حدیث دشمنی"** لکھا، جس میں انہوں نے وہابیوں کی احادیث میں تحریفات کا تفصیلی ذکر فرمایا۔ اس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے: "غیر مقلدین کے عالمی اشاعتی ادارہ دارالسلام نے مختصر صحیح بخاری مترجم مع حواشی چھاپی تو مؤلف کے تحریر کردہ مقدمۃ الکتاب میں سے درج ذیل عبارت نکال دی کیونکہ یہ عبارت وہابی مذہب کے مطابق شرک قرار پاتی ہے۔ مصنف امام زین الدین احمد بن عبداللطیف زبیدی متوفی 893 ہجری نے درج ذیل عبارت لکھی "وان یصلح المقاصد والاعمال بجاہ سیدنا محمد والہ

وصحبہ اجمعین" (اس کا ترجمہ یہ بنتا تھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے صدقے مقاصد واعمال صحیح ہوں۔) مترجم عبدالستار حماد وہابی نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے عربی عبارت اور ترجمہ دونوں غائب کردیئے ہیں۔

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین تالیف کی۔ اس ریاض الصالحین کا اختصار حکومت سعودی عرب کی جانب سے علمی کمیٹی "موسسۃ الوقف الاسلامی" ریاض نے کیا ہے۔ ترجمہ صلاح الدین یوسف وہابی اور تحقیق وتخریج ابوطاہر زبیر علی زئی وہابی نے کی ہے "الریاسۃ العامۃ شوون المسجد الحرام والمسجد النبوی" نے مختصر ریاض الصالحین کو چھاپا ہے۔ اس کتاب میں کتاب "آداب الطعام" میں باب 109 کے تحت حدیث نمبر 449 میں مکمل حدیث سے مندرجہ ذیل الفاظ غائب کردیئے گئے۔ مکمل حدیث یوں تھی "حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت (ہمشیرہ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا۔" ترمذی رقم الحدیث 1892 کے متن اور ریاض الصالحین کے متن سے مندرجہ ذیل الفاظ نکال کر وہابی عقائد وجذبات کو تسکین پہنچائی گئی "فقمت الی فیھا فقطعتہ" پس میں اٹھی اور اس کا منہ والا حصہ میں نے (بطور تبرک رکھنے کے لئے) کاٹ لیا۔ مزید امام نووی کی تحریر کردہ درج ذیل عبارت بھی تحریف کی نذر کردی" وانما قطعتھا لتحفظ موضع فم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تتبرک بہ تصونہ عن الابتذال" حضرت ام ثابت نے وہ اس لئے کاٹا تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے لگنے والی جگہ کو محفوظ کرلیں اور اس سے برکت

حاصل کریں اور اسے عام استعمال سے بچائیں۔

وہابی نجدی فکر کے امین ڈاکٹر صالح بن فوزان عبداللہ الفوزان نے کتاب التوحید میں درج ذیل عبارت لکھی ''ونھی سبحانہ وتعالیٰ ان یدعی الرسول باسمہ کمایدعیٰ سائر الناس فیقال یا محمد انما یدعی بالرسالۃ و النبوۃ فیقال یارسول اللہ یا نبی اللہ'' مندرجہ بالا عبارت کا ترجمہ جماعۃ الدعوۃ کے ادارہ دارالاندلس نے حافظ سعید کی سرپرستی میں یوں کیا۔ ترجمہ پڑھیئے اور خیانت وبدعنوانی کی داد دیجئے ''نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی شخص نہ پکارے جیسا کہ عام لوگ پکارے جاتے ہیں۔ لہٰذا اے محمد! نہیں کہا جائے گا۔'' جبکہ درست ترجمہ یوں ہے ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام کے ساتھ پکارا جائے جیسا کہ عام لوگوں کو پکارا جاتا ہے۔ پس یہ نہیں کہا جائے گا یا محمد، اس کے علاوہ نہیں۔ آپ کو رسالت اور نبوت کے وصف سے پکارا جائے گا، پس کہا جائے گا یارسول اللہ، یا نبی اللہ۔''

تفسیر احسن البیان پاکستان میں دارالسلام نے چھاپی تو اس کے صفحہ 2 پر اور 1998 میں چھاپی تو اس کے صفحہ 56 پر بخاری ومسلم سے صحابی کے بچھو کے ڈسے ہوئے کو دم کرنے والی حدیث موجود تھی۔ مگر جب یہی احسن البیان شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس سے حکومت سعودی عرب کے زیرِ اہتمام چھاپی گئی تو توحید کے نام پر بخاری ومسلم کی حدیث کو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے نکال دیا گیا۔ اگر عقیدہ اور حدیث آپس میں ٹکرائیں تو حدیث نہیں بلکہ عقیدہ بدلنا چاہئے۔ مگر اہل حدیث حضرات کا طریقہ بھی کچھ یوں ہے:۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس درجہ بے توفیق ہوئے سفیہانِ نجد

وہابیوں کے نام نہاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایک کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' کے نام سے لکھی جس میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل کو بدعت اور ان کو بدعتی قرار دیا۔ اس کتاب کے صفحہ 304 پر حدیث اعمیٰ کے الفاظ ''اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' نقل کئے۔ مگر وہابیوں کو کب یہ گوارا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ہو، اسی لئے وہابیہ کے عالمی اشاعتی ادارہ دارالسلام نے جب اس کتاب کا ترجمہ وتلخیص چھاپی جس کا نام ''فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراطِ مستقیم کے تقاضے'' رکھا تو یہ حدیث مبارک اس سے نکال دی۔

''جلاء الافہام'' امام الوہابیہ ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم کی مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب میں ابن قیم نے درود وسلام پڑھنے کے 41 اہم مقامات بیان کئے ہیں۔ یہی کتاب دارالسلام نے جب ستمبر 2000ء میں چھاپی تو اردو ترجمہ اور خوبصورت طباعت کی آڑ میں 41 مقامات کو 40 مقامات میں تبدیل کر دیا اور صرف چودھواں مقام نکال کر دلوں میں بغضِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ چودھویں مقام کا عنوان ہے ''المواطن الرابع عشر من مواطن الصلوٰۃ علیہ عند الوقوف علی قبرہ'' درود شریف پڑھنے کا چودھواں مقام قبرِ انور کی زیارت ہے۔ اس کے تحت مندرجہ ذیل تین روایات موجود ہیں۔ جن میں قبر انور پر آ کر درود شریف پڑھنا اور دعا مانگنا ثابت ہے۔ مندرجہ بالا تینوں روایات کو دارالسلام کے مترجم مطبوعہ نسخہ سے نکالنا حدیث پر ظلم عظیم ہے۔۔۔۔'' (ماہنامہ اہلسنت، گجرات، صفحہ 14۔۔۔دسمبر 2011، جنوری 2012ء)

اسی طرح اور بھی کئی ماہنامہ رسائل میں علمائے اہل سنت نے دیوبندی اور

وہابیوں کی تحریفات کا ذکر کیا ہے، جسے طوالت کے سبب یہاں ذکر نہیں کیا۔ کم از کم اتنے حوالوں ہی سے وہابیوں کا اہل تحریف ہونا واضح ہے۔ اس لئے سنّیوں کو چاہئے کہ ہرگز وہابیوں کی کتب حدیث نہ خریدیں نہ پڑھیں خصوصاً جن احادیث کا وہابیوں نے ترجمہ کیا ہے یا اس کی تشریح کی ہے۔ میں نے وہابی مولوی وحید الزماں کا ترجمہ پڑھا جو انہوں نے امام نووی کی شرح مسلم کا کیا ہوا تھا۔ ترجمہ میں اتنی زیادہ تحریفات تھیں کہ ایسا لگتا تھا کہ امام نووی کٹر وہابی ہے۔ ہرگز وہابیوں کے اہل حدیث ہونے کے فریب میں نہ آئیں یہ اہل حدیث نہیں اہل تحریف ہیں۔ ان کا اہل حدیث ہونے کا دعوی ایک میٹھا شہد ہے اور وہابیت زہر ہے۔ یہ شہد دکھا کہ زہر کھلاتے ہیں۔ انہی لوگوں سے اپنا ایمان بچانے کی ترغیب اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار میں دیتے ہیں:۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
شہد دکھائے، زہر پلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش
اس مُردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

فصل چہارم: فقہ میں تحریف

جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ دیوبندی عقیدہ کے اعتبار سے وہابی ہی ہیں، البتہ خود کو حنفی کہتے ہیں۔ جب کتب احناف یا وہ کتب جو دیوبندی اور اہل سنت حنفی بریلویوں میں معتبر ہیں، ان کتب میں اگر کوئی ایسی بات آجائے جس سے دیوبندی عقیدے کا بطلان ہوتا ہو تو

دیوبندی وہاں دو طریقے اپناتے ہیں، ایک یہ کہ اس کی باطل تاویل کر کے جان چھڑاتے ہیں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔ مثلاً اذان میں انگوٹھے چومنے کے مستحب ہونے کی وضاحت کتب احناف خصوصاً فتاوی شامی میں ہے لیکن دیوبندی اسے مستحب تو کیا الٹا بدعت ٹھہراتے ہیں۔ ایک دیوبندی سے جب میں نے اس مسئلہ کا ذکر کیا تو اس نے آگے سے یہ کہا کہ اگر یہ مسئلہ صحیح ہوتا تو امام ابوحنیفہ سے ثابت ہوتا۔ ان دیوبندیوں سے پوچھا جائے کہ کتب فقہ میں جتنے بھی مسائل ہیں کیا وہ سارے کے سارے امام ابوحنیفہ سے ثابت ہیں؟ دوسرا آسان طریقہ دیوبندیوں کا یہ ہے کہ وہ جزئیہ ہی کتاب سے نکال دیا جائے جو ان کے عمل کے خلاف ہو۔

اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنے والی دلیل کو نکال دینا

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے القول البدیع میں لکھا ہے کہ بعد از اذان صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی باقاعدگی سے ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ہوئی، اس سے پہلے حاکم بن عزیز قتل ہوا تو اس کی بہن نے چھ دن بعد حکم دیا کہ لوگ اس کے لڑکے ظاہر پر سلام کیا کریں۔ اس کے بعد بھی خلفاء پر اسی طرح (اذان کے بعد) سلام پڑھا جانے لگا، یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین نے اپنے زمانہ حکومت میں اس غلط رسم کو مٹا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بعد اذان پڑھنے کا حکم دیا جس کی اسے جزاء خیر نصیب ہو۔۔۔ "والصواب انه بدعة حسنة يوجر فاعله بحسن نيته" (اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور ایسا کرنے والے کو نیک نیتی کا اجر ملے گا۔)

(القول البدیع، صفحہ 196، ناشر دار الریان للتراث، قاہرہ)

دیوبندی مترجم مولانا معظم الحق نے القول البدیع کا ترجمہ کرتے وقت لفظ حسنہ کا

ترجمہ کیا ہی نہیں بلکہ فقط بدعت لکھ دیا اور اگلی عبارت " یوجر فاعلہ بحسن نیتہ " (ایسا کرنے والے کو نیک نیتی کا اجر ملے گا۔) کا ترجمہ ہی گول کر دیا۔

(القول البدیع، صفحہ 187، ناشرادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

اس تحریف کی وجہ یہ تھی کہ دیوبندی وہابیوں کی طرح بدعت حسنہ کے قائل نہیں ہیں۔ یہاں اذان کے بعد درود وسلام کو پڑھنا بدعت حسنہ کہا گیا ہے جب اذان کے بعد درود پڑھنا بدعت حسنہ ہے تو ظاہری بات ہے پہلے پڑھنا بھی بدعت حسنہ ہوگا جو کہ دیوبندی وہابیوں کے نزدیک ناجائز وحرام ہے۔ اس لئے دیوبندی نے اس پوری عبارت ہی کو غائب کرنے میں آسانی سمجھی۔

رشید احمد گنگوہی کے فتوئی میں تحریف

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتا ہے: ”جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔“

(فتاوٰی رشیدیہ، صفحہ 134، مطبع فرید بک ڈپو، دہلی)

دیوبندی علماء اس بات کو سمجھانے میں ناکام تھے کہ کس طرح کوئی شخص صحابہ کرام کی توہین کر کے بھی اہل سنت و جماعت میں شامل رہ سکتا ہے۔ اپنے مولوی کی اس غلطی کو درست کرنے کا ان لوگوں نے ایک نایاب طریقہ ایجاد کیا اور وہ یہ تھا کہ فتاوٰی رشیدیہ کی نئی اشاعت میں اس عبارت کو بدل ڈالا۔ فتاوٰی رشدیہ متعدد حالیہ نسخوں میں یہ عبارت اب یوں پائی جاتی ہے: ”جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہِ کبیر کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔“

(فتاوٰی رشیدیہ، صفحہ 128، ادارہ اسلامیات، لاہور)

تبلیغی جماعت کی کتاب فضائل اعمال میں تحریف

دیوبندی تبلیغی جماعت کے معروف مولوی زکریا کاندھلوی نے اپنی کتاب ”فضائل اعمال“ کے باب فضائل نماز کے آخر میں لکھا: ”لیکن نماز کا معظم ذکر قراءت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسے ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے۔“

(فضائل اعمال، باب فضائل نماز، صفحہ 102، مطبوعہ، لاہور)

بعض اوقات خیالات منتشر ہونے کے سبب انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا قراءت کر رہا ہے، لیکن اس حالت میں بھی پڑھی جانے والی قراءت کو قرآن ہی کہا جائے گا اور نماز ہو جائے گی۔ دیوبندی مولوی نے یہ مسئلہ نہ صرف غلط لکھا بلکہ بہت سخت بات کہہ دی۔ بعد میں اس عبارت کے متعلق بڑے لطیفے ہوئے کہ سنیوں نے اس عبارت کو زکریا کاندھلوی کا حوالہ دیئے بغیر سوال کی صورت میں دیوبندی مفتیوں کے پاس بھیجا، کسی مفتی نے اس عبارت کو ناجائز وحرام ٹھہرا کر ایسا کہنے والے پر اعلانیہ توبہ کا فتویٰ دیا اور کسی نے کفر کا حکم لگا دیا۔ بعد میں جب دیوبندی مولویوں کو پتہ چلا کہ یہ تو اپنے ہی مولوی کا کارنامہ ہے تو انہوں نے اپنے اسلاف کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس عبارت میں بھی تحریف کر دی۔ اب تحریفی عبارت لفظ بکواس کے بغیر کچھ یوں ہے: ”لیکن نماز کا معظم ذکر قراءت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہو تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسے ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے۔“

(فضائل اعمال، باب فضائل نماز، صفحہ 383، کتب خانہ فیضی، لاہور)

دیوبندی اور تبلیغی مصنف کی اس غلطی کو تو انہوں نے چھپا لیا، لیکن اس جہالت کو چھپانے میں جو جہالت کی وہ ملاحظہ ہو کہ لفظ بکواس تو کاٹ دیا مگر الفاظ ”ہوتی ہے“

رہنے دیئے، حالانکہ لفظ ہذیان مذکر ہے، اس کے بعد ''ہوتا ہے'' آنا چاہیے تھا۔

اتنی عقل ہوتی تو وہابی نہ ہوتے

وہابیوں کا غنیۃ الطالبین میں بیس رکعتوں کی جگہ آٹھ رکعت لکھ دینا

غنیۃ الطالبین کے تمام قلمی مخطوطوں اور شائع شدہ نسخوں میں نماز تراویح کے لئے بیس رکعت کی صراحت ملتی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (583 ہجری) تحریر فرماتے ہیں: ''اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے، پس وہ پانچ ترویحہ ہیں۔ ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں۔''

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 396، قادری کتب خانہ، لاہور)

لیکن پاکستان کے نام نہاد توحید پرست غیر مقلد وہابی فرقے نے جب غنیۃ الطالبین کا نسخہ اپنے مکتبہ سے شائع کیا تو اس میں نماز تراویح کے متعلق عبارت کو تحریف کرکے یوں شائع کیا ہے: ''اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے۔'' (غنیۃ الطالبین، صفحہ 591، مکتبہ سعودیہ، پاکستان)

یعنی بیس کی جگہ تراویح آٹھ کردیں، ایسا کرنے کی دو وجوہات تھیں ایک یہ کہ وہابی مسلک کو صحیح ثابت کیا جائے کہ تراویح بیس نہیں بلکہ آٹھ ہیں اور دوسرا یہ کہ اہل سنت کو کہا جائے کہ غوث پاک عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جسے تم اپنا پیر کہتے ہو وہ تو خود وہابی تھے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے کردار پر پردہ

علامہ عثمان بن عبداللہ بن جامع حنبلی ایک مشہور عالم ہیں، انہوں نے حنبلی فقہ پر

ایک ضخیم کتاب "الفوائد المنتخبات فی شرح اخصر المختصرات" تصنیف کی۔

علامہ عثمان جامع نے اپنی کتاب میں ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق "طاغیۃ العارض" (ظلم وستم کرنے کا شائق) لکھا ہے۔ حال ہی میں اس کتاب کا مخطوطہ کویت کے فقہیہ کتب خانے سے دستیاب ہوا۔ اس کتاب کے دو نسخے شائع ہوئے ہیں، پہلا نسخہ مکتبۃ الرشد، ریاض نے 2003ء میں شائع کیا اور دوسرا نسخہ بیروت کے مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت نے شائع کیا۔ بیروت کے مؤسسۃ الرسالۃ کے شائع کردہ نسخے میں اس عبارت کو حذف کرکے اس کی جگہ ۔۔۔۔ نقطوں میں تبدیل کردی گئی۔ چونکہ یہ عبارت ابن عبدالوہاب نجدی کے برے کردار کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے وہابی ناشر نے کتاب کی اشاعت کے وقت اس کو حذف کردیا۔ (الفوائد المنتخبات، صفحہ 207، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

قبر پر اذان دینے کے متعلق وہابی تحریف

تحریفاتی میدان کے عظیم کھلاڑی وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر نے اہل سنت حنفی بریلویوں کے خلاف کتاب ''البریلویہ'' لکھی جس کا تفصیلی جواب فقیر نے دیا ہے اس میں ظہیر صاحب نے لکھا: ''بریلوی حضرات کتاب وسنت اور خود فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہوئے بہت سی ایسی بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا سلف صالحین سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ان میں سے ایک قبر پر اذان دینا بھی ہے۔ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''قبر پر اذان دینا مستحب ہے، اس سے میت کو نفع ہوتا ہے۔'' نیز: ''قبر پر اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور برکات نازل ہوتی ہیں۔'' حالانکہ فقہ حنفی میں واضح طور پر اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قبر پر اذان وغیرہ دینا یا دوسری بدعات کا ارتکاب کرنا درست نہیں۔ سنت سے فقط اتنا ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت البقیع تشریف

لے جاتے تو فرماتے ((السلام علیکم دار قوم مومنین۔الخ)) اس کے علاوہ کچھ
ثابت نہیں، ان بدعات سے اجتناب کرنا چاہیے۔"

(بریلویت، صفحہ 189، ترجمان السنة، لاہور)

یہاں قبر پر اذان دینے کو ناجائز وفقہ حنفی کے خلاف ثابت کرتے ہوئے علامہ
ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ تحریف کے ساتھ پیش کیا ہے۔ امام ابن ہمام نے ہرگز قبر پر
اذان دینے کو ناجائز نہیں کہا۔ پورا حوالہ یوں ہے "ویکرہ النوم عند القبر وقضاء
الحاجة، بل أولى وكل ما لم يعهد في السنة، والمعهود منها ليس إلا زيارتها
والدعاء عندها قائما كما كان يفعل صلى الله عليه وسلم في الخروج إلى
البقيع ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون،
أسأل الله لي ولكم العافية واختلف في إجلاس القارئين ليقرءوا عند القبر
والمختار عدم الكراهة" ترجمہ: قبر کے پاس سونا اور قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ
بہتر یہی ہے کہ صرف وہ عمل کیا جائے جو سنت سے ثابت ہے۔ سنت یہی ہے کہ قبر کی
زیارت کی جائے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم جنت البقیع میں جا کر یہ دعا مانگا کرتے تھے "السلام علیکم دار قوم مؤمنین،
وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، أسأل الله لي ولكم العافية" اس بات میں اختلاف
ہے کہ قاریوں کا قبر کے پاس قراءت کے لئے بٹھانا کیسا ہے اور مختار یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز
ہے۔ (فتح القدير، كتاب الصلوٰة، باب الشهيد، جلد2، صفحہ 142، دار الفكر، بيروت)

اس پوری عبارت میں کہاں قبر پر اذان کو ناجائز کہا گیا ہے؟ یہاں تو زیارت قبور
کا سنت طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب زیارت قبور کے لئے آیا جائے تو دعا کے علاوہ وہاں

سونا اور قضائے حاجت کرنا درست نہیں۔ قبر پر اذان دفنانے کے وقت دی جاتی ہے،
زیارت قبور کے وقت نہیں۔ پھر امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں فرمایا جو فعل سنت کے
خلاف ہو گا وہ ناجائز و حرام ہی ہو گا۔ بلکہ فرمایا بہتر یہی ہے کہ وہ کام کیا جائے جو سنت کے
موافق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب قاریوں کا قبر پر تلاوت کے لئے بٹھانے کا تذکرہ کیا تو
سنت نہ ہونے کے باوجود فرمایا کہ یہ جائز ہے۔

فتاوٰی رضویہ کے حوالے سے تحریف

اسی بریلویہ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کو غلط فتوے دینے والا اور بات
بات پر کفر کے فتوے لگانے والا ثابت کرتے ہوئے تحریفی کلام یوں پیش کیا گیا: "جناب
بریلوی کا ارشاد ہے: "جس نے ترکی ٹوپی جلائی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔"

(بریلویت، صفحہ 234، ترجمان السنة، لاہور)

اصل عبارت یوں تھی: "ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییع مال ہوتا کہ حرام ہے اور
گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر، اشد
حرام ہے۔ مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعارِ اسلام جان کر پہنتے تھے اب انہیں جلا دیا اور ان
کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ انہوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا
مترجم بنا قبول کیا ﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ 150، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت میں کہاں لکھا ہے کہ ترکی ٹوپی جلانے سے بندہ دائرہ اسلام سے
خارج ہو جاتا ہے۔ یہاں واضح انداز میں بتایا گیا کہ اگر ترکی ٹوپی پہننا مسلمانوں کی نشانی
ہے کہ فقط مسلمان ہی پہنتے ہیں، اسے جلا کر گاندھی مشرک کی مشابہت میں گاندھی ٹوپی پہنی

تو یہ نشان اسلام سے (نہ کہ دائرہ اسلام سے) عدول ہے۔ بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اگر یہاں احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویہ'' کی مزید تحریفات کا ذکر کیا جائے تو کئی صفحے بڑھ جائیں۔

فصل پنجم: عقائد میں تحریف

کسی بھی فرقے کی جانچ کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جاتا ہے اس فرقے کے عقائد صحابہ کرام، تابعین، بزرگانِ دین کے عقائد کے موافق ہیں یا نہیں؟ اہل سنت وجماعت الحمدللہ عزوجل! صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک بزرگان دین کے نقش قدم پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام و بزرگان دین کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ رب تعالیٰ کی عطا سے مدد کرتے ہیں، اسلاف سے ثابت ہے اور وہابیوں کے نزدیک یہ شرک ہے۔ بزرگان دین کے مزارات پر جانا، ان کے توسل سے دعا مانگنا، ان کے نام کی نذر و نیاز کرنا، میلاد شریف منانا وغیرہ اسلاف سے ثابت ہے لیکن وہابیوں کے ہاں یہ شرک و بدعت ہے۔ وہابیوں نے اس طرح کے افعال کو شرک و بدعت تو کہہ دیا، اب ان حوالوں کا کیا کریں جو پچھلے بزرگوں سے ثابت ہیں بلکہ ان سب کا ثبوت تو وہابیوں کے اپنے بڑے مولویوں سے ثابت ہے۔ ان کا آسان حل وہابیوں نے یہ نکالا کہ نئے چھاپوں میں ایسی عبارات ہی نکال دی جائیں۔

تقویۃ الایمان کی عبارت میں تحریف

وہابی پیشوا اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں کہتا ہے ''البتہ اگر یوں کہے کہ یا اللہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے لئے کچھ دے تو ایسا کہنا جائز ہے۔'' جبکہ سعودی

وزارت اوقاف اور دارالسلام لاہور، ریاض دونوں نے اپنی اپنی تقویۃ الایمان سے مندرجہ بالا عبارت نکال کر، اپنے پیشوا کو مشرک ہونے سے بچالیا۔ دیکھئے صفحہ 107 اور 92۔

اسماعیل دہلوی ہی کی تقویۃ الایمان میں عبارت درج ذیل الفاظ میں تھی: ''لوگوں میں ختم مشہور تھے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ'' یعنی اے شیخ عبدالقادر کچھ دو تم اللہ کے لئے۔ یہ لفظ نہ کہنا چاہئے۔''

سعودی عرب وزارتِ اوقاف اور دارالسلام ریاض، لاہور نے اس عبارت کو تبدیل کر کے یوں کر دیا ہے کہ لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے، جس میں یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ'' یعنی اے شیخ عبدالقادر اللہ کے واسطے ہماری مراد پوری کرو یہ شرک ہے اور کھلا شرک۔'' نہ کہنے کے حکم کو شرک اور کھلے شرک میں تبدیل کر دیا۔

(ماہنامہ اہلسنت، گجرات، صفحہ 21، دسمبر 2011، جنوری 2012ء)

حضور کے علم کے متعلق موجود مدارج النبوۃ کی عبارت غائب

مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''وھو بکل شیء علیم'' کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شیونات ذات الٰہی واحکام صفات حق کے جاننے والے ہیں اور آپ نے جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ فرمایا ہے۔

(مدارج النبوۃ (فارسی)، جلد1، صفحہ 3، ناشر نولکشور، دہلی 1280ء)

اس عبارت میں حضور علیہ السلام کا وسیع علم واضح ہو رہا تھا جبکہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں!! اسلئے دیوبندی ناشر نے مدارج النبوۃ کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہے، اس میں مذکورہ بالا عبارت نکال دی۔

(مدارج النبوۃ (مترجم سعید الرحمن علوی)، جلد1، صفحہ 2,3، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

حضور کے نور ہونے پر مدارج النبوۃ کی عبارت نکال دینا

مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اول ما خلق اللہ نوری" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کی تخلیق کی۔

(مدارج النبوۃ (فارسی)، جلد1، صفحہ 2، ناشر نولکشور، دہلی، 1280ھ)

اس عبارت میں حضور علیہ السلام کا نور ہونا واضح ہو رہا تھا جو وہابیوں اور دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ شرک ہے اس لئے دیوبندی مترجم نے اس عبارت کو بھی نکال دیا۔(مدارج النبوۃ (مترجمہ سعید الرحمن علوی)، جلد1، صفحہ 11، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

میلاد شریف کے ثبوت پر موجود شیخ عبدالحق کے کلام میں تحریف

ابولہب نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری پر اپنی لونڈی ثویبہ آزاد کی جس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کے سبب شب ولادت میلاد شریف منانے والوں کی تحسین فرمائی۔

(مدارج النبوۃ (فارسی)، جلد2، صفحہ 26، ناشر نولکشور، دہلی، 1280ھ)

جبکہ دیوبندی وہابیوں کے نزدیک میلاد منانا ناجائز وحرام، عیسائیوں کے کرسمس ڈے منانے اور کشن کنہیا کا دن منانے کی طرح ہے اس لئے دیوبندی مترجم سعید الرحمٰن علوی نے مدارج النبوۃ کا ترجمہ کرتے وقت اس عبارت کو بھی نکال دیا۔

(مدارج النبوۃ (مترجمہ سعید الرحمن علوی)، جلد2، صفحہ 35، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

میلاد منانے پر حضور کے خوش ہونے والی عبارت ختم

ایک کتاب ''اِنسان العیون'' اسلاف میں سے ایک بزرگ علی بن ابراہیم (المتوفی 1044ھ) نے لکھی جس میں میلاد شریف کی فضیلت میں بہت اچھا کلام کیا اور

اسے بدعت حسنہ قرار دیا چنانچہ فرماتے ہیں "وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك أي بدعة حسنة" ترجمہ: میلاد منانا اور لوگوں کو جمع کرنا بدعت حسنہ ہے۔

(السيرة الحلبية إنسان العيون، جلد1، صفحہ 123، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس میں ایک روایت تھی جسے اعلیٰ حضرت نے یوں لکھا ہے: ''انسان العیون میں ہے: بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی یارسول اللہ! یہ جو لوگ ولادت حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا "مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِہٖ" جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ 754، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

1427ھ میں دار الکتب العلمیۃ، بیروت نے انسان العیون چھاپی جس میں یہ عبارت نہیں ہے۔

حضور کے سایہ نہ ہونے والی عبارت کو الٹ کر دینا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کے وقت ہوتا نہ چاند کے وقت۔ حکیم ترمذی نے ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوادر الاصول میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔

(مدارج النبوۃ (فارسی)، جلد1، صفحہ 26، ناشر نولکشور، دہلی، 1280ھ)

یہاں واضح الفاظ میں کہا جارہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا سایہ نہ تھا جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ وہابیوں کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس عبارت کا ترجمہ دیوبندی مترجم نے بالکل الٹ کر دیا ''صحیح بات یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا سایہ مبارک تھا۔''

(مدارج النبوۃ (مترجمہ سعید الرحمن علوی)، جلد2، صفحہ 35، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

مدارج النبوۃ کی طرف باطل عقیدہ منسوب کرنا

مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "در بعض روایات آمده است که گفت آں حضرت صلی الله تعالی علیه وآله وسلم من بنده ام نمی دانم آں چه درپس ایں دیوارست، جوابش آنست که ایں سخن اصلی نه دارد، وروایت بداں صحیح نشده است" ترجمہ: کچھ لوگ یہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں مجھے معلوم نہیں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

(مدارج النبوۃ (فارسی)، جلد 1، صفحہ 26، ناشر نولکشور، دہلی، 1280ھ)

اس عبارت میں وضاحت کے ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی نفی فرمارہے ہیں کہ جو یہ کہے حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں وہ غلط کہہ رہا ہے۔ اس کے باوجود دیوبندیوں کے قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت میں تحریف کرتے ہوئے اوران پر بہتان باندھتے ہوئے لکھتے ہیں: "شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔"

(براہین قاطعہ، صفحہ 121,122، ناشر کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، یوپی)

حضور کی روح مبارک کا ہر گھر میں موجود ہونے والی عبارت میں تحریف

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "السلام علی النبی ورحمة الله و برکاته ای لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام" ترجمہ: (اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو تم کہو) السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

(شرح الشفاء، جلد 2، صفحہ 118، ناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یہ عبارت چونکہ دیوبندی وہابی عقیدے پر کاری ضرب ہے، اس لئے دیوبندیوں کے رئیس المحرفین مولوی سرفراز صفدر (گوجرانوالہ، پاکستان) اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: "السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس لئے (نہ) پڑھے کہ آپ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔"

(حضرت ملا علی القاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر، صفحہ 36، مکتبہ صفدریہ، گجرنوالہ، پاکستان)

دیکھیں کس طرح مذکورہ دیوبندی نے لفظ "نہ" لکھ کر ساری عبارت کا مفہوم الٹ کردیا۔ انہی مولوی صاحب نے اپنی دوسری کتاب تبرید النواظر میں یہی عبارت اپنی طرف سے خود بنا کر لکھ بھی دی " لا لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام " یہ خیال صحیح نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک مومنوں کے گھروں میں موجود ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ بعض نسخوں میں حرف لا چھوٹ گیا ہے۔

(تبرید النواظر، صفحہ 168، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

جبکہ کسی نسخے میں ایسا نہیں یہ دیوبندیوں کی اپنی تحریفات ہیں جو اسلاف کے عقائد کو زبردستی اپنے عقائد کے موافق کرنے کے لئے ہیں۔

حضور کے روضہ مبارک کی نیت سے سفر کرنے والے دلائل میں تحریفات

امام عثمان صابونی اپنی مشہور کتاب "العقیدۃ السلف اصحاب الحدیث" میں لکھتے ہیں: "میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی زیارت کی نیت سے کیا۔"

چونکہ یہ عبارت وہابی عقیدے سے متصادم ہے، کیونکہ وہابیوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی زیارت کے لئے سفر نا جائز ہے۔ اس لئے انہوں نے نئے مطبوعہ نسخوں میں اس عبارت میں تحریف کردی۔ ذیل میں ہم اس کتاب کے تین محرف نسخوں کا جائزہ لیں گے:۔

(الف) پہلے محرف نسخے میں یہ عبارت یوں کردی گئی ہے کہ: ”میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کی زیارت کی نیت سے کیا۔“

حاشیہ میں وہابی مدیر لکھتے ہیں: ”اصل عبارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی زیارت تھی لیکن یہ ایک غلطی تھی کیوں کہ سفر کی اجازت صرف تین مسجدوں کے لئے ہے۔“

(العقیدۃ السلف اصحاب الحدیث، صفحہ 6، دار السلفیہ، کویت، سن اشاعت 1397ھ)

وہابیوں کا یہی طرزِ عمل ہے کہ انہوں نے امام صابونی کو بطور شیخ الاسلام تو قبول کیا لیکن ان کی تحریر میں تبدیلی کردی کہ یہ ابن تیمیہ کے نظریے کے خلاف تھی، جس کے مطابق سفر صرف تین مسجدوں کا کیا جاسکتا ہے۔ یہ تحریف صرف ابن تیمیہ کے عقیدے سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے کی گئی۔

(ب) اس کے بعد ایک اور وہابی نسخہ شائع ہوا، جس میں اصل عبارت جوں کی توں رکھی گئی، لیکن حاشیے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی زیارت کے لئے سفر کرنے پر امام صابونی پر نکتہ چینی کی گئی۔

(العقیدۃ السلف اصحاب الحدیث، سن اشاعت 1404ھ، دار السلفیہ، کویت)

(ت) تیسرے مطبوعہ نسخے میں امام صابونی کی عبارت میں پوری طرح تحریف کر کے عبارت یوں کردی گئی: ”میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کی

زیارت کی نیت سے کیا۔“

(العقیدۃ السلف اصحاب الحدیث، محقق ابی خالد مجدی بن سعد، صفحہ 11، شائع کردہ، دار التوحید، کویت)

وہ دعا جو قبرِ رسول والی تھی اسے مسجدِ رسول کردیا

شیخ الاسلام فقیہ، محدث، حافظ الحدیث امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں ”فصل فی زیارۃ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأذکارھا“ ترجمہ: قبر رسول کی زیارت اور اس پر کئے جانے والے اذکار کے بیان میں فصل۔ پھر آگے امام نووی نے زیارت قبر مصطفیٰ کے وقت کی دعا بھی لکھی ”اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیَّ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِی فِی زِیَارَۃِ قَبْرِ نَبِیِّكَ صلی اللہ علیہ وسلم ما رَزَقْتَہٗ أَوْلِیَاءَكَ وأَھْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِی وَارْحَمْنِی یا خَیْرَ مَسْؤُوْل“

(الاذکار، صفحہ 264، دار التراث، بیروت)

دار الھدیٰ، ریاض نے 1409ھ میں جب امام نووی کی کتاب کا ترجمہ کیا تو اس وقت قبر رسول کی جگہ مسجد رسول لکھ دیا۔ اسی طرح جو دعا امام نووی نے زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکھی اس کی جگہ بھی لفظ مسجد لکھ دیا۔

درود میں موجود لفظ یا محمد کو غائب کردینا

امام شمس الدین سخاوی (902ھ) ایک مشہور محدث، فقیہ اور مؤرخ گزرے ہیں، درود شریف کے فضائل پر ان کی کتاب القول البدیع مشہور و معروف ہے۔ حال ہی میں دیوبندیوں نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے رسول دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب میں کئی جگہ تحریفات کردیں:۔

(الف) علامہ سخاوی ابوبکر بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے، ان کو دیکھ کر ابوبکر مجاہد کھڑے ہوگئے۔ ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور سارے علمائے بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دیوانے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا پھر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور کی خواب میں زیارت ہوئی کہ آپ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے، حضور کھڑے ہوگئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ آخر سورۃ (توبہ) تک پڑھتا ہے۔ اور اس کے بعد تین مرتبہ "صلی اللہ علیك یا محمد صلی اللہ علیه یا محمد صلی اللہ علیك یا محمد" پڑھتا ہے۔ (القول البدیع، صفحہ 178، ناشر دار الریان للتراث، قاہرہ)

دیوبندی مترجم مولانا معظم الحق نے اس روایت کے آخر میں درود شریف بصیغہ ندا (صلی اللہ علیك یا محمّد) حذف کردیا ہے، کیونکہ دیوبندی دھرم میں یہ عمل شرک ہے۔

(القول البدیع، صفحہ 87، ناشر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

(ب) ایک روایت القول البدیع کی یہ تھی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سن ہوگیا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، اس کا ذکر کریں۔ انہوں نے پکارا ''یا محمدؐ''! پس اسی وقت ان کا پاؤں ٹھیک ہوگیا۔

(القول البدیع، صفحہ 225، ناشر دار الریان للتراث، قاہرہ)

دیوبندی مترجم مولانا معظم الحق نے اس روایت کو بھی یعنی ندائے یارسول اللہ کو

حذف کردیا اور اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس سے بوقت ضرورت وحاجت صحابہ کرام کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا اور فریاد کرنا ثابت ہوتا ہے۔ جب کہ دیوبندی وہابی مذہب میں صحابہ کے اس عقیدے کو شرک ٹھہرایا گیا ہے۔

(القول البدیع، صفحہ 117، ناشر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

اشرف علی تھانوی کی کتاب میں تحریفات

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''حصن حصین کے تو خود خطبہ میں لکھا ہے اور قصیدہ بردہ کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ کو مرض فالج ہوگیا تھا، جب کوئی تدبیر مؤثر نہ ہوئی، یہ قصیدہ بقصد برکت تالیف کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے دستِ مبارک پھیر دیا اور فوراً شفا ہوگئی۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، صفحہ 2، ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز، دہلی)

اس عبارت میں حضور علیہ السلام کے بعدِ وفات بھی تصرفات ثابت ہو رہے تھے جن کے وہابی، دیوبندی منکر ہیں، اس لئے جدید دیوبندیوں نے اپنے امام کی اس عبارت کو نشر الطیب سے نکال دیا ہے۔ (نشر الطیب، ناشر دار الکتاب، دیوبند)

تھانوی کی اسی نشر الطیب میں باب 21 کے تحت حضور علیہ السلام کی شان میں ایک طویل قصیدے کی ابتدا میں یہ اشعار پائے جاتے تھے۔

دستگیری کیجئے میرے نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، صفحہ ایک 194، ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز، دہلی)

اس میں بھی چونکہ حضور علیہ السلام سے استغاثہ مانگنا ثابت ہے جو کہ دیوبندیوں کے نزدیک شرک ہے اس لئے جدید دیوبندیوں نے نشر الطیب سے یہ قصیدہ بھی نکال دیا

ہے۔

اولیاء کرام سے مدد مانگنے والی عبارت خذف

دیوبندی مولوی محمد سرفراز (گوجرانوالہ) کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کی تحریف وخیانت کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔ مولوی عبدالحمید سواتی نے رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور مولوی غلام خاں (راولپنڈی) کے استاد مولوی حسین علی (میانوالی) کی تالیف تحفہ ابراہیمیہ (فارسی) کا اردو ترجمہ فیوضاتِ حسینی کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس کے صفحہ 122 پر پہلی سطر میں ایک عبارت منقول ہے "واما استمداداز دوستانِ خدارو است" یعنی دوستانِ خدا سے مدد مانگنا جائز ہے۔

(تحفہ ابراہیمیہ مع فیوضاتِ حسینی، صفحہ 122، ادارہ نشرو اشاعت مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ)

یہ عبارت چونکہ اولیاء کرام سے مدد مانگنے پر صریح ہے۔ اس لئے عبدالحمید سواتی صاحب اس عبارت کا ترجمہ ہی ہضم کر گئے۔

رشید احمد گنگوہی کا نور والی حدیث کو تسلیم کرنا

دوسری مثال یہ ہے کہ تحفہ ابراہیمیہ کے صفحہ 59 پر ((اول ما خلق اللہ نوری)) (حضور علیہ السلام کا فرمان: سب سے پہلے اللہ عزوجل نے میرے نور کو پیدا کیا) کے متعلق لکھا ہے کہ "مولانا رشید احمد گنگوهی درفتاویٰ رشیدیه نوشته که شیخ عبدالحق نوشته که ایں راهیچ اصلے نیست" مولوی عبدالحمید اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتاوٰی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔"

مولوی حسین علی دیوبندی اور مولوی عبدالحمید دیوبندی کی فارسی اور اردو عبارت کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی کیا لکھتا ہے "در حدیث صحیح وارد شده که اول ماخلق الله نوری" صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔ (مدارج النبوت، جلد 2، صفحہ 2، مطبع نولکشور، دہلی)

رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے: "شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ((اول ما خلق الله نوری)) کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔"

(فتاوٰی رشیدیہ، صفحہ 178، فرید بک ڈپو، دہلی)

دیکھیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور رشید گنگوہی اس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور مولوی حسین علی اور عبدالحمید صاحب علی بدیانتی وخیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہیں۔

گستاخانہ عبارات میں تحریفات

وہابی دیوبندیوں کے غلط عقائد ان کے بڑے مولویوں کی کتب میں واضح ہیں اور ان مولویوں نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ آج بھی ان کی کتب میں موجود ہیں۔ موجودہ دیوبندی وہابی نئے نئے وہابیوں سے اپنے مولویوں کی ان گستاخیوں کو چھپاتے ہیں، بلکہ نئے ایڈیشن میں وہ غلط عبارتیں نکال رہے ہیں تاکہ نئے نئے لوگ ہم سے بدظن نہ ہوں۔

مشہور دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا: "انبیاء اپنی امت میں ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

(تحذیر الناس، صفحہ 8، مطبوعہ دارالکتاب، دیوبند)

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اور امتی کے درمیان کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ انبیاء علیہم السلام ہر عمل، وصف اور مرتبے میں امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ دیوبندی جب اپنے امام کی غلط بات کی تاویل کرنے سے عاجز آگئے تو انہوں نے آسان حل یہ نکالا کہ عبارت ہی میں تحریف کردی۔ اب نئے نسخے میں یہ عبارت یوں ملتی ہے: ''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

(تحذیر الناس، صفحہ 8، فیصل ببلی کیشنز، دیوبند)

یعنی اصل غلط عبارت یہ تھی کہ ''علوم میں ممتاز ہوتے ہیں'' اسے نکال دیا گیا۔

وہابی مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا: ''(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یعنی میں ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔''

(تقویۃ الایمان، صفحہ 81، ناشر بیت القرآن، لاہور)

چونکہ اس عبارت سے اسماعیل دہلوی کی بدعقیدگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا واضح تھا۔ تقویۃ الایمان کے نئے نسخے میں اس کی تحریف یوں کی گئی: ''یعنی ایک نہ ایک دن میں بھی فوت ہوکر آغوشِ لحد میں جاسوؤں گا۔''

(تقویۃ الایمان، صفحہ 78، ناشر دار الکتاب، دیوبند)

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں اللہ عزوجل کے لئے لفظ صاحب کا استعمال کیا تھا، جو کہ ادب کے منافی ہے، اسلئے دار المعارف، ممبئی والوں نے تقویۃ الایمان کے نسخوں میں لفظ صاحب ہٹا کر تعالیٰ لکھ دیا ہے۔

بزرگوں کی عربی کتب کا ترجمہ کرتے وقت تحریفات

پتہ چلا کہ وہابی، دیوبندی جہاں دیگر علماء کرام کی کتب میں تحریفات کرتے ہیں

وہیں اپنے مذہب کے مولویوں کی ان عبارتوں میں تحریفات کرتے ہیں جو ان کے عقائد کے خلاف ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی حدیث، تفسیر، کسی بھی بزرگ کی کتاب کا ترجمہ اگر کسی وہابی، دیوبندی نے کیا ہو، ہرگز اسے نہ پڑھیں کہ یہ اس میں تحریفات کردیتے ہیں۔ اپنے عقیدے کے خلاف بات کا ترجمہ نہیں کرتے اور اپنے عقیدے کے حق میں الفاظ ڈال دیتے ہیں۔ اس کی ایک جھلک آپ نے اوپر دیکھ لی ہے مزید ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ ''العاقب'' میں ابوالحسن محمد خرم رضا قادری صاحب نے ایک موضوع ''مکتبہ دارالسلام کا طریق تلبیس یا تحقیق ؟؟؟'' میں لکھا ہے: ''غیر مقلدین کے عالمی اشاعتی ادارے دارالسلام (دارالنقصان) نے عرب کے ایک مشہور عالم ابراہیم عبداللہ حازمی کی کتاب ''الرسول کانک تراہ'' کا ترجمہ آئینہ جمال نبوت کے نام سے 1996ء میں شائع کیا۔ جس کا ترجمہ حافظ عبدالستار حماد غیر مقلد وہابی اور نظر ثانی کا کام حافظ مسعود عالم غیر مقلد وہابی نے کیا ہے۔ 1996ء کے ایڈیشن میں بدعنوانی اور خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اصل کتاب کے متن کے بالکل الٹ ترجمہ کیا گیا مثلاً مصنف ابراہیم بن عبداللہ حازمی نے اصل کتاب میں عبارت یوں لکھی "الی البشیر النذیر الی السراج المنیر الی المهداة رحمة للعالمین الیك یا سیدی یا رسول الله علیك صلوٰة الله و رحمته و برکاته و سلام علیك فی حیاتك البرزخیه ---و کشفت الغمة" اس کا ترجمہ: مولوی عبدالستار حماد وہابی آف میاں چنوں نے یوں کیا ''انتساب۔ میں اپنی اس ناچیز کاوش کو جنت کی بشارت دینے والے، بُرے انجام سے خبردار کرنے والے، راہ ہدایت دکھانے والے، جملہ اہل جہان کے لئے باعث رحمت، اللہ کے فرستادہ روشن چراغ حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام معنون کرتا ہوں۔ اے اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار رحمتیں برکتیں نازل فرما اور ہماری طرف سے لاتعداد درود وسلام ہوں۔ میں صدقِ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے انتہائی اخلاص سے کفر وشرک کی تاریکیوں کا پردہ چاک کیا۔"

معزز قارئین آپ ملاحظہ کریں کہ ترجمہ میں کس قدر بغض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ مصنف کے الفاظ کے بالکل الٹ ترجمہ کیا ہے۔ مصنف نے تو لکھا ہے "انتساب۔ سراپا ہدایت، تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت، اے میرے سردار! اے اللہ کے رسول، آپ پر اللہ کے درود ہوں اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اور آپ پر سلام ہو آپ کی برزخی زندگی میں۔" (صفحہ 3، مطبوعہ دار الشریف، الریاض)

مصنف خطاب کے صیغوں کے ساتھ دو مرتبہ "یا" اور چار مرتبہ "ک" خطاب کی ضمیر لکھ رہے ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے جبکہ مترجم عبد الستار حماد وہابی نے عبد المالک مجاہد کی سرپرستی میں جو ترجمہ کیا ہے وہ یوں ہے کہ جیسے مصنف ابراہیم بن عبد اللہ حازمی نے "اللھم صل علی" لکھا ہو اور کسی جگہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب نہ کیا اور "یا" استعمال نہ کیا ہو۔ کیونکہ وہابی مذہب میں رسول اللہ کے نام کے ساتھ "یا" لکھنا بدعت وحرام ہے۔ اس لئے اس "یا" کو کھانے والی نجدی دیمک نے عبارت میں موجود دو مرتبہ "یا" اور چار مرتبہ خطاب کے "ک" کا ترجمہ ہڑپ کر لیا تا کہ وہابیوں کے بغض رسول والے جذبات کی تسکین کا سامان مہیا ہو۔ اس روئے زمین پر ہے کوئی وہابی جو اس خیانت وتحریف اور کتر وبیونت کا جواب دے۔۔۔

1996ء کے بعد جب دار السلام نے اپریل 2004ء میں دوبارہ اس کتاب کو

چھاپا تو ابراہیم بن عبد اللہ حازمی کے مقدمہ میں لکھے گئے درج ذیل اشعار کے ترجمہ کو بھی نکال دیا۔

يا خير من دفنت فی التراب اعظمه

فطاب من طيبهن القاع والا كم

نفسی الفداء القبر انت ساكنه

فيه العفاف وفيه الطيب والكرم

(الرسول کانك تراہ، صفحہ 6، مطبوعہ دار الشریف، الریاض)

عبد الستار حماد نے جو ترجمہ 1996ء کے ایڈیشن میں کیا وہ درج ذیل ہے "ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے اے وہ عظیم ہستی اور بہترین شخصیت جس کی عطر بیزی اور مشک ریزی سے صحرا و میدان مہک اٹھے ہیں۔ میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محو استراحت ہیں، جس میں سراپا عفت وعصمت، مجسمہ مشک وعنبر اور پیکر جود وسخا ہے۔" (آئینہ جمال نبوت، صفحہ 17، مطبوعہ دار السلام، 1996ء)

2004ء والے یعنی موجودہ ایڈیشن سے یہ اشعار کا ترجمہ نکال کر وہابی جذبات کو تسکین پہنچائی گئی۔۔۔ (ایک جگہ) مصنف ابراہیم بن عبد اللہ حازمی کے الفاظ "كان رسول الله عليه وآله وسلم سهل الخدين" کا ترجمہ (یوں کیا ہے) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے۔" مگر مترجم عبد الستار حماد نے اپنی طرف سے حدیث مبارک کے ترجمہ میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا "البتہ نیچے کو ذرا سا گوشت ڈھلکا ہوا تھا۔" (آئینہ جمال نبوت، حدیث 64، صفحہ 40، ایڈیشن 1994ء)

مصنف لکھتا ہے "اللھم ارزقنا محبتك و محبة رسولك صلى الله عليه

وسلم"1996 کے ایڈیشن میں ترجمہ یوں تھا''اے ہمارے پرودگار! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عطا فرما۔''(2004ء ایڈیشن کی) تحقیق و تخریج والی نجدی واہلحدیثی کاروائی سے اس کو یوں بدل دیا گیا''اے ہمارے پرودگار! ہمیں حقیقی محبت عطا فرما۔'' (ماہنامہ العاقب، صفحہ38، جمادی الاول 1432ھ، اپریل 2011ء)

وہابیوں کا اعلیٰ حضرت کے کلام میں تحریفات کرنا

وہابی دیوبندیوں نے اسلاف کی کتابوں میں ہیرا پھیری کر کے اپنے عقیدے کا بطلان چھپالیا، اپنے مولویوں کی غلطیوں پر بھی پردہ ڈال لیا۔اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا کیا کریں جنہوں نے ان کا خانہ خراب کر چھوڑا تھا، ان کے باطل عقائد کا ایسا رد کیا تھا کہ آج تک کوئی وہابی مائی کا لال اس کا جواب نہیں دے سکا۔اس کا ایک آسان حل انہوں نے یہ سوچا کہ اپنی گندگی کو چھپائیں اور الٹا اعلیٰ حضرت کو گندہ کرنے کی کوشش کریں۔اب یہ تو طے ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت کو باطل ثابت کرنا ہے، اب ان کیلئے یہ ایک اور سیاپہ تھا کہ کرنا کس طرح ہے؟ چونکہ ان کی کتب میں تو نہ رب تعالیٰ کی شان میں بے ادبیاں ہیں، نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں۔اس کا بھی حل وہابیوں نے یہ نکالا کہ دھکے سے ان کے کلام کو غلط ثابت کرو چنانچہ انہوں نے چند بے تکے اعتراض کئے جو پیش خدمت ہیں:۔

تحریف: دیوبند مولوی عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے ایک ویب سائیٹ پر یہ لکھا:''احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ذلت کے لفظ کا استعمال: احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور کے بارے میں ایک شعر یوں بیان کرتے ہیں:۔

کثرت بعد قلت پر اکثر درود
عزت بعد ذلت پے لاکھوں سلام

غور فرمائیں! کس طرح واضح انداز میں یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کہا جارہا ہے کہ آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔

(حدائق بخشش، حصہ 2، صفحہ29، مدینہ پبلیشنگ، کراچی)

دیوبندی نے اس شعر کو انتہائی باطل معنی پر محمول کیا ہے۔دراصل اس شعر میں لفظ ''بُعد'' ہے جس کا مطلب دوری ہوتا ہے یعنی ذلت سے دور۔بالفرض اگر اس لفظ کو''بَعد'' بھی تصور کیا جائے تو ہرگز خطاب معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں کیونکہ اس سے پچھلے مصرعہ میں''قلت و کثرت'' کا ذکر ہے جس سے مراد اہل عرب ہیں کہ پہلے مسلمانوں کا گروہ کم تھا پھر کثیر ہوگیا اور اسلام سے پہلے اہل عرب ذلت و گمراہی میں تھے، اللہ عزوجل نے انہیں اسلام کی نعمت سے مالا مال کر کے عزت و بلندی و کثرت عطا فرمائی۔ یہ شعر بخاری شریف کی اس حدیث پاک کی شرح ہے''إنکم یا معشر العرب کنتم علی الحال الذی علمتم من الذلة والقلة والضلالة وإن الله أنقذکم بالإسلام وبمحمد صلی الله علیه وسلم''ترجمہ: اے گروہ عرب تم ذلت کی اور گمراہی کی جس حالت میں تھے وہ تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نجات دلائی۔

(صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شیئا۔، جلد9، صفحہ 57، دار طوق النجاة)

ایک وہابی مولوی انوار احمد۔ایم کام لکھتا ہے:''قرآن پاک کے اندر قل ھو اللہ شریف میں ہے کہ اللہ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا لیکن اس کے برعکس

احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کا جنم ہوا ہے، اس کا جسم بھی ہے اور وہ گلے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج پر جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم کا بچھڑا ہوا قرار دے کر فرماتے ہیں دونوں آپس میں گلے ملے تھے اور ظاہر ہے کہ گلے ملنے کے لئے جسم ہونا ضروری ہے۔

(آئینہ بریلویت، صفحہ 3، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور)

یہ وہابی مولوی کی جہالت ہے کہ اس شعر سے مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلے ملنا ہے۔ درحقیقت اعلیٰ حضرت فرمار ہے ہیں کہ جب سے دنیا بنی ہے وصل اور فرقت یہ کبھی اکٹھے نہیں ہوئے، ملاپ تھا یا جدائی تھی۔ لیکن معراج کی رات جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی حدود سے نکل گئے تو دنیا ساکن ہوگئی اس وقت ملاپ اور جدائی اکٹھی ہوگئی کیونکہ ملاپ اور جدائی کا تعلق چلتے زمانے کے ساتھ ہے، جب زمانہ ہی رک گیا تو اب یہ نہ وصل رہا نہ فرقت گویا دونوں گلے مل گئے۔ یہ بات غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اللہ عزوجل کے لئے جسم ثابت کیا ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جب آپ کا اپنا فتویٰ اس کے متعلق کفر کا ہے۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ''خلاصہ وغیرہ میں ہے "اذقال ان للہ یدا او رجلا کما للعباد فھو کافروان قال جسم لا کالاجسام فھو مبتدع
ترجمہ: جب یہ کہے کہ بندوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، پاؤں ہیں، تو وہ کافر ہے اور اگر کہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے لیکن دوسرے اجسام کی طرح نہیں تو وہ بدعتی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 221، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ان وہابیوں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری سمجھنے کی صلاحیت نہیں قرآن وحدیث کیا خاک سمجھیں گے۔ مفتی عبدالوہاب قادری رضوی صاحب ایک وہابی کے پمفلٹ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:''

گستاخی نمبر 7۔ حضور ہی خدا ہیں:۔

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا ہے تو محمد کو خدا جانے

(پمفلٹ)

اصل شعر یہ ہے:۔

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کا خدا جانے

ظالم نے ''کا'' کو بدل کر ''کو'' لکھ دیا۔''

(صداقت دین کا نشان امام احمد رضا خان، صفحہ 16، مکتبہ رضا، کراچی)

ایک جگہ وہابیوں نے اعلیٰ حضرت کے اوپر نبوت کے دعوے کا الزام لگا دیا چنانچہ وہابیوں نے ایک پمفلٹ میں لکھا جس میں ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تیس دجال پیدا ہوں گے جن میں سے المسلیمہ، العنسی اور المختار ہیں۔ ''ادھر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک نام المختار ہے۔ ہم رضا خانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں المختار سے مراد کون ہے۔؟''

(پمفلٹ)

ان وہابیوں کی جہالت دیکھیں کہ ایک مسلمان پر تحریفات کے ذریعے نبوت کے

دعویدار ہونے کا الزام لگا دیا اور انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ مختار سے کون مراد ہے۔ جاہلو! مختار مسلیمہ کذاب اور اسود عنسی کے بعد ایک شخص آیا تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ وہی ہے جس نے تمہارے پیشوا یزید کی فوج کو قتل کیا تھا۔ علامہ محمد بن الباقی زرقانی مالکی، امام ابو یعلی کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد مسلیمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ کے ظہور کا ذکر کرنے کے بعد المختار کے متعلق لکھتے ہیں "ثم كان اول من خرج بعدهم المختار بن ابی عبید الثقفی۔۔۔۔ثم زين له الشيطن فادعى النبوة و زعم ان جبريل ياتيه" ترجمہ: پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا۔ شیطان نے اسے سبز باغ دکھائے تو اس نے نبوت کا دعوے کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین آتے ہیں۔

(شرح المواہب اللدنیہ، جلد 7، صفحہ 265، مطبوعہ مصر)

پھر کئی مرتبہ تو وہابی تحریفات کی ٹانگیں ہی توڑ دیتے ہیں، اپنے بڑوں کی گندگی اعلیٰ حضرت پر ڈال دیتے ہیں جیسے وہابیوں کے بڑوں نے اللہ عزوجل کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔ جیسے رب تعالیٰ کے متعلق کہا کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے، چوری کر سکتا ہے وغیرہ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اس نظریے کا شدومد سے رد فرمایا اور رب تعالیٰ کی جو صحیح شان وقدرت تھی اسے واضح فرمایا۔ اب جو عقائد اعلیٰ حضرت نے وہابیوں کے لکھے ہیں کہ یہ وہابی رب تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں، موجودہ وہابی ان عبارات کو اعلیٰ حضرت کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے رب تعالیٰ کے متعلق یہ کہا ہے چنانچہ وہابی مولوی محمد فیاض طارق نے سہ ماہی رسالہ راہ سنت میں لکھا: "یہ خطرناک ناسور قلم اس ذات کے با۔ے اپنی تحریریوں پیش کرتا ہے جس کو نقل کرتے ہوئے دل کانپتا ہے، ہاتھ لرزتے ہیں، قلم تھرکتا ہے اور آنکھیں تم ہو جاتی ہیں۔ بہر حال بندہ عاجز دل تھام کر (نقل کفر، کفر نبا

شد) کے تحت حوالہ نقل کرتا ہے۔ آپ بھی دلوں پر ہاتھ رکھ کر ملاحظہ فرمائیے۔ "جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اُس کی شان کے خلاف نہیں، وُہ کھانے کا مُنہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی وزنی کی دونوں علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔"

(سہ ماہی راہ سنت، جمادی الاولیٰ، رجب، شعبان 1430ھ، صفحہ 29، لاہور)

یہاں دیوبندی مولوی نے جس ڈرامہ بازی سے عبارت پیش کی ہے، اسے پڑھ کر یہی لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا معاذ اللہ رب تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ تھا، جبکہ درحقیقت یہ اعلیٰ حضرت وہابیوں کا عقیدہ نقل کر رہے ہیں جسے دیوبندی نے مکمل نہیں لکھا ہے۔ دراصل اعلیٰ حضرت نے یہود ونصاری، فلاسفہ، نیچریہ سب کے عقائد جو رب تعالیٰ کے متعلق ہیں انہیں لکھا، اس کے بعد وہابیوں اور دیوبندیوں نے جو رب تعالیٰ کے متعلق کہا ہے اسے لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا پورا کلام بمع وہابیوں کی کتب کے حوالوں سے ملاحظہ ہو: "وہابیوں کے جُھوٹے خدا:۔ وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے (1) مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے، جس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے کہ (2) جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اُس کی کتاب قابلِ استناد نہ اُس کا دین لائق اعتماد، ایسے کو جس (3) میں ہر عیب ونقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے، چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے، ایسے کو جس (4) کا علم حاصل کئے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار

میں ہے چاہئے تو جاہل رہے، ایسے کو جس (5) کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اُس کی شان (6) کے خلاف نہیں، وُہ کھانے (7) کا مُنہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی وزنی کی دونوں علامتیں بالفعل رکھتا ہے صمد نہیں جوف دار کھگل ہے، سبوح قدوس نہیں، خنثیٰ مشکل ہے یا کم ازکم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو (8) جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے اُس کے ماں باپ جورو بیٹا سب (9) ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے (10) پیدا ہوا ہے ربڑ کی طرح پھیلتا (11) سمٹتا ہے برمھا کی طرح چومکھا (12) ہے، ایسے کو جس (13) کا کلام فنا ہوسکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ (14) سے بچتا ہے کہ کہیں وُہ مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں، بندوں سے پُرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے، ایسے کو جس کی خبر کچھ ہے (15) اور علم کچھ، خبر سچی ہے تو علم جھوٹا، علم سچا ہے تو خبر جھوٹی۔ ایسے کو جو سزا (16) دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے، معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈھتا ہے، خلق کی آڑ لیتا ہے، ایسے کو جس کی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن دے اُس کا شریک ہوجائے، جس نے اپنا سب سے بڑھ کر مقرب ایسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو چُوڑھوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں، ایسے کو جس نے اپنے کلام میں خود شرک بولے اور جا بجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ قرآن عظیم تو فرمائے ﴿اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ﴾ انہیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا۔ اور مسلمانوں کو

اس کہنے کی ترغیب دے کہ ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ﴾ ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتے ہیں اللہ و رسول ہمیں اپنے فضل سے۔

اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان میں پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔ قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ اُنہوں نے حضرت مریم سے کہا ﴿اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا﴾ میں تو تیرے رب کا رسول ہُوں اس لئے کہ میں تجھے سُتھرا بیٹا دُوں۔ یعنی مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رسول بخش ہیں اور وہابیہ کا خدا اُن کے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے۔

قرآن عظیم تو اس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ﴾ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔ اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کو یہی ایمان سُجھائے کہ رسول غیب کیا جانے اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دئے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہئے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک، نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر، پھر مفر کدھر، یہی ماننے بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کہ جس نے تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی پر اتاری، ہاں وہابیہ کا خدا وُہ ہے جس کے سب سے اعلیٰ رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پدھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ ماننا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے وہابیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ کیا وُہ خدا کو جانتے ہیں، حاش للہ ﴿سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ﴾"

(1) ایضاح الحق، اسمٰعیل دہلوی مطبع فاروقی 1297ھ، دہلی، مع ترجمہ، صفحہ 35و36۔

(2) دیکھو سبحٰن السبوح، تنزیہ دوم، دلیل دوم۔

(3) رسالہ یکروزی اسمٰعیل دہلوی، ص145۔

(4) تقویۃ الایمان، اسمٰعیل دہلوی، مطبع فاروقی، دہلی 1293ھ، ص20۔

(5) دیکھو یکروزی، ص145 مع کوکبہ شہابیہ و سبحٰن السبوح، طبع بار سوم، ص64 تا 67 و دامان باغ سبحٰن السبوح، ص154 تا 156 او پیکان جانگداز، ص161 وغیرہ۔

(6) یکروزی مردود مع مذکورہ ردود۔

(7) دیکھو مضمون محمود حسن دیوبندی مطبوع پرچہ نظام الملک 25 اگست مع رسالہ الهیبۃ الجباریہ علٰی جہالۃ الاخباریہ و پیکان جانگداز وغیرہ۔

(8) یکروزی مردود مع مذکورہ ردود۔

(9) ایضاً یکروزی و مضمون محمود حسن دیوبندی مع سبحٰن السبوح، صفحہ 47و48و66 و دامان باغ، صفحہ 158 وغیرہما، اور جورو بیٹے کا امکان ایک دیوبندی اپنے رسالہ اولہ واہیہ، صفحہ 142 میں صراحۃً مان گیا دیکھو پیکان جانگداز صفحہ 176۔

(10) یکروزی و مضمون محمود حسن دیوبندی مع دامان باغ سبحٰن السبوح، ص157

(11) یکروزی و محمود حسن مع پیکان جانگداز، ص175۔

(12) یکروزی و محمود حسن مع پیکان جانگداز، ص176۔

(13) یکروزی مع سبحٰن السبوح، ص83۔

(14) یکروزی مع سبحٰن السبوح، ص82۔

(15) رسالہ تقدیس دیوبندی، ص36۔

(16) یہاں سے شروع بیان دیوبندیاں تک سب اقوال تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی کے ہیں جو بارہا دکھا کر رد کر دیے گئے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ 545---، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فصل ششم: تاریخ میں تحریف

قرآن وحدیث، فقہ اور عقائد میں تحریف کے ساتھ ساتھ دیوبندی وہابی تاریخ کے متعلق بھی تحریفات کرتے ہیں۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرتے ہیں۔ جس طرح اعلیٰ حضرت کے کلام میں ہیرا پھیری کر کے، ان کی طرف غلط عقائد منسوب کر کے انہیں لوگوں کی نظر میں کمتر ثابت کیا جاتا ہے اسی طرح انہیں انگریزوں کا ایجنٹ اور تحریک پاکستان کا مخالف بھی ثابت کیا جاتا ہے۔ دیوبندی مولوی خالد مانچسٹر اور الیاس گھمن نے بریلویوں کے خلاف کتاب لکھی اس میں ان دونوں نے احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویہ" کی نقل مار کر لکھ دیا کہ بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے اور تحریک پاکستان میں انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ کتاب بریلویت کے مقدمہ میں وہابی عطیہ سالم کہتا ہے:"
جناب احمد رضا بریلوی کا وہابیوں کی مخالفت کرنا، ان پر کفر کے فتوے لگانا، جہاد کو حرام قرار دینا، تحریک خلافت اور تحریک ترکِ موالات کی مخالفت کرنا، انگریز کے خلاف جدوجہد میں مصروف مسلم راہنماؤں کی تکفیر کرنا اور اس قسم کی دوسری سرگرمیاں انگریزی استعمار کی خدمت اور اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے تھیں۔"

(بریلویت، صفحہ 20، ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور)

یوبندی مولوی الیاس گھمن لکھتا ہے: "مسلم لیگ کی مخالفت سیاسی جماعتوں میں سے جس قدر بریلویوں نے کی ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

(فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، صفحہ 458، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا)

دیوبندی، وہابی اور تحریکِ آزادی

آج دیوبندی وہابی انگریزوں سے جہاد کرنے والے، پاکستان کی حمایت کرنے والے بن گئے جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ یہ انگریزوں کے چندوں پر پلتے تھے، خود ان کے بڑوں نے اقرار کیا ہے کہ ہمیں انگریزوں کی طرف سے چندہ ملتا ہے، واضح الفاظ میں انہوں نے انگریزوں سے جہاد کرنے کو نہ صرف حرام کہا بلکہ کہا کہ اگر انگریزوں پر کوئی حملہ کرے تو ہم پر لازم ہے کہ ان کی حفاظت کریں۔ اس پر کئی حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں ، فقط ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جس سے آپ اندازہ لگائیں کہ یہ انگریزوں کے متعلق واضح الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام انگریزوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں چنانچہ حاشیہ سوانح قاسمیہ میں ہے: ''انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا کہ خود بھاگے جارہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لیکر جو باغیوں کی فوج کی افسری کررہا تھا، کہتے جاتے تھے کہ لڑ کے کا کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پارہا ہوں۔''

(حاشیہ سوانح قاسمیہ، جلد2، صفحہ 130)

یہاں واضح الفاظ میں مجاہدین کو باغی کہا جارہا ہے۔

تحریکِ آزادی اور بریلوی خدمات

جہاں تک پاکستان بنانے کا تعلق ہے تو یہ بالکل حق و سچ ہے کہ مسلم لیگ کی حمایت فقط بریلوی علماء نے کی ہے اور حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب بریلویوں کے لیڈر تھے جنہوں نے محمد علی جناح کے حق میں تقاریر کیں اور مسلمانوں کو واضح الفاظ میں کہا

کہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اس موضوع پر کراچی یونیورسٹی سے 2005ء میں پی۔ایچ۔ ڈی کا مقالہ بنام ''تحریکِ پاکستان میں خلفاء امام احمد رضا خان کا کردار'' پاس ہوا ہے جس میں تفصیلاً امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے خلفاء کا کردار واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے تحریکِ آزادی میں جدوجہد کی۔

جبکہ دیوبندی اور وہابی گاندھی کے پیروکار تھے اور مسلم لیگ کے سخت مخالف تھے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام فقیر نے ''البریلویہ'' کے جواب میں کیا ہے۔ یہاں فقط قبلہ کوکب نورانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مختصر اور جامع کلام پیش خدمت ہے جو انہوں نے وہابیوں کے مولویوں کا کلام مع ان کی کتب کے حوالے سے لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''قیام پاکستان کی تحریک میں اہلسنت علماء و مشائخ اور عوام نے اجتماعی طور پر مسلم لیگ کا پورا پورا ساتھ دیا اور تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی چنانچہ 1920ء سے لے کر 1947ء تک جگہ جگہ عظیم الشان کانفرنسیں ہوئیں۔ ان میں سب سے بڑی کانفرنس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں 27 تا 30 اپریل 1946ء میں منعقد ہوئی جس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زیادہ عوام نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کی پرزور حمایت کی گئی اور علماء و مشائخ سے عہد لیا گیا کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں پاکستان کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

اس وقت دیوبندیوں اور وہابیوں کے ستانوے فیصد افراد پاکستان کی پرزور مخالفت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ہم پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔

(خطباب احرار، صفحہ 99)

انہوں نے گاندھی اور نہرو کا ساتھ دیتے ہوئے کہا: جو مسلم لیگ کو ووٹ دیں

گے وہ سور اور سور کھانے والے ہیں۔" (چمنستان،مصنفہ جناب ظفر علی خان)

حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے کہا: "دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں۔" (چمنستان،صفحہ 165)

دیوبندیوں کے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس 1946ء میں کہا: "پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔" (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء،صفحہ 883)

مولوی حبیب الرحمٰن اور عطاء اللہ شاہ بخاری نے قائداعظم کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دی۔ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء،صفحہ 883)

عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا: "پاکستان ایک سانپ ہے جو 1940ء سے مسلمان کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔"

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء،صفحہ 883)

رئیس الاحرار چوہدری افضل حق رقم طراز ہیں: "کتوں کا بھونکنا چھوڑ دو، کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں احرار اس کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔" (خطبات احرار،صفحہ 99)

انہوں نے یہاں تک کہا: "مسٹر جناح آج تک کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا پھر بھی مسلمانوں کا قائداعظم ہے۔"

(سرورق رسالہ مسٹر جناح کا اسلام تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء،صفحہ 884)

جناب حسین احمد (مدنی) نے اکتوبر 1945ء میں اپنے ایک فتوے میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام کہا اور قائداعظم کو کافر اعظم کا لقب دیا تھا۔

علماء دیوبند نے تقریباً 97 فیصد قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان

کے متحدہ قومیت کے غلط نظریے اور وطنیت کے باطل عقیدے کے خلاف مجبور ہو کر حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا تھا:۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ

زدیوبند حسین احمد این چہ بو العجمی است

سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفی برساں خویش راں کہ دیں همه اوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبال نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ حسین احمد مدنی نے کہا تھا: "قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں۔" یہ نظریہ اسلام کے سراسر خلاف تھا۔

(حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند،صفحہ 35،نفیس اسلام،ڈاٹ کام)

مفتی محمود صاحب کے فرزند جناب فضل الرحمٰن کے بارے میں روزنامہ قومی اخبار کراچی پیر 7 مارچ 1994ء کے اداریہ میں یہ جملہ درج ہے کہ انہوں نے لاہور کے ایک ہفت روزہ کو انٹرویو میں کہا: "پاکستان ایک فراڈ اعظم ہے جو اسلام کے نام پر کھیلا گیا تھا۔" اسی اداریے میں مفتی محمود صاحب کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔

(حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند،صفحہ5، نفیس اسلام،ڈاٹ کام)

وہابیوں میں مولوی داؤد غزنوی اور دیوبندیوں میں صرف شبیر عثمانی آخر میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے۔ شبیر عثمانی کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کے سبب دیوبندیوں سے بہت گالیاں بھی کھانی پڑیں۔ قبلہ کوکب نورانی صاحب فرماتے ہیں: "علمائے دیوبند

میں سے جناب شبیر احمد عثمانی نے ضرور قائد اعظم کا ساتھ دیا۔ مگر اس جرم کی پاداش میں ان کا جو حشر ہوا خود ان کی زبان قلم سے ملاحظہ ہو:۔ ''دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کیے، جن میں ہمیں ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازے میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں۔ کیا آپ (علمائے دیوبند) میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا؟ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوئے تھے۔''

(مکالمة الصدرین، صفحہ 21)

(حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، صفحہ، 40، نفیس اسلام، ڈاٹ کام)

یہ حال ہے دیوبندیوں اور وہابیوں کا! دیوبندیوں نے اپنی انگریز غلامی بریلویوں پر ڈال دی اور انہیں پاکستان و مسلم لیگ کا دشمن ٹھہرا دیا۔ جب صحیح دلائل سے ثابت کرنے کی باری آئی تو کوئی دلیل ملی نہیں تو چوزے بنتے ہوئے دیوبندی الیاس گھمن صاحب کہتے ہیں: ''مسلم لیگ کے خلاف بریلوی جماعت نے سینکڑوں فتوے اور رسائل لکھے جن کو پاکستان بن جانے کے بعد حتی المقدور تلف و ضائع کر دیا گیا ہے۔''

(فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، صفحہ 459، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا)

یہ جان چھڑانے کے لئے اچھا بہانا ہے کہ وہ فتوے ضائع کر دیئے گئے ہیں۔ گھمن صاحب! ایسا کہہ کر آپ اپنے دیوبندیوں کو تو بیوقوف بنا سکتے ہیں، تاریخی حقانیت کو نہیں۔ گھمن صاحب نے گھومتے ہوئے یہ تو کہہ دیا کہ وہ فتاوٰی ضائع ہو گئے لیکن یہ نہیں واضح کیا کہ آپ نے یہ جو لکھا ہے وہ فتاوٰی پڑھنے کے بعد کہا ہے یا اپنے مولویوں سے سنی سنائی بات لکھ دی ہے؟ دیوبندی وہابیوں کے پاس فقط ایک عام مولوی بریلوی مولوی طیب

نامی کے چند غلط فتاوٰی ہیں جس نے محمد علی جناح اور ڈاکٹر اقبال کے خلاف اپنی ذاتی رائے میں فتوے لگائے اور علمائے اہل سنت نے ان فتاوٰی سے براءت کا اظہار واضح کر دیا ہے، تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب البریلویہ کا جواب ملاحظہ ہو۔

وہابیوں کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی ثابت کرنا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنا وہابیوں کے لئے کون سی بڑی بات ہے، انہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی، اقتدار کا طلب گار اور یزید کو امیر المؤمنین ثابت کر دیا۔ ایک وہابی شخص ابو یزید محمد دین بٹ نے کتاب ''رشید ابن رشید'' لکھی۔ عاشق یزید نے کئی معتبر جید سنی مؤرخین کو سبائیوں اور شیعوں سے لی گئی روایتوں کا الزام لگا کر مشکوک ثابت کیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ادب سے لے کر ان کو انتہائی مکر و فریب اور توڑ موڑ سے معاذ اللہ خلافت کا لالچی ثابت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کو فتنوں کا دور کہا۔ جھوٹ بولتے ہوئے اور امام حسین کو معاذ اللہ غلط ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اگر امیر المومنین (یزید) میں کسی قسم کا بھی عیب ہوتا تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ان بزرگوں کو برملا کہتے کہ ہم تفرقہ نہیں ڈال رہے بلکہ یزید میں فلاں فلاں عیب ہیں اس لئے ہم اس کی بیعت نہیں کرتے یا یہ کہتے کہ یزید کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو جو خلافت کا اہل ہو منتخب کر لو ہم اس کی بیعت کر لیتے ہیں۔۔۔ ان دونوں بزرگوں کی زبان سے امیر یزید کے خلاف ایک لفظ بھی ثابت کرنا ناممکن ہے۔۔۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے ہر حق پسند شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ دونوں بزرگ خلافت کو اپنا خاندانی حق سمجھ کر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دوسرے مسلمانوں کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔۔۔ سیدنا حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع ہی سے خلافت اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جائیے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھیے۔ اور پھر سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح اور بیعت کے موقع پر اپنے بھائی کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں۔''

(رشید ابن رشید امیر المومنین سیدنا یزید، صفحہ 190۔۔۔چوک شہید گنج، لاہور)

مزید کہتا ہے: ''یعنی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے تو پڑے میں اپنے ارادے سے باز آنے کا نہیں ہوں۔ یہاں اہل نظر کے لئے قابل غور بات یہ بھی ہے کہ سیدنا حسین اپنے محترم والد سیدنا علی کی بھی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ قوم میں تفرقہ ڈالنے اور جماعت سے الگ ہونے کے بارے میں سیدنا علی کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔''

(رشید ابن رشید امیر المومنین سیدنا یزید، صفحہ 225، چوک شہید گنج، لاہور)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفرقہ کا موجد قرار دیتے ہوئے کہتا ہے: ''امام حسین سیاسی جنگ کے لئے گئے تھے نہ کہ مذہبی کے لئے۔۔۔ ہمارے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے موقع اور بے محل و بلا ضرورت یہ اقدام کر کے عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں ہمیشہ کے لئے اختلاف و افتراق اور شقاق و عداوت پیدا ہو گئی اور امت اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا۔۔۔ افسوس کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبائی فریب کاری کا شکار ہو کر بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے فرقہ آرائیوں اور مصیبتوں کے راستے کھول گئے۔''

(رشید ابن رشید امیر المومنین سیدنا یزید، صفحہ 233، 235، 337، چوک شہید گنج، لاہور)

آج بھی ذاکر نائیک کی طرح کئی وہابی یزید جیسے فاسق و ظالم آدمی کے ساتھ رحمۃ

اللہ علیہ لگاتے ہیں اور موجودہ دور میں ایک وہابی عالم نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا ہے۔ یہ وہابیوں کے لئے تاریخ میں تبدیلی کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے، پنجاب یونیورسٹی اور دیگر یونیورسٹیوں میں جماعت اسلامی دیوبندی اور وہابیوں کا قبضہ ہے، اپنے مطلب کی کتابیں نصاب میں شامل کرتے ہیں، اپنے مولویوں کو مجاہد ثابت کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں باغی اور جسے چاہتے ہیں مجاہد ٹھہرا دیتے ہیں۔ ایسے مولویوں کے نزدیک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غلط ثابت کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ اپنے مولویوں کی کفریہ عبارات کا جواب دینے سے تو یہ قاصر ہیں، الٹا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگاتے ہیں۔

دیوبندی مولوی کا حق بات تسلیم کرنا

یہاں ایک اور بات بہت قابل غور ہے کہ جب اعلیٰ حضرت نے وہابیوں کی کفریہ عبارات پر ان کی تکفیر کی تو ایک دیوبندی عالم نے واضح الفاظ میں اقرار کیا کہ اعلیٰ حضرت نے ایسی عبارات پر صحیح کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری دربھنگی نے قادیانیت کے خلاف ایک کتاب ''اشد العذاب'' لکھی۔ اس میں مرزائیوں کا ایک قول نقل کیا کہ مولانا احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم خیال علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں تو کیا علمائے دیوبند کافر ہیں؟ اگر علمائے دیوبند کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں؟ مولوی چاند پوری دیوبندی اس کے جواب میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے دل کی بھڑاس نکال کر آخر میں مذہبی خودکشی کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔''

(اشد العذاب، صفحہ 13، ناشر مجتبائی جدید، دہلی)

دیوبندی عالم کا یہ اعتراف خود ان کے گلے کی ہڈی بن گیا اور ان کی اس اعتراف شدہ عبارت کا مناظرے کے دوران ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ اس عبارت کو ہی اس کتاب سے غائب کر دیا جائے چنانچہ کراچی کے دیوبندیوں نے کتاب ''اشد العذاب'' شائع کی تو اس عبارت کو بلکہ اصل کتاب کے صفحہ بارہ سے لے کر صفحہ پندرہ تک سارے صفحات کو غائب کر دیا اور صفحہ بارہ کی آدھی عبارت کے بعد سیدھا صفحہ پندرہ کی عبارت کو جوڑ دیا۔

(اشد العذاب، صفحہ 14,15، ناشر مولانا محمد یوسف بنوری، مجلس تحفظِ ختم نبوت، کراچی)

بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، ورنہ اور بہت سے باتیں کی جاسکتی ہیں۔ مسلمانوں کو جاگ جانا چاہئے اور دیوبندی وہابیوں کے ان بڑھتے ہوئے عزائم کو روکنا چاہئے، اگر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو کتب احادیث و دیگر دینی کتب جو ابھی تک وہابیوں کی تحقیق و تدقیق کے نام پر کی جانے والی تحریفات سے محفوظ ہیں وہ تمام بھی تحریفات کا شکار ہو جائیں گی، جن میں نام نہاد تحقیق و تدقیق کے بعد صرف وہابی مذہب ہی باقی رہ جائے گا۔ ہمارے صاحبِ اقتدار لوگوں کو چاہئے کہ اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم ان تحریفات کا کوئی سدِ باب کر دیں۔ کاش کے سنی مکتبے والے زیادہ سے زیادہ تعداد میں صحیح نسخوں والی احادیث اور دیگر پرانی کتب شائع کریں تا کہ یہ تحریفات ختم ہو جائیں۔

بدمذہبوں کا آخری حربہ

سب سے پہلے انسان گمراہ ہوتا ہے اس کے بعد وہ لوگوں کو اپنے عقیدے میں لانے کے لئے اہل سنت سے بدظن کرتا ہے اور قرآن و حدیث میں تحریفات کرتا ہے۔ جب گمراہ لوگ اس سے بھی عاجز آجائیں تو پھر گالی گلوچ اور قتل و غارت پر آجاتے ہیں۔ اس کی

مثال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی لیجیے کہ بدمذہب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کو ناجائز ثابت کرنے کے لئے خوب تحریفات و اٹکلیں لڑاتے ہیں، جب اس پر بس نہیں چلتا تو جلوسِ میلاد پر پتھراؤ و فائرنگ کر دیتے ہیں جیسا کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے۔

حرفِ آخر

مختصر اور جامع بات یہی ہے کہ اس فتنے کے دور میں بدمذہبوں سے دور رہا جائے یہ بدمذہب ہی دین بگاڑتے ہیں۔ ان کی کتب، ان کی تقاریر سننے سے ہر ممکن بچا جائے۔ اہل سنت وجماعت سے اپنا تعلق رکھا جائے، عقائد کی بنیادی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ ہرگز بدمذہبوں کی اچھی تقریر، اچھی آواز، اچھی انگریزی سے متاثر ہو کر ان کے قریب نہ جائیں کہ دجال جو قرب قیامت آئے گا اور خود کو خدا کہے گا، کئی کرتب دکھائے گا جس کے سبب کئی لوگ اس کے فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے اس لئے حدیث پاک میں اس سے دور رہنے کا حکم ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے ''عن أبی الدهماء قال سمعت عمران بن حصين يحدث قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((من سمع بالدجال فلينأ عنه، فوالله إن الرجل ليأتيه وهو يحسب أنه مؤمن فيتبعه مما يبعث به من الشبهات، أو لما يبعث به من الشبهات)) ترجمہ: حضرت ابودھماء سے روایت ہے کہ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دجال کو سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم کوئی شخص اس کے پاس جائے گا یہ سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں، تو پھر اس کی اتباع کر لے گا ان شبہات کی وجہ سے جن کے ساتھ وہ بھیجا گیا۔

(سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال، جلد4، صفحه 116، المكتبة العصرية، بيروت)

دیکھیں ایک مسلمان دجال کے کرتب دیکھ کر اسے خدا سمجھ لے گا اور اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم کھا رہے ہیں پھر عام مسلمانوں کو کیسے اجازت ہوسکتی ہے کہ بدمذہبوں کے پاس جائیں۔

عافیت اسی میں ہے کہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اہل سنت وجماعت پر ثابت قدم رہیں کہ یہی حق فرقہ ہے۔ علامہ جوزی رحمۃ اللہ علیہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں ”عن أبی العالیة قال علیکم بالأمر الأول الذی کانوا علیه قبل أن یفترقوا قال عاصم فحدثت به الحسن فقال قد نصحك والله وصدقك أخبرنا محمد بن عبد الباقی نا أحمد بن أحمد قال نا أحمد بن عبد الله الحافظ أنبأنا محمد بن أحمد بن الحسن أنبأنا بشر بن موسی نا معاویة بن عمرو نا أبو إسحاق الفزاری قال قال الأوزاعی اصبر نفسك علی السنة وقف حیث وقف القوم وقل بما قالوا و کف عما کفوا عنه واسلك سبیل سلفك الصالح فإنه یسعك ما وسعهم“ ترجمہ: ابوالعالیہ تابعی نے فرمایا کہ تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔ عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ابوالعالیہ کا یہ قول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں اللہ کی قسم! ابوالعالیہ نے سچ کہا اور تم کو اچھی نصیحت فرمائی۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طریقہ سنت پر اپنے جی کو تھامے رہ اور جہاں صحابہ کرام علیہم الرضوان ٹھہر گئے تو بھی وہاں ٹھہر جا اور جہاں انہوں نے کلام کیا وہاں تو کلام کر اور جس چیز سے وہ رکے رہے تو بھی رک جا اور اپنے دین کے سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی راہ چل۔ کیونکہ جہاں ان کو سمائی ہوگئی وہاں تیری بھی سمائی ہوگی۔

(تلبیس إبلیس، صفحه 10، دار الفکر، بیروت)

ہر مسلمان خصوصاً دیندار یا سیاسی شخصیت کو چاہئے کہ وہ سوچ کہ کہیں وہ ایسا نظریہ تو اپنے چاہنے والوں میں نہیں چھوڑ کر جارہا جو قرآن وسنت کے خلاف ہے کہ یہ تو گمراہی میں مرجائے گا لیکن اس کا نظریہ مزید لوگوں کو گمراہی میں دھکیل دے گا اور ان سب کا وبال اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”وفی الإسرائیلیات أن عالماً کان یضل الناس بالبدعة ثم أدرکته توبة فعمل فی الإصلاح دهراً فأوحی الله تعالی إلی نبیهم قل له إن ذنبك لو کان فیما بینی وبینك لغفرته لك ولکن کیف بمن أضللت من عبادی فأدخلتهم النار“ ترجمہ: اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک عالم بدعت کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا تھا، پھر اس نے توبہ کرلی اور عرصہ دراز تک لوگوں کی اصلاح میں مشغول رہا، تو اللہ تعالیٰ نے اس دور کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ اس سے فرمائیں کہ اگر تمہارا گناہ صرف میرے اور تیرے درمیان ہوتا تو میں تجھے بخش دیتا، لیکن ان لوگوں کا کیا کروں جو تیری وجہ سے گمراہ ہوکر جہنم کے مستحق ہوئے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب التوبة، جلد4، صفحه33، دار المعرفة، بیروت)

اللہ عزوجل میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول منظور فرمائے اور میری میرے پیرومرشد، میرے اساتذہ کرام، میرے والدین، عزیز اقارب، دوست احباب، ناشر سب کی مغفرت فرمائے اور مسلک اہل سنت وجماعت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتذار

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ پروف ریڈنگ کی کوئی غلطی نہ ہو لیکن بتقاضائے بشریت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قاری سے التماس ہے کہ ناشر سے رجوع فرمائے ان شاء اللہ آئندہ اس کو درست کردیا جائے گا۔

عنقریب منظر عام پر آنے والی ادارے کی دیگر معرکۃ الآراء کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	حُجیت فقہ	مولانا محمد انس رضا عطاری
2	البریلویہ کا جواب	مولانا محمد انس رضا عطاری
3	قرض کے احکام	مولانا محمد اظہر عطاری
4	مسجد انتظامیہ کیسی ہونی چاہیے؟	مولانا محمد اظہر عطاری
5	امام مسجد کیسا ہونا چاہیے؟	مولانا محمد اظہر عطاری
6	سیرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد اظہر عطاری
7	علم نافع (ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ)	مترجم مولانا محمد اظہر عطاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویہ'' کا

علمی مُحاسبہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کا ''البریلویۃ'' میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن
اور عقائدِ اہلِ سنت پر لگائے الزامات کا تفصیلی جواب

شرک وبدعت، علم غیب، نور وبشر، حاضر وناظر، اختیارات وتصرفات، ختم ونیاز
عید میلاد النبی وغیرہ کے متعلق اہل سنت کے دلائل اور وہابیوں کے اعتراضات کے
جوابات، وہابی مولویوں کی گستاخانہ عبارات، انگریزوں کے چندوں پر کون پلتے تھے
بریلوی یا وہابی؟ تحریک پاکستان کی حمایت اور مخالفت کس کس فرقے نے کی؟

ابو احمد محمد انس رضا عطاری
تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشھادۃ العالمیہ
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حُجّیت فقہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

فقہ کی حجیت کا قرآن وحدیث سے ثبوت، فقہ کی تاریخ، فقہ کے بنیادی وثانوی ماٰخذ
اُصول فقہ اور اس کی تدوین، فقہی اختلافات کی وجوہات، اجتہاد وتقلید
غیر مقلدوں اور ان کی تفقہ کا تنقیدی جائزہ، فتویٰ کی اسلام میں حیثیت
عصر حاضر میں فقہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات
مستقبل اور موجودہ دور کے نام نہاد مجتہد

ابو احمد محمد انس رضا عطاری
تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشھادۃ العالمیہ
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

مکتبہ فیضان شریعت، لاہور

ادارے کی دیگر کتب